DATE DUE

This book is due on the date last stamped. An overdue charge of 10 P. will be charged for each day the book is kept over-time.

18/4/88			

عصمت

جلد ۳
نمبر ۱

یعنی

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے

جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

اُردو میں

پاکیزہ خیالات علمی اور اَدَبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور

ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے

طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات و مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

ایڈیٹر رسالہ شیخ محمد اکرام
جائنٹ ایڈیٹر مسز محمد اکرام

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک قسم اول (عہ) فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ عصمت

جولائی ۱۹۰۹ء

عصمت

سچّا زیور

زیور کا شوق تقریباً ہر ملک اور ہر قوم میں ہر وقت اور ہر طبقے کی خواتین کو تھوڑا یا بہت ضرور رہا ہی۔ گو اس کی کمی بیشی میں جُداگانہ مذاق اور مختلف خیال ضرور ہیں اور آج کل یہ کہدینا زیادہ مشکل نہیں کہ روشن خیال قومیں زیور کے استعمال کو وقعت سے نہیں دیکھتیں۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور روشن سے روشن خیال عورتیں بھی خواہ وہ کسی مُلک اور قوم کی کیوں نہ ہوں انگوٹھی چھلّا بُندا بالی غرض کوئی نہ کوئی چیز اس قسم کی جس کا شمار زیور میں ہوسکتا ہی اکثر استعمال کرتی ہیں ۔ ظاہر ہی کہ یہ ضرورت صرف زیبُ زینت کی وجہ سے محسوس ہوئی۔ کڑے پونچیوں سے ہات ٹھساٹھس پتّے بالیوں سے چہرہ خوشنما۔ مالا کنٹھی سے گلا بھرا بھرا۔ سادہ ہو یا جڑاؤ سونا ہو یا چاندی مگر غرض وہی زیب و زینت ہی۔ شہزادی کے گلے میں اگر جواہرات کا ہار ہی تو پسنہاری کے گلے میں کھوٹے روپوں کی حمائل ۔ مجھ کو زیور کے استعمال پر نہ اعتراض نہ میں اس کی مخالف کہنا صرف اتنا ہی کہ زینت ظاہری کے ساتھ ہی لڑکیوں کو

زینت باطنی کی بھی ضرورت ہی جس کا زیور اچھی عادتیں اور عمدہ خصلتیں ہیں۔ یہ ظاہری زیور سونا روپا بالے جھالے تو اپنی اپنی تقدیر پر منحصر ہیں ایک کے پاس جواہرات کا ڈھیر ہی ایک کو چاندی کا تار تک نصیب نہیں مگر اس پر فخر کرنا بے سود اور اترانا بیکار زمانے کو رنگ بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اور حالت میں انقلاب ہوتے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں۔ بڑی بڑی بیگمیں اور اچھی اچھی شہزادیاں آناً فاناً کچھ سے کچھ ہو گئیں۔ پانی پت کے میدان میں جس وقت بابر اور ابراہیم لودی کی خونریز لڑائی کا خاتمہ ہو چکا اور زمانے نے فتح کا سہرا بابر کے سر باندھ دیا۔ اُس وقت کا ایک جگر خراش واقعہ کلیجے کے پار ہوتا ہی۔ یہی ہمایوں جس کی ہڈیاں آج دلّی کی مشہور عمارت مقبرۂ ہمایوں میں دفن ہیں اٹھ دس برس کا ہو گا۔ فتح کی خوشی میں ایک بڑا جشن قرار پایا جس میں تمام امرا و وزرا نے شہزادے کی خدمت میں نذریں پیش کیں اپنی اپنی حیثیت اور تعلق کے موافق سب خوشیاں منا رہے تھے اور نذریں دے رہے تھے دفعۃً ایک عورت نے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جس وقت یہ بدنصیب خاتون بھرے دربار میں شہزادے کے روبرو لائی گئی ہی اُس کے ہات پاؤں کانپ رہے تھے۔ ایک سفید چادر میں سر سے پاؤں تک لپٹی ہوئی تھی اور ہر قدم بتا رہا تھا کہ اس محلوں کی بیٹھنے والی کو آج رستہ چلنے کا پہلا اتفاق ہے شہزادہ ہمایوں تخت شاہی پر جلوہ گر تھا اور یہ مظلوم عورت سامنے کھڑی تھی وہ ہات جو چادر میں چھپا ہوا تھا کانپتا ہوا باہر نکلا اس میں ایک الماس کی ڈبیا تھی۔ بدنصیب خاتون نے جو انقلاب زمانہ کی پوری تصویر تھی ڈبیا ہمایوں کے سامنے پیش کی اور کہا۔

شہزادے میں خاندان لودی کی ملکہ بدنصیب ہوں۔ یہ کوہ نور ہیرا ہمارا باپ
دادا کی نشانی تھا جبتک سلطنت ہماری رہی ہمارے قبضے میں رہا۔ اب سلطنت تیری
ہے اور اقبال تیرا یہ ہیرا بھی لے۔

بدنصیب ملکہ نے جس پر اس طرح مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا۔ اپنے وقت میں کیا کیا
زیور نہ پہنا ہوگا۔ ایک عظیم الشان سلطنت کی شہزادی زبردست بادشاہ کی
بیوی۔ کوہ نور جیسے ہیرے کی قابض مگر بالآخر وہ عزت اور حشمت ہیرے اور
جواہر کچھ بھی نہ رہے۔ باقی رہنے والا وہ سچا زیور ہے جو باطنی زیب و زینت سے
متعلق ہو۔

پچھلے ہفتے میں مجھ کو ایک شادی میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا جہاں
بیبیاں اعلیٰ اعلیٰ کپڑے اور قیمتی قیمتی زیور اوڑھے پہنے موجود تھیں۔ شام کے
قریب میں نے ایک لڑکی کو اپنے پاس کھڑے دیکھا جس کی ظاہری صورت
اور سامان زینت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی غریب خاندان کی لڑکی ہے معمولی
کپڑے برائے نام زیور۔ میں نے اُس کی جانب کوئی زیادہ توجہ نہ کی رات کو
جب ہم سب دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ساچق[1] آنی شروع ہوئی میں
اپنی ایک بہن سے باتوں میں مصروف تھی کہ مینے دیکھا دفعۃً وہ لڑکی گھبرا کر اٹھی
چبوترے پر گئی اور ایک بیچاری مصیبت کی ماری عورت کا جس کی گود میں چھوٹا
سا بچہ اور سر پر ساچق کی ٹھلیاں تھیں بوجھ بٹایا ٹھلیاں اُتروائیں اور آکر بیٹھ گئی
گو ہم اتنی عورتیں وہاں موجود تھیں اور دیکھ رہی تھیں کہ وہ بدنصیب مزدورنی
بوجھوں مر رہی ہے مگر اتنی نیک توفیق کسی کو نہ ہوئی کہ اپنی ایک ہم جنس کی جو عورت

[1] دلی میں رسم ہے وداع سے ایک روز پہلے دولہا کے ہاں سے کچھ سامان آتا ہے۔ ۱۲

ہونے کے اعتبار سے ہمارے برابر تھی تکلیف کو محسوس کرتے اگرچہ عام طور پر کسیکو
اس طرف زیادہ توجہ بھی نہ ہوئی مگر میرے دلمیں البتہ یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کام جو
اسوقت لڑکی نے کیا کیسا ہی معمولی کیوں نہو مگر سچی بات یہ ہی کہ اچھی زندگی اسی کا نام
ہی کہ دوسرے کو تکلیف و مصیبت میں دیکھکر انسان آپ بھی بیچین ہو جائے اور جس طرح
ممکن ہو اس کا معاون و مددگار رہنے۔ نفرت کے قابل ہی وہ زندگی اور نہایت افسوس
ہے اُس شخص پر جسکا اُصول محض اپنی نفس پروری ہو اسلام کی سچی تعلیم یہی تھی کہ تم
آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو جو تمھاری اعانت کے محتاج ہیں اُنسے انکھ نہ چراؤ
دل وہی دل ہی جس میں درد ہو ہمدردی نہیں تو وہ دل نہیں پتھر ہی۔ میری نگاہ میں
اس غریب لڑکی کی وقعت ان سب بیبیوں سے زیادہ تھی جو اسوقت دسترخوان
بیٹھی تھیں یہانتک کہ میں خود اپنے تئیں لعنت ملامت کر رہی تھی میں اس سے
ملنے کی مشتاق باتیں کرنے کی خواہشمند تھی۔ مگر افسوس مجھے اسوقت یہ موقعہ
میسر نہ آسکا اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی رات کو جب سمدھنیں اُترنی شروع ہوئی ہیں
گھر بھر کی بیویاں سمٹ کر دُلہن کے پاس آگھریں.... گرمی تو پہلے ہی تڑاقے کی
پڑ رہی تھی عورتوں کی گھچ پچ نے اور بھی غضب کر دیا میں بھی پریشان ہو گئی
بڑی بی کو لاکھ گلا پھاڑ پھاڑ کر آوازیں دیتی ہوں مگر کون سُنتا تھا مجبور باہر آئی
دیکھتی کیا ہوں۔ بچے کو کندھے سے لگائے وہی لڑکی ٹہل رہی ہی کچھ دیر تک
میں چپکی کھڑی رہی اور پھر آگے بڑھ کر کہا

(بُوا) اب تم تھک گئی ہوگی بچے کو لٹا دو سو گیا ہوگا۔

(لڑکی) جی نہیں۔ سویا نہیں۔ اس کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں ذرا بیٹھتی ہوں

تو چلانے لگتا ہے۔ میری تو اکا پیٹ ہے۔ دوسروں کو تکلیف دینے کا ہمیں کیا حق حاصل ہے۔

(میں) یہ آپ کا بھائی ہے؟ آپ کی والدہ کہاں ہیں؟

(لڑکی) وہ بخار میں پڑی ہل ہلا رہی ہیں! یہ چپکا ہو جائے تو کچھ اُن کی خدمت کروں اس کے رونے پر دھیان کرتی ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ بھائی جیسی چیز کس کو میسر اُن کی تکلیف دیکھتی ہوں تو کلیجہ کٹتا ہے۔ ماں جیسی نعمت کہاں نصیب خالہ جان سے بہتیرا عذر کیا کہ اس دُکھ بیماری میں پرائے گھر جانا اور دوسروں کو بھی پریشان کرنا کس خدا نے بتایا ہے اُنہوں نے ایک نہ مانی۔

اس لڑکی کی باتیں سنکر میں اسقدر خوش ہوئی کہ بیساختہ میرے دل سے دعا نکلی رات زیادہ آگئی تھی اور نیند کے جھونکے برابر آرہے تھے اُسوقت تو میں جاکر سو گئی لیکن صبح کو جب بوندیوں سے میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلی چیز جو مجھ کو دکھائی دی وہ یہی لڑکی تھی جو دن کا سب سے پہلا کام اپنے معبود حقیقی کا فرض ادا کر رہی تھی میں نے جس وقت اتنے مہمانوں میں صرف اس لڑکی کو نماز پڑھتے دیکھا تو بے تامل میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ ہی سچا زیور جو اس لڑکی کے پاس ہے اور یہ وہ زیور ہے کہ ہزاروں لاکھوں رُپئے کے ہیرے اور جواہر اس پر سے قربان۔ زہے تقدیر اُن ماں باپ کی جن کی یہ اولاد اور خوش نصیب اُس شخص کے جس کو ایسی بیوی نصیب ہو۔

مسز راشد

اچھّی بیوی

جس طرح یہ مثل مشہور ہی کہ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا وہ گور کا مونہہ پہلے دیکھیگا اسی طرح اس میں بھی کلام نہیں کہ ہماری یہی چھوٹی چھوٹی اور ننھی ننھی بچیاں جو آج کھیلنے کی گڑیاں اور دل بہلانے کے کھلونے معلوم ہو رہی ہیں کل ایک زبردست گاڑی میں جُتنے والی ہیں انکو ایک گھر کا پورا مالک بننا ہی۔ چند بندگان خدا دو چار بے زبان جانور انکے قبضۂ قدرت میں ہونگے ایک شخص کی اچھی یا بری زندگی بسر ہونیکا انحصار انپر ہوگا انکو اتنی قدرت ہوگی کہ اس شخص کی زندگی جو انکا عمر بھر کا ساتھی ہی نعمت عظمٰی بنا دیں اور اسی ناپائدار دنیا کو اسکے واسطے جنّت کر دکھائیں ان کے اختیار میں ہوگا کہ اسی شریک عمر کو جینا وبال جان۔ زندگی سوہان روح اور دنیا دوزخ کر دیں مختصر یہ ہی کہ یہی لڑکیاں جو آج بیٹیاں نواسیاں بھانجیاں بھتیجیاں بنی ہیں ابھی بہت کچھ بننا ہی۔ بیویاں بنیں گی مائیں بنیں گی اور یہ دو کام ایسے ہونگے جن کی بہتری اور برتری کا تعلق فقط ان ہی کی ذات سے نہیں بلکہ اسکا اثر دوسروں پر پڑنیوالا ہی۔ مجھ کو اس وقت صرف ان کے بیوی بننے سے بحث ہی اور یہ ان کے اوپر زندگی کی سب سے پہلی ذمہ داری ہو گی۔ وہ مقدس الفاظ جو دو اجنبیوں کو شیر و شکر کر دیتے ہیں۔ دو ایسے غیروں کو جو ایک دوسرے سے سیکڑوں ہزاروں کوس کے فاصلے پر رہنے والے ہوں ایک جان دو قالب بنا سکتے ہیں یعنی خطبۂ نکاح وہ ایک زنجیر ہی جو دونوں کو آپس میں جکڑ دیتی ہی جسکو

گلے میں ڈالنے کے بعد یہ بیوی کی خوشی پر منحصر ہو کہ وہ اس ذمہ داری کی بھاری زنجیر کو چندن ہار بنا دے یا قیدی کا طوق۔ کوارپتے کا زمانہ جس کا تعلق ماتا کی ماری ماں اور شفیق باپ سے ہوتا ہو پائدار نہیں مگر یہ زنجیر اسوقت تک اترنے والی نہیں جب تک فریقین میں سے ایک دنیا ہی کو خیرباد نہ کہدے گویا زندگی کا آغاز اس وقت سے ہوا جب لڑکی اُس گھر سے جس میں نفی سے کواری اور کواری سے بیاہی ہوئی رخصت ہو کر ایک دوسری دنیا ایک غیر گھر ایک نئے ماں باپ کے ہاں داخل ہوئی اب آیندہ اچھی زندگی بسر ہونے کا دارمدار اس شخص کی خوشی پر ہے جس کے ہات میں ماں باپ جیسے رفیقوں نے ہات دیدیا اور زبردستی نہیں ہنسی خوشی سے منت سماجت سے۔ پس بیوی کا سب سے پہلا کام نہ خاوند کی اطاعت ہو نہ فرمانبرداری بلکہ اس بات کا پتہ لگانا ہو کہ اس کی طبیعت کا رجحان کس طرف ہو کیا اسباب ہیں جنسے اس کی طبیعت مکدر ہو سکتی ہو اور کونسا سامان ہو جو اس کی مکدر طبیعت کو بشاش بنا سکتا ہو۔ جن لڑکیوں کا یہ خیال ہو یا اُن کو یہ تعلیم دی گئی کہ اول ہی دن سے خاوند پر رعب بٹھانا چاہیے وہ بالکل غلط رستے پر جارہی ہیں منزل مقصود ان سے کوسوں دور ہو مشکل ہو کہ وہ اپنی زندگی ہنسی خوشی بسر کر سکیں عمر بھر جوتیوں میں دال بٹیگی اور ٹھکا فضیحتی رہے گی اگر کسی شریف سے پالا پڑ گیا تو گو وہ اپنی عزت کے ڈر سے زبان نہ ہلائے مگر یاد رکھنا کہ یہی مسکین ایک دفعہ طوطے کی طرح دیدے بدل جائے گا اور ایسی مصیبتوں کا پہاڑ سر پر ڈہا دے گا جس کو موت ہی سرکائے تو سرکائے۔

اس لیے ہر کواری لڑکی کو اپنے اُس نئے مکان میں جس کی تعمیر اُسکی زندگی کے ساتھ ہی ساتھ ہو رہی ہے داخل ہوکر پہلا مرحلہ یہ طے کرنا ہے کہ خاوند کے مزاج کو معلوم کرے اور آنکھیں بند کرکے اس رستہ پہ ہولے گو رستہ میں بیسیوں گڑھے سیکڑوں چٹانیں اور پہاڑیاں مقابلہ کریں مگر آج کی اتنی بات ہماری بھی لکھ لو کہ یہ ناہموار پگ ڈنڈیاں یہ اونچے نیچے ٹیلے سب عارضی ہیں ایک دفعہ ہمت کرنیکی دیر ہے دوسرے پھیرے میں تو یہ رستہ گلزار نظر آئے گا۔

اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو میں کہہ سکتی ہوں کہ جو لڑکیاں خاوندوں کے ہاتھ میں ٹکا سا توڑ کر جواب دیدیتی ہیں اور اپنی بات کو ہمیشہ اُونچا رکھنے کی کوشش کرتی ہیں اُن کو سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیسے تعجب کی بات ہے کہ دنیا کے اور رتی رتی اور ذرا ذرا معاملے کا تو ہم بہت کچھ لحاظ بھی رکھیں اور احتیاط بھی کریں لیکن وہ چیز جس سے ہماری زندگی جیسی نعمت متعلق ہے اس کی طرف توجہ نہ کریں اور اپنے ہاتوں مصیبتوں کا شکار بنجائیں۔ جب یہ سانپ اس وقت کی بے پروائی سے نکل گیا تو پھر لکیر کے پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

میری عزیز بہنو! کواری اور بیاہیو! ہماری زندگی کی سب سے بڑی غرض اپنے خاوندوں کو رضامند کرلینا ہے۔ ہماری طرز معاشرت میں اس سے بہتر تدبیر زندگی کو بہتر بنانے کی اور کوئی نہیں۔ ہاں اتنا ہم کہدیتے ہیں کہ اسوقت تھوڑی سی تکلیف گوارا کرلو پھر تو عمر بھر بیٹھی راج کرنا۔

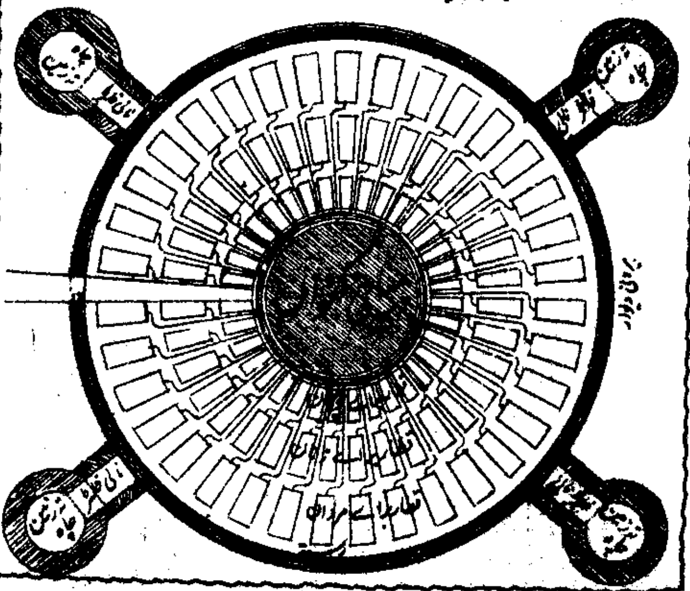
مسز محمد اکرام

قوم پارسی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

گو پارسیوں نے بہت سی رسمیں ہندوستان کی اختیار کرلیں۔ لیکن مُردے کی تجہیز وتکفین کے متعلق اپنی مذہبی رسوم کو ہات سے نہیں دیا۔ خاص کر یہ رسم کہ وہ مُردے کو نہ دفن کرتے ہیں۔ نہ جلاتے ہیں نہ دریا بُرد کرتے ہیں۔ دنیا بھر سے نرالی ہے۔ وہ کسی بلند جگہ پر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایک مینار بناتے ہیں جسے انگریزی میں "ٹاور آف سائیلنس" یعنی مینار خموشی کہتے ہیں اس کا پارسی نام دخمہ ہے وہاں مُردے کو بالکل برہنہ چھوڑ آتے ہیں تاکہ چیلیں اُس کے گوشت کو نوچ کر کھالیں۔

یہ سادہ سا نقشہ جو ذیل میں بنایا گیا ہے اس سے مینار خموشی کی ساخت کسیقدر سمجھ میں آسکتی ہے



جس مینار سے یہ نمونہ لیا گیا ہے وہ بمبئی میں ہے۔ اس کا بیرونی دائرہ تین سو فیٹ کے قریب ہے۔ اسکے وسط میں ایک گہرا کنواں ہے۔ کنوئیں اور بیرونی دائرہ کے درمیان تین قطاریں بیچ میں رستہ آمد و رفت کا چھوڑ کر بنی ہیں ہر قطار میں کئی کئی خانے سے بنے ہیں ان خانوں میں مُردے کو جا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور کفن کا کپڑا اوپر سے اُتار لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ گھنٹہ دو گھنٹے میں چیلیں وغیرہ مُردار خوار پرند گوشت کو صاف کر دیتے ہیں صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ جو دو چار دن کی دھوپ میں سوکھنے کے بعد درمیانی کنوے میں پھینک دیجاتی ہیں۔ اس کنوئیں کا دائرہ کوئی ڈیڑھ سو فیٹ ہے۔ وہاں بوسیدہ ہو کر خاک ہو جاتی ہیں۔ اس کنوے کے چاروں کونوں پر چار نالیاں بنی ہیں۔ بارش ہوتی ہے تو مینہ کا پانی ان ہڈیوں کی خاک سے مل کر ان نالیوں میں بہتا ہے۔ مگر نالیاں اس ترکیب سے بنی ہیں کہ ان میں ریت بچھا کر اُن کے خاتمے پر دوہرا فلٹر لگا دیا ہے جس میں سے چھنکر یہ پانی بیرونی کنوؤں میں جو نالیوں کے دوسرے سرے پر بنے ہوئے ہیں جا پڑتا ہے اور یہ ساخت اس اُصول پر مبنی ہے۔ کہ پارسیوں کے مذہب میں یہ حکم ہے کہ "زمین کو جو بمنزلہ تمہاری ماں کے ہے ناپاک مت کرو"

گو یہ رسم بمقابل دیگر رسوم کے مردے کے حق میں نہایت بیرحمی کا سلوک معلوم ہوتا ہم پارسی لوگ اسکے لیے معقول وجوہ مذہبی اور عقلی بیان کرتے ہیں۔ زرتشتی مذہب کی رو سے زمین اور آگ اور پانی سب چیزیں مقدس ہیں اور انسان کے لیے مفید ہیں۔ اسواسطے انھیں حکم ہے کہ گلتے سڑتے ہوئے گوشت سے انھیں ناپاک نہ کریں عقلی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ مردے کا گوشت بجائے ہزاروں کیڑوں کی غذا بننے کے

ایکبارگی چند گھنٹے میں جانوروں کی غذا بن جاتا ہی۔ اور اس طرح تعفن اور اُس کی خرابیوں سے بچ جاتا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غریب اور امیر کی مساوات بھی اس طریق سے پیدا ہوتی ہی۔ کیونکہ ہر کہ ومہ کے لیے ایک ہی انجام ہی۔

پارسیوں میں مسلمانوں کی طرح جنازہ کے ساتھ پیدل چلنے کا رواج ہی کسی کا مکان دخمہ سے کتنا ہی دُور کیوں نہ ہو لوگ جنازہ کے ساتھ پیدل جاتے ہیں جنازے کے اُٹھانے والے پنچائت کی طرف سے تنخواہ دار آدمی ہوتے ہیں۔ اور پیچھے پیچھے مرنے والے کے عزیز اور قریبی رشتہ دار اور دوست ہوتے ہیں سب لمبے لمبے سفید جامے پہنے ہوے دو دو کرکے چلتے ہیں اور ہر دو شخص ایک سفید رومال لیے ہوتے ہیں جس کا ایک سرا ایک کے ہات میں اور دوسرا دوسرے کے ہات میں ہوتا ہی جس سے مراد رشتۂ غم کا اظہار ہی۔ یعنی اس ماتم میں دونوں ہمدردانہ شریک ہیں۔

دخمے کے دروازے پر دستور یعنی پارسی مُلا مردے کو اُس کے عزیزوں سے لے لیتے ہیں اور اُس قبر نما گڑھے میں جو اوپر سے کُھلا ہوتا ہی۔ رکھدیتے ہیں۔ مینار کے اندر صرف دستور ہی کو جانے کا حکم ہوتا ہے۔ یا وہ تنخواہ دار جنازہ بردار جاتے ہیں۔ جو اس کام کے لیے مخصوص ہیں۔ سب لوگ جو شریک ماتم ہیں مُردے کو وہاں چھوڑکر پاس کے آتش خانے میں جاکر مصروف عبادت ہو جاتے ہیں اور مرنے والے کے لیے دعا کرتے ہیں۔

عطیہ فیضی

سیر یورپ

(از ہر ہائی نس بیگم صاحبہ جزیرہ جنجان)

لارڈ مارلے کی کوٹھی لندن کے بیرونی نواح میں ہے۔ ومبلڈن کے قریب رہتے ہیں۔ لندن کا یہ ضلع نہایت سبز اور تروتازہ ہے۔ دیکھکر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ رستے میں ایک مشکل یہ پیش آئی کہ ہمارے موٹربان کو مارلے صاحب کی کوٹھی کا پتہ ٹھیک یاد نہ تھا وہ آگے نکل گیا۔ اتفاق دیکھئے کہ سرکرزن بھی بھول گئے کہ کہاں ہے۔ پھر بھی اُن کے ہمراہ ہونے سے تسلی رہی۔ ورنہ ہم تو گھبرا جاتے۔ رستہ طے کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کی گفتگو جاری رہی۔ اثنائے گفتگو میں سرکرزن نے کہا کہ راجگانِ ہند اپنے لڑکوں کو بغرض تربیت یورپ بھیجتے ہیں لیکن افسوس ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے جس سے دل خوش ہو۔ بلکہ اکثر برباد ہوگئے۔ سرکرزن بہت اچھی اُردو بولتے ہیں اس لیے اُردو میں ہی سلسلۂ گفتگو جاری رہا کئی مثالیں اُنھوں نے پیش کیں۔ یہ بھی انھوں نے واضح طور پر کہا کہ آپ لوگ اپنے رواج پر قائم ہیں اور لباس وغیرہ اپنا ہی پہنتے ہیں یہ نہایت پسندیدہ بات ہے۔ آخرکار آدھ گھنٹہ دیر سے ہم لارڈ صاحب کی کوٹھی پر پہنچے۔ پہلی دفعہ یہ اتفاق ہوا کہ ہم اپنے معین وقت پر نہ پہنچ سکے۔ ورنہ کسی روز ایک منٹ کی بھی دیر نہ ہوئی تھی۔ میڈ نے دروازہ کھولا اور خود بدولت لارڈ مارلے صاحب استقبال کو آئے۔ کیسا ہشیار چہرہ اس کار آزمودہ شخص کا ہے۔ قد متوسط دُبلے سے آدمی۔ سن رسیدہ ہیں۔ آنکھیں

اتنی تیز ہی جتنا حسلم ہوتا ہو ان کے لیے کسی کے دل کا حال جان لینا بہت مشکل بات نہیں۔ اُن میں ہم نے پُرانے زمانے کی تواضع کا نمونہ دیکھا ہم سب سے نہایت تپاک اور گرم جوشی سے ملے۔ لارڈ مارلے ہم کو اپنے ہمراہ مکان کے پیچھے کے علاقے میں باغ کی راہ سے لیچلے۔ ایک نہایت وسیع کمرے کے دروازے پر لیڈی مارلے صاحبہ خیر مقدم کے لیے کھڑی تھیں۔ ان میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی معمولی ضعیف العمر بی بی تھیں۔ یہ کمرہ پچاس فیٹ لمبا اور تقریباً ۳۰ فیٹ چوڑا ہوگا۔ اور چاروں طرف نہایت اونچی چھت سے زمین تک دیواروں میں الماریاں لگی ہوئی تھیں جنمیں ہزارہا کتابیں بھری تھیں۔ عیاں تھا کہ صاحب خانہ بڑے پڑھنے والے اور علم دوست شخص ہیں۔ دن بہت سرد ہونیکی وجہ سے عمدہ آتشخانہ سلگ رہا تھا جسکی گرمی سے دل میں اطمینان پیدا ہوتا تھا۔ اُنھوں نے ہمیں آگ کے قریب لیجا کر بٹھایا۔ مارلے صاحب نے جزیرے کے متعلق دریافت کیا اور تمام احوال پوچھا باوجودیکہ وہاں کی تاریخ سے وہ خود بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔ ہماری باتوں کو حیرت سے سُنا اور لباسوں کو کسقدر تعجب و پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اثنائے گفتگو میں انھوں نے فرمایا کہ اگر میں آپکے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں تو حاضر ہوں۔ بخدا میں دنگ رہ گئی۔ خدا جانے ایسی باتوں سے لوگ کیسے کیسے فائدے لیں مگر میں تو احسان مانکر خاموش ہو گئی۔ مجھ سے پوچھا پڑھنے کا شوق ہے اور انگریزی پڑھتی ہو مینے کہا جی ہاں بعد میں پوچھا کہ کیا کیا دیکھا مینے اپنا تجربہ مختصر سا بیان کر دیا۔ پھر پوچھا میوزک پسند ہی مینے جواب دیا ہاں ضرور پسند ہے اور تھوڑا بہت سمجھتے ہیں اس بات سے اور متعجب ہوئے۔

عموماً مینے دیکھ لیا ہی کہ اکثر انگریز ہندوستان اور ہندیوں کے حالات سے

ناواقف ہوتے ہیں اور کیسے کیسے عجیب خیالات اپنے دلمیں پختہ کر لیتے ہیں باوجودیکہ سالہا سال حکمران رہے ہوں۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ لیڈی مارلے صاحبہ بھی نیک گفتگو ہوئیں۔ لارڈ مارلے نے کہا کہ اگر بچوں کے موجود ہونیسے حرج نہو تو میں اپنے نواسے نواسیوں کو بلواؤں۔ مینے کہا شوق سے بلوایئے مجھے بہت خوشی ہوگی اتنے میں چار بچے تندرست اور گل جیسے آئے انمیں دو توأم ہیں۔ لارڈ مارلے نے بہن عطیہ کے ساتھ تعلیم کے متعلق دیر تک باتیں کیں۔ اسنے نہایت خوبی سے جوابدیے اور نھیں بتایا کہ وہ تعلیم کی غرض سے پہلے انگلستان آئی تھی اور صحت بگڑجانے سے اسے واپس چلا جانا پڑا۔ اور یہ بھی کہا کہ گورنمنٹ کس مہربانی سے پیش آئی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ چاء آگئی اور لیڈی مارلے اور اُنکی لڑکی نے چاء پلائی۔ سر چارلس ایلیٹ بھی وہاں تھے کسی زمانے میں بنگال کے لفٹنٹ گورنر رہ چکے ہیں۔ خاصی اُردو بولتے ہیں۔ عطیہ اسنے اول ملاقات کر چکی تھی اور وہ بڑی مہربانی سے اُسوقت پیش آئے تھے۔ مگر اب ملے تو جیسے جانتے نہیں تعجب معلوم ہوا کہ اس ناشناسی کے کیا معنی؟ خیر رخصت کیوقت جب ہم آگے بڑھے تو فوراً سر چارلس نزدیک آئے اور کہا مس فیضی واقعی مینے تمکو بالکل نہیں پہچانا۔ اُندنوں تم اسقدر دُبلی اور بیمار تھیں کہ میں مان نہیں سکتا ہوں کہ تم وہی ہو۔ سو وجہ ہے بے اعتنائی سے پیش آیا اب جو مجھے معلوم ہوا کہ تم وہی مس فیضی ہو تو بہت ہی نادم ہوا۔ میں تمکو صحت میں دیکھکر خوش ہوا اسکے بعد دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ہم کوئی پون گھنٹہ لارڈ مارلے کے ہاں ٹھہرے اگرچہ اُنکے بُشرے سے عیاں تھا کہ اور بھی ہم ٹھہر جائیں تو اُنھیں منظور تھا۔ اپنی دستخطی کتاب میں حضور نواب صاحب اور میرے دستخط کرنیکی خواہش ظاہر کی اور عطیہ کے بھی۔ اور کہا کہ بہت ہی خوشی اور فخر حاصل ہوگا اگر آپ لوگ اپنے دستخط سے میری کتاب کو زینت بخشیں۔ ایک اچھی

یادگار رہیگی۔ عطیہ نے اپنے دستخط کرتے وقت کہا کہ ایک شرط سے لارڈ مارلے صاحب! اُنھوں نے متعجب ہوکر پوچھا وہ کیا ہی؟ تو عطیہ نے کہا کہ آپ کو بھی اپنے دستخط کی نشانیاں ہماری کتابوں میں چھوڑ کے سرفراز کرنا ہوگا۔ یہ عوض میں مانگتی ہوں! تو خوب ہنسے اور کہا نہایت خوشی سے بڑی عزت سمجھونگا اسکے بعد مشایعت کے لیے گاڑی تک لارڈ مارلے آئے اور خداحافظ کہہ کے ہمیں رخصت ہوئے ہم نہایت مسرور واپس آئے۔ بڑے متواضع اور خلیق شخص ہیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں۔ اگر ہندوستان کو فائدہ ہوگا تو انھیں سے۔

حضور سر کرزن کے ساتھ چلے اور انھیں اپنے مکان پر چھوڑا اور ہم تین ایک گاڑی میں سوار ہوئے۔ بھائی نمائش گاہ میں اُتر گئے اور ہم اپنی قیامگاہ پر ذرا سستائے کھانا کھایا اور مشہور سپانش ناچنے والی گیریرو کو دیکھا۔ یہ عورت اسقدر خوبصورت ہی کہ میں کیا کہوں۔ سیاہ رنگ بناوٹی بالوں سے دہ چند بنائے ہوئے بال۔ سانچے میں ڈھلا ہوا بدن۔ ان عورتوں میں ایک چمک و آتش فشانی ہوتی ہی کہ جو یورپ کے اور ملکوں کی رکھی پھیکی عورتوں میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ لباس بعینہ ہماری طرف کی ناچنے والیوں کا سا اُسپر گوٹا کناری کا کام کیا ہوا نیچے کا حصہ پشواز جیسا البتہ اوپر کا الگ تھا۔ الماس کے ہار اور گوشوارے پہنے ہوئے تھی۔ اور جسم بھی الماسوں سے مزین کیا تھا بلکہ چھپا دیا تھا۔ خدا جانے سچے تھے یا بناوٹی۔ سچے ہوں تو ذرا بھی تعجب نہیں کیونکہ یہ عورتیں بڑی مالدار ہوتی ہیں۔ اس عورت کا ناچ کنچنوں والیوں کے ناچ سے مشابہ تھا مگر حرکات زیادہ نزاکت سے معمور۔

شام کو بھائی عطیہ اور ویلنگر مس رائی کے یہاں گئے انکے یہاں کوئی مجلس مناظرہ تھی مس نوروزجی نے عمدہ تقریر کی افسوس کہ حضور اور میں نہ جاسکے۔ ہم دونوں نے گھر میں ہی وقت گزارا۔ ڈیوک اور ڈچس آف کانٹ سے جمعرات کو ملاقات ٹھہری ہی اُمید ہے کہ

پُرلطف رہیگی۔ ڈچس صاحبہ سے بمبئی میں دو بار ملی ہوں اس لیے اشتیاق زیادہ ہی۔

نوکروں سے برتاؤ

نوکروں سے برتاؤ بظاہر تو ایک دنی چیز معلوم ہوتی ہی مگر غور سے دیکھا جائے تو بہت مشکل اور نہایت ضروری کام ہی۔ کیونکہ اچھے نوکر بہت ہی کم ملتے ہیں۔ پہلے تو نوکروں کو تمیز سے سدہانا ہی ذرا مشکل ہی کیونکہ ہمارے ہاں کے نوکر بڑی دقت سے اپنے فرائض کو ذہن نشین کرتے ہیں۔ نوکروں کو سکھانے میں گو اول اول بہت تکلیف ہوتی ہی اور بڑی درد سری کرنی پڑتی ہی لیکن آیندہ چلکر بہت آرام ملتا ہی۔ ہر ایک بی بی کو چاہیے کہ ماما نوکر وہ ا مغلانی جس کسی کو جس وقت کسی کام کا حکم دیں اُن کو خوب اچھی طرح سہولت سے سمجھا دیں اور اگر ایک دفعہ کے کہنے سے سمجھ میں نہ آئے تو تکلیف گوارا کرکے دوبارہ سمجھائیں تاکہ پھر کبھی اس تکلیف کی ضرورت نہو۔

ہماری بعض بہنوں کو یہ عادت ہوتی ہی کہ اگر ایک کام ماما سے نہ ہو سکا تو جلدی کی وجہ سے اپنے ہات سے کرلیتی ہیں مگر یہ عادت اچھی نہیں ہوتی۔ نوکروں کو یہ یقین ہوجاتا ہی کہ جو کام مجھ سے نہ ہوسکیگا وہ بیوی کرلیں گی۔ اور دوسری یہ دقت ہی کہ اگر کوئی مہمان آگیا تو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہی۔ بعض نوکر مامائیں زبان دراز بھی ہوتی ہیں۔ ایسے آدمیوں کو کبھی نہ رکھنا چاہیے۔ گھر کا نام بدنام ہوتا ہے۔ نوکروں پر ہمیشہ اپنے مالک کا رعب ہونا چاہیے۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہی کہ ہر وقت اُن کو بُرا بھلا کہو اس سے تو اور اُلٹا اپنا وقر جاتا ہی۔ بلکہ یہ کہ اُن سے

بلا ضرورت غیر متعلق باتیں کرنی نامناسب ہیں۔ ان کی یہ مجال نہیں ہونی چاہیے۔ کہ گھر کی دو بیبیاں بیٹھی باتیں کر رہی ہیں اور ماما بھی دخل دے رہی ہے۔ ماماؤں سے کبھی گھر کے اندرونی حالات میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ نوکروں کو ایک اور کام بھی سکھانا لازم ہے۔ یعنی سلام وغیرہ کا قرینہ۔ خواہ اپنی مسلمان ماما ئیں ہوں یا آیا سب کو اُن کی حد میں رکھنا چاہیے۔ مغلانیاں وغیرہ (جو ماماؤں سے ذرا معزز ہیں) اُن کے ساتھ ماماؤں سے ذرا بہتر برتاؤ کرنا چاہیے مگر ان کو بھی اپنا غمخوار بنانا مناسب نہیں۔"

(نواب بیگم اوف پچین)

سینٹ برنارڈ میں ایک چھوٹا سا مقبرہ ہے جو یہاں کے سیاحوں کے واسطے ایک نہایت دلچسپ اور دیکھنے کے قابل جگہ ہے۔ یہ مقبرہ ایک کتے کا ہے جس کا نام بیری تھا اور جس کو مرے ہوئے چند سال گزرے۔

وائڈ ورلڈ میگزین کا بیان ہے کہ اس دس سال کے عرصے میں جبتک یہ کتا اس نواح میں زندہ رہا اس نے چالیس ایسے آدمیوں کی جانیں بچائیں جو برف میں اپنا رستہ بھول گئے تھے۔ ایک موقع پر اس نے دیکھا کہ ایک دس برس کا بچہ برف میں بیخبر دبا پڑا ہے۔ کتے نے اپنے سانس سے اور چاٹ چاٹ کر اس بچے کو ہوشیار کیا اور اس کے بعد اس کے برابر اس طرح لیٹا کہ بچہ پیٹھ پر چڑھ جائے چنانچہ بچہ پیٹھ پر چڑھ گیا اور "بیری" اس لڑکے کو خشکی میں لے آیا۔

افسوس کسی ناواقف آدمی نے (غالباً غلطی سے) اس کتے کو مار ڈالا اسکی قبر پہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں

وہ بہادر بیری جسنے چالیس آدمیوں کی جانیں بچائیں اور اکتالیسویں کے ہات سے مارا گیا۔

سمرو کی بیگم

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

ہندوستان کے مشہور گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنگ نے جو بڑے مردم شناس تھے اور لائق آدمیوں کی بہت قدر کرتے تھے ولایت جاتے وقت بیگم کو ایک خط لکھا تھا جس سے اُس کی ذاتی شرافت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اُس کے حالات معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ لہٰذا اس خط کا یہاں درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے پس درج کیا جاتا ہے۔

بنام ہر ہائی نس بیگم صاحبہ!

میری معزز دوست۔ آپ کی عادات و خصائل کی جو سچی عزت میرے دل میں ہے اُس کا اظہار کیے بغیر ہندوستان چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

آپ کی نیک مزاجی اور جود و سخا نے جس کی وجہ سے ہزاروں آدمی آپ کو عزیز رکھتے ہیں آپ کی تعریف کے خیالات میرے دل میں بہت بڑھا دیئے ہیں میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ کا وجود جو یتیموں اور بیواؤں کے واسطے باعث تسلی اور آپ کے بیشمار متوسلین کے واسطے ایک یقینی ذریعہ معاش ہے عرصہ دراز تک سلامت رہے۔

میں کل صبح انگلستان جاتا ہوں ہمیشہ آپ کا دعاگو اور بہی خواہ رہوں گا امید ہے کہ وہ سب لوگ جو آپ کے ہواخواہ ہیں باشندگان ہند کے فوائد کے واسطے

کوشش کرتے رہیں گے"

آپکا سچا دوست ایم ڈبلیو بیننگ
کلکتہ ۱۷- مارچ ۱۸۳۵ء

بیگم کی سخت گیری چونکہ یہ مضمون ایک سوانح عمری ہے اور سوانح عمری تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے اور تاریخ لکھنے والے کو یہ مناسب نہیں کہ صرف ایسی واقعات کا ذکر کرے جنسے کسی شخص کی خوبیاں ہی خوبیاں ظاہر ہوں یا محض برائیاں ہی برائیاں مجبوری یہ ایک تاریخی مضمون کی لکھنے والی ہوں اس کی پابندی لازم ہے۔ پس ایک مشہور واقعہ لکھتی ہوں جس سے بیگم کی سخت گیری اور تنگ مزاجی ظاہر ہوتی ہے اس کے لکھنے سے میرا مطلب نہیں کہ بیگم کی برائی کروں بلکہ ایک سوانح نگار کی حیثیت سے اصلی واقعات کا ظاہر کرنا مقصود ہے۔

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس میں سب باتیں اچھی ہوں۔ کوئی برائی نہو۔ اگرکسی میں دس بھلائیاں ہوں اور ایک برائی تو اس کو برا نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ دس بھلائیوں کے مقابلے میں ایک برائی قابل لحاظ نہیں۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ ۱۷۹۵ء میں کسی نے بیگم کے بنگلے میں جو آگرہ میں تھا آگ لگادی۔ اس آتش زدگی سے کسی کو ضرر جسمانی تو نہیں پہنچا مگر کسی قدر اسباب ضرور جل گیا۔ بیگم اس وقت سندھیا کی فوج کے ساتھ متھرا میں تھی وہاں یہ خبر پہنچی کہ دو عورتوں نے جو اُس کی ملازم ہیں آگ لگائی ہے اور ساتھ ہی دونوں عورتیں بھی پیش کی گئیں۔

پہلے تو بیگم نے اُن کو دُرّے لگوائے پھر زندہ دفن کروا دیا۔ کہتے ہیں کہ تحقیقات سے اُنپر جرم ثابت ہوگیا تھا۔ خیر اگر جرم ثابت بھی ہوگیا ہو تو بھی یہ سزا بہت سخت ہے

خصوصاً اُس وقت جبکہ کسی کو خفیف سے خفیف بھی جسمانی ضرر نہ پہنچا ہو۔ ضرور بیگم نے اپنے مالی نقصان سے غضبناک ہو کر یہ سخت سزا دی ہو گی۔

جہاں بیگم کی شہرت اور نیک نامی کا جھنڈا عرصہ دراز تک لہراتا رہے گا وہاں اُسی پھریرے پر بیگم کی سخت گیری اور تنگ مزاجی کا سیاہ دھبہ بھی دُوربینوں بغیر دوربین کے دُور سے صاف نظر آتا رہیگا۔

گرجا کی تعمیر۔ بیگم نے اپنے نئے مذہب کی بہت حمایت و اشاعت کی اور تقریباً دو ہزار آدمیوں کو عیسائی کیا۔ یہ سب عیسائی سردھنے میں بیگم کے زیر سایہ آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور بیگم کی سرکار سے سب کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ سردھنے میں کوئی گرجا اُن کی نماز کے واسطے نہیں تھا اس سے اُن کو دقت ہوتی تھی۔ ایک پادری صاحب جو بیگم کے پاس رہتے تھے اُن کی نماز کے واسطے ایک معمولی مکان تجویز کر دیا تھا مگر اُس سے اُن کی دقت رفع نہوئی اس وجہ سے بیگم نے ۱۸۲۲ء میں چار لاکھ رُپئے کی لاگت سے سردھنے میں ایک عالیشان گرجا بنوایا یہ گرجا ایک باغ میں ہی جس کا رقبہ سو بیگھ ہی اور ایک پختہ احاطے سے گھرا ہوا ہی۔ گرجا باغ کے وسط میں نہیں ہی بلکہ ایک طرف دیوار کے قریب ہی۔ احاطے کا صرف ایک دروازہ ہی جو شمال کی طرف ہی اور دروازے سے گرجا تک ایک چوڑی سڑک ہی جسکے دونوں طرف اونچے اونچے سایہ دار درخت ہیں سڑک کے اختتام پر گرجا کا خوشنما دروازہ ہی۔

احاطے کے دروازے میں سے کھڑے ہو کر دیکھو تو یہ منظر بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ اس دروازے کے علاوہ گرجا کے دو دروازے اور ہیں ایک مغرب کی طرف

ایک مشرق کی طرف. مشرقی دروازے کے اِدھر اُدھر گرجا کے دونوں کونوں پر انگریزی وضع کا ایک ایک مینار چونے کا بنا ہوا ہی جو نیچے سے چوپہل اوپر سے گول ہی ایک مینار پر گھنٹہ اور نماز کے وقت بجنے کی گھنٹی لگی ہوئی ہی ایک مینار پر کچھ نہیں ہی۔ گرجا کی کرسی ڈیڑہ گز ہی اور اس میں کئی کمرے ہیں۔ شمالی دروازے میں سے داخل ہو تو اول ایک چھوٹا سا مربع کمرہ ملتا ہی یہ گویا ڈیوڑھی ہی اس کے جانب مشرق و مغرب کی طرف ایک ایک کمرہ ہی جس کا ایک ایک دروازہ اس چھوٹے کمرے میں ہی اور ایک ایک دروازہ گرجا کے اندرونی کمروں کی طرف۔

اسوقت ہم ڈیوڑھی میں ہیں آؤ اندر چلیں مگر مغربی کمرے میں سے ہوکر چلنا چاہیے کیونکہ گرجا کا محافظ ہمیشہ اس کمرے میں سے اندر جانے کیواسطے کہتا ہی۔

دیکھنا اس کمرے میں یہ سامنے کیا ہی ایسی خوبصورت پورے قد کی مورت ہی اور گود میں ننھا سا بچہ کیسا بھلا معلوم ہوتا ہی۔ کپڑے انگریزی وضع کے ہیں مگر سر پر ٹوپی نہیں۔ ہماری طرح کا دوپٹہ ہی۔ نقشے سے مصری عورت معلوم ہوتی ہی شاید میم ہوگی۔ چہرہ گول ہی نہ لمبا۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ پیشانی کشادہ رنگ سرخ و سفید تیکھی نیکی صورت سے حیا اور پاکدامنی برستی ہی ذرا غور سے دیکھو یہ نہ تو مصری عورت ہی نہ میم بلکہ حضرتِ مریم ہیں اور گود میں حضرت عیسیٰ۔ خوب بنائی ہی کہربا کی بنی ہوئی ہی اور فرانس سے بن کر آئی ہی۔ چلو آگے چلیں۔ اس تیسرے کمرے کا فرش سنگ مرمر کا ہی اندر جاتے ہوئے بائیں طرف چند مورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے تین طرف دائیں بائیں اور آگے لوہے کا ایک کٹہرہ ہی اور پیچھے دیوار۔ آؤ ان کو آگے سے دیکھیں۔ اس کٹہرے میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ ہی کوئی تین

لمبا ڈھائی گز چوڑا۔ بارہ گرہ اونچا۔ جس کے تین طرف ۳-۳ گرہ اونچی ۴-۴ گرہ چوڑی ۳-۳ سیڑھیاں ہیں اور اوپر ۲-۲ گرہ چھوڑ چھوڑ کر سنگ مرمر کا ایک اور چبوترہ ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گز اونچا۔ اس چبوترے پر سنگ مرمر کا پیل پائے کی وضع کا ایک گول چبوترہ ہے۔ اندازاً سوا گز اونچا اس پر زرد سے رنگ کے پتھر کا ایک اور چبوترہ ہے ۱۲ گرہ اونچا۔ یہ چبوترہ شاید سنگ ابری کا ہے۔ اس پر سنگ مرمر کی ایک کرسی ہے اور کرسی پر بیگم کی مورت دائیں ہات میں بادشاہ کا فرمان ہے جس کے ذریعہ سے سردھنے کی جاگیر بیگم کو عطا ہوئی تھی۔ ذرا صورت کو غور سے دیکھنا۔ مونھ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ گلوں میں گڑھے آنکھوں میں حلقے کنپٹیاں بیٹھی ہوئی ماتھا ابھرا ہوا۔ یہ بڑھاپے کی تصویر ہے۔ مگر اب بھی انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوانی میں حسین ہوگی۔ پیشواز کیسی خوبصورت بنائی ہے۔ ذرا اس کی نزاکت تو دیکھو۔ باریک باریک سلوٹیں اور چنٹیں دیکھنے لائق ہیں۔ گھیر کو اس طرح اکٹھا کیا ہے کہ نرم سے نرم کپڑے کا بھی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ پتھر کو موم کر دیا ہے۔ مگر اس عمر میں پیشواز اور جھومر اچھا نہیں معلوم ہوتا کاش بنانے والے نے جوانی کی تصویر اتاری ہوتی۔ تو کیسی اچھی معلوم ہوتی۔

پیشواز تو خیر اس زمانے کا عام لباس تھا جوان اور بوڑھی سب عورتیں پہنتی تھیں۔ مگر جھومر کے بنانے میں بنانے والے نے قطعی غلطی کی یہ عمر جھومر کی نہیں ہے۔ اگر کوئی ہندوستانی بنانے والا ہوتا تو یہ صریح غلطی ہرگز نہ کرتا۔ آج کل ہمارے زمانے میں کوئی شریف عورت پیشواز پہن کر آئے تو دیکھنے والیاں اس کا تماشا بنالیں

جس چبوترہ پر گول چبوترہ ہے اس کے چاروں کونوں پر سنگ مرمر کی چار مورتیں

ہیں۔ آگے دائیں طرف مسٹر ڈائس سومبر کی مورت ہے۔ یہ شخص ظفریاب خاں کا
نواسہ تھا جس کو بیگم نے متبنیٰ کرکے بڑی محبت سے پالا تھا۔ اس کا پورا نام ڈلو
ڈہشٹر لونی ڈائس سومبر تھا۔ یہ مورت اُس زمانے کے فوجی لباس میں ہے۔ چھوٹا
انگریزی وضع کا کوٹ ہے جس میں آگے ڈوری لگی ہوئی ہے۔ جو غالباً فیتوں کی
ہوگی۔ پائجامہ ایسا چست ہے کہ گویا نہیں ہے۔ شاید تنبان ہے۔ ہات میں فرانسیسی
فوجی افسروں جیسی ٹوپی ہے جس کے اُوپر پَر لگے ہوئے ہیں۔

بائیں طرف بیگم کے وزیر دیوان رائے سنگھ کھڑے ہیں۔ ان کا لباس
اُسی زمانے کی تہذیب کا صحیح نمونہ ہے اور حضرت غالب کی اُس تصویر کے
لباس سے بہت ملتا جلتا ہے جو یادگار غالب کے سفحۂ اول کی زینت ہے۔ یہ لباس
سوائے ٹوپی کے اُس زمانے کے ہندو مسلمانوں کا مشترک لباس تھا۔ جیسے
اس زمانے میں کوٹ پتلون انگریزی فیشن کے دلدادہ ہندو مسلمانوں کا مشترک
لباس ہے۔ سوائے ٹوپی کے۔ کہ مسلمان ترکی ٹوپی پہنتے ہیں اور ہندو فلیٹ۔ اور
جو ہندو مسلمان کوٹ پتلون کے ساتھ ٹوپی بھی انگریزی اوڑھتے ہیں۔ اُن کے
لباس میں کوئی مابہ الامتیاز بھی نہیں رہتا۔ کیا ہی اچھا ہو جو اس مشترک لباس
کی طرح دونوں کے سب ملکی اغراض بھی مشترک ہوجائیں۔

سر جوزیف ولیف کی صاحبزادی لیڈی بیل جو متعدد کتابوں کی مصنفہ ہیں ایک جگہ لکھتی
ہیں کہ "بچوں کے واسطے جہاں یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اچھے اچھے کام کریں وہاں ماں باپ اس کے
بھی ذمہ دار ہیں کہ بچے زبان سے بھی پیارے پیارے الفاظ نکالیں"

اُصول زندگی

ہماری طرز معاشرت میں جہاں بہت سی باتیں قابل فخر اور چند ضرورت زمانہ کے لحاظ سے قابل ترمیم ہیں وہاں بعض باتیں قابل افسوس بھی ہیں گو اس کا تعلق ہم سے صرف ہماری غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ہو۔ سب سے بڑی بات جس کا میں اس وقت ذکر کرنا چاہتی ہوں تہذیب اور وقت کی پابندی ہو جہانتک میرا تجربہ ہے میں کہہ سکتی ہوں کہ ہمارے ہاں ایسی عورتیں اور لڑکیاں بہت ہی کم ہیں جو تہذیب سے کام لیں اور وقت کی پابند ہوں۔ برخلاف اس کے میں اُستانی مس ایلن صاحبہ کو دیکھتی ہوں کہ وہ وقت کی پابندی کو شاید مذہبی فرائض سے بھی زیادہ سمجھتی ہوں۔ ناممکن ہو کہ وہ اپنے وقت کو کبھی بیکار کھوئیں اور زندگی جیسی نعمت کو فضول برباد کر دیں۔ ہماری یہ کیفیت ہو کہ اگر دن بھر میں ایک کام بھی کر لیا تو بس عمر بھر کے واسطے فخر کرنے کو کافی ہی۔ اگر تقدیر سے کچھ تھوڑی سے ثروت ہو گئی کھانا پکانے کے لیے ماما موجود ہی۔ تو اب دن بھر پلنگ پر پڑے اینڈ رہے ہیں۔ رات کو سویرے سے کھانا کھایا اور خراٹے لینے شروع کیے۔ نہ کسی کلب میں جانے کی ضرورت نہ انجمن میں شریک ہونے کی فرصت، اگر کبھی بھولے بسرے کسی سے ملنے گئے بھی تو خط نہ پتر اجازت نہ اطلاع ایکا ایکی جا دھمکے جن بیویوں میں تعلقات وسیع اور محبت زیادہ ہو وہاں شاید ایسی بے تکلفی جائز سمجھی جائے لیکن عام طور پر تو یہ وطیرہ اچھا نہیں۔ ممکن ہو کہ صاحب خانہ کو ملنے کی فرصت نہو! اسکا گھر مہمان کی

کی طلاع دینے پر درستی کا محتاج ہو یا اس کا موجودہ لباس ملاقات کے قابل نہو اس پہلی غلطی پر تب کے معنی ایک شخص کو شرمندہ اور ذلیل کرنا ہی۔ دوسرا تازیانہ کر گئے تو وہیں کے ہو رہے گھنٹوں ہو گئے اور اُٹھنے کا نام نہیں نہ یہ خیال کہ اس بچاری کو اپنے بھی کچھ کام کرنے ہیں نہ یہ لحاظ کہ یہ غریب ہماری ملاقات میں اپنا کتنا وقت صرف کر سکتی ہی۔ میں اپنی مس صاحب کو دیکھتی ہوں باوجودیکہ ہر ہفتہ دو دن اور ۹ بجے کا وقت آنے کا مقرر ہی لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ وہ بلا اجازت آگئی ہوں۔ دو دفعہ مجھ کو انھیں دعوت دینے کا اتفاق ہوا پہلی مرتبہ وہ شریک نہو سکیں مگر اُنھوں نے نہایت خلق اور تہذیب سے عذر کیا اور اُسی وقت جواب لکھا کہ افسوس جس وقت آپ بلانا چاہتی ہیں میں یہ وقت اپنی دوسری بہن سے ملاقات کا مقرر کر چکی ہوں۔ گو یہ گلے برس کا ذکر ہی مگر مجھ کو اچھی طرح یاد ہی کہ تقریباً سو رقعے بھیجے گئے تھے جن میں سے تین یا چار نے معذوری ظاہر کی لیکن افسوس کھانے پر جو بہنیں شریک ہوئیں وہ زیادہ سے زیادہ پچاس ہوں گی کیا تہذیب کا یہ تقاضا نہ تھا کہ اگر وہ شرکت سی مجبور تھیں تو ہم کو دو حرف لکھ بھیجتیں تاکہ ہم انتظار کی تکلیف اور مالی صرف دونوں سے بچتے

دوسری مرتبہ میری چچازاد بہن کے ہاں مختصر سی پارٹی تھی ۵ بجے کا وقت مقرر تھا لیکن چھ بجے کے بعد ڈولیاں اتر رہی تھیں۔

میری عزیز بہنو! بے اُصول زندگی تو پھر ندیر ندب ہی بسر کر لیتے ہیں ہمکو جو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا ہوا ہی تو کوئی چیز تو ہماری زندگی میں فوقیت رکھتی ہو وقت کو ضائع نہ کرو یہ پھر ہاتھ آنیوالا نہیں جو کام ہو گیا وہ ہو گیا۔ ر۔ ب

بے زبانوں کا صبر

پرندوں کی کمیٹی

(۱)

جب ہُدہُد سبا کی شہزادی بلقیس کے پاس حضرت سلیمان کا پیغام لیکر چلا تو ایک روز صبح کے وقت اس کا گذر مشہور باغ فردوس میں ہوا۔ سُہانا وقت پرون میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہو بھری ہوئی ہُدہُد آسمان پر اٹکھیلیاں کرتا اُڑا جا رہا تھا۔ رنگ رنگ کے خوشنما پھول جنھوں نے ہوا کو کوسوں تک معطر کر رکھا تھا باغ میں کھلے ہوئے تھے یہ بہار دیکھکر ہُدہُد کا جی للچایا ٹھٹکا اور تھرتھراتا ہوا نیچے اُترا۔ وسط باغ میں ایک خوشنما چشمہ بہ رہا تھا جس کی لہریں بڑے بڑے تناور درختوں سے ٹکرا رہی تھیں کنارے پر نرگس و یاسمن کے پودے جُھک جُھک کر پانی کو سجدہ کر رہے تھے دیکھتا کیا ہے چاروں طرف درختوں پر وہ خوش الحان پرند جن کو قدرت نے میٹھی اور سُریلی آواز عطا کی تھیں گُم صُم بیٹھے ہیں۔ ہُدہُد کی صورت دیکھکر یہ پرند استقبال کو آئے اور اظہار خوشی کے واسطے گیت گانے شروع کیے چونکہ فردوس کے تمام جانور عرصے سے سوگ میں گوشہ نشین تھے آج پرندوں کی خلاف عادت صدا سنکر سب کے سب درختوں کے آس پاس جمع ہو گئے۔ شکریہ ختم ہو چکا تو طوطی ہزار داستاں آگے بڑھی اور اس طرح عرض کیا۔

میں تمام پرندوں کی طرف سے وکیل ہو کر آپ سے یہ درخواست کرتی ہوں۔

آپ ہمارے سرتاج ہیں ہماری حمایت لیجیے سبا کی لڑکیاں ہماری جانی دشمن ہیں۔ ہم آزادانہ ہوا کی سیریں کرتے ہیں اُڑتے ہیں پھرتے ہیں مگر وہ ہم کو گرفتار کرکے طرح طرح کی تکلیفیں دیتی ہیں۔ اسی رنج و غم میں ہم نے گوشہ نشینی اختیار کی اور یہ عہد کرلیا ہے کہ کبھی ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں گے۔ او نغمۂ شیریں جو ہم پر یہ تمام آفتیں لاتا ہے اس سے بالکل قطع تعلق کریں گے۔

جب طوطی اپنی مصیبت کا حال بیان کرچکی تو ایک موٹا سا جگادری بڈا سامنے آیا۔ سر جھکا کر سلام کیا اور یوں عرض کرنے لگا! وزیر اعظم آج مہینہ بھر کے بعد درختوں کے پتوں سے چھپا ہوا نکلا ہوں۔ جمعرات کو میرے ماموں زاد بھائی کا چالیسواں ہے شہزادی کی ایک معزز عہدہ دار مغیرہ یہاں گلگشت کو آئی میرا مرحوم بھائی سوسن کے ایک پتے پر بیٹھا صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا رہا تھا اور رات بھر کی پڑی ہوئی اوس چاٹ رہا تھا کہ سنگدل مغیرہ نے پکڑا ٹانگیں توڑیں پر نوچے اور پاؤں سے مسل کر چلتی ہوئی۔

بڈے کے بعد اور بہت سے جانور باری باری اُٹھے اور اپنی تمام رام کہانی اول سے آخر تک دوہرائی۔

ہدہد کے دل میں ان بے زبانوں کی مصیبت سُنکر ہمدردی پیدا ہوئی اور مخاطب ہو کر بولا۔ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کو طیار ہوں آؤ میرے ساتھ شہزادی کے دربار میں چلو۔ اس کے بعد ہدہد پر تول کر اُڑا اور اس کے پیچھے پیچھے یہ تمام فوج روانہ ہوئی۔ جب یہ لشکر سبا کے قریب پہنچا تو زمین نے آفتاب کو رات کے پردے میں چھپا دیا تھا۔ درختوں پر ان سب نے بسیرا کیا اور صبح ہوتے ہی شہر میں داخل ہوئے۔"

بلقیس کا دربار

(۲)

شہزادی بلقیس کا دربار گرم تھا۔ فرزوزرا اپنی نشستوں پر مؤدب بیٹھے تھے گو فریادیوں کی کثرت سے دیوان عام پٹا پڑا تھا۔ مگر شہزادی کے رعب سے ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پرندوں کے جم غفیر نے دن کو رات اور صاف آسمان کو اندھیر گھپ کر دیا۔ بلقیس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو سب آگے ہُدہُد اور پیچھے پیچھے تمام قافلہ۔ شہزادی کے آنکھ اُٹھاتے ہی ہُدہُد نیچے اُترا۔ زمیں بوس ہو کر فرض منصبی ادا کیا۔ اس قافلے کے آنے کی وجہ بیان کی۔ شہزادی کی اجازت پر جانوروں نے اس طرح اپنی داستان شروع کی۔

ہماری ہر دلعزیز شہزادی! عمرو اقبال روز افزوں۔ ہم مظلوم بڑے دُکھے ہوئے دل کی فریاد لیکر دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری فریاد سن اور ہمارا فیصلہ کر! تیرے انصاف کا ڈنکا چاروں طرف بج رہا ہے۔ دُور دُور سے لوگ تیرے حضور میں آتے ہیں اور داد پاتے ہیں۔ یہ تیرا ہی انتظام ہے کہ آج شیر بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔ مگر تیری تمام رعیت میں سے ایک ہم ہی بدنصیب ہیں کہ دُنیا بھر کے ظلم ہم پر ہو رہے ہیں اور ہم زبان نہیں ہلا سکتے۔ شہزادی معاف کیجیو تیرا دُور حکومت ہمارے واسطے قیامت ہو گیا۔ گو ہم پرند سہی مگر مخلوق ہونے کے اعتبار سے تیرے برابر ہیں۔ ہمارے جسم میں بھی روح ہے اور تکلیف کا احساس ہم میں بھی ویسا ہی ہے جیسا تیری اور رعیت میں۔ تیرے انصاف کی دھاک سُنکر ہم نے اپنے وطن عزیز اقارب سب چھوڑے اور تیری سلطنت میں آکر آباد ہوئے

مگر ہم شمہ بھر بھی اس سزا کے مستوجب اور ایسی بیرحمی کے قابل نہ تھے جو تیری حکومت میں آکر نیلتی پری سبا کی لڑکیاں ہماری جانی دشمن ثابت ہوئیں انکو ہماری پیاری جانوں کی ذرہ بھر پروا نہیں۔ ہمکو قید کریں۔ ہمارے پر نوچیں۔ بھوکا رکھیں پیاسا ماریں اور آنکھ پر میل تک نہ آئے! اے شہزادی ہم تیرے دیس میں آکر لٹ گئے۔ تیری بیرحم رعیت نے ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہم سے جدا کیے۔ شہزادی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہم سے چھین لیے جائیں اے شہزادی! وہ تیرے نزدیک جانور فضول چیز بدترین مخلوق ہوں گے مگر دل پر ہات رکھ ماتا آدمی اور جانور سب کی برابر ہے ہم چپکے بیٹھے دیکھتے ہیں اور اف نہیں کرتے تیری رعیت کے ظالم ہات ہماری امیدوں خوشیوں اور ارمانوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں اور ہم بے بس و بیکس انکی جانوں کو دعا دیتے ہیں

شہزادی! زندگی کے یہ معنی نہیں کہ انسان دوسروں کی زندگی ہیچ سمجھے اور اپنی آسائش و آرام اپنی مرضی اور خواہش کے مقابلے میں دوسروں کا لحاظ نہ کرے۔ ہمارے گھونسلے اُجڑیں ہم زندہ گرفتار ہوں گھر چھوٹے یار چھوٹے مگر پھر بھی بیرحموں کا پیٹ نہ بھرے۔!

بلقیس خدا سے ڈر اور مرنے کو مرنا سمجھ ہماری آہ نہ لے بڑے مجروح دلوں کی فریاد ہے۔ اگر تو نے ہماری طرف توجہ نہ کی تو یاد رکھ یہ آہ اوپر ہی اوپر جانیوالی نہیں۔ پسے دل کی فریاد ہے۔ اگر مونھ اوپر اٹھ گیا تو پھر یہ عرش کے کنگورے تک ہلا دے گی ہم نے بہت صبر کیا ہمارے کلیجے کھول کر دیکھ پکے پھوڑا ہیں۔ اتنا نہ ستا کہ دکھتے ہوئے دلوں سے آہ نکل جائے! ہماری وفاداری اور نمک حلالی پر غور کر ان ظلموں پر

جو ہم رات دن اٹھا رہے ہیں ہماری زبانیں ہر وقت تیری خیر خواہ اور ہمارے دل تیری ترقی کے دعا گو ہیں۔ ہمارا رونگٹا رونگٹا تیرے احسانات کا مشکور ہے اور ہماری دلی آرزوئیں یہ ہیں کہ مشرق سے مغرب تک تیرا راج ہو تو دنیا میں پھولے پھلے اقبال زیادہ عمر بڑھتی اور نصیبہ سکندر ہو!

شہزادی محترمہ! ہماری زار حالتوں پر رحم کر شفقت کی نظر سے دیکھ اور انصاف کے کانوں سے سن ورنہ ہم جانوروں کی بات لکھ لے اگر ہماری آہ بد دعا کر بیٹھی تو اب تیرے بعد وہ دروازہ ہے جس کے آگے ہم اور تو دونوں برابر ہیں بس بے زبانوں کا صبر خالی نہ جائیگا یہ سلطنت اور شہر سب برباد ہو جائیگا۔ شہزادی انصاف سے کام لے اور صفحہ تاریخ پر ایسی یادگار چھوڑ کہ ہماری اور تیری آئیوالی نسلیں ہمیشہ بھلائی سے یاد کریں۔

مغیرہ کا گھر

(۳)

کوٹھی کی وضع پر ایک چھوٹے خوبصورت سے مکان میں جس کے ساتھ ایک خوشنما باغیچہ لگا ہوا ہے مغیرہ اور اسکا خاوند دونوں میاں بیوی بیٹھے ہیں۔ گیارہ بارہ برس کے دو لڑکے کھیل رہے ہیں اور ایک دودھ پیتا بچہ پنگوڑے میں پڑا جھول رہا ہے اوپر تلے کی دو لڑکیاں جو دس بارہ برس سے زیادہ نہ ہونگی گھر کے کام دھندے میں مصروف ہیں چھوٹی لڑکی ماں کے حکم سے ایک پانی کی بھری ہوئی گھڑیا اٹھا کر لائی بیچ میں پڑا تھا کونڈا ٹھوکر لگی برابر میں رکھی تھی صراحی اسپر جا پڑی۔ مغیرہ جس کے دل میں رحم کا مادہ کچھ برائے نام ہی سا تھا بیٹی کی چوٹ پر کچھ زیادہ متوجہ نہ ہوئی ہاں صراحی

ٹنے کا رنج ہوا اور یہ ہی وجہ تھی کہ اس نے بیٹی کو اندھی اور دھندی بیسیوں باتیں سنا ڈالیں۔ داہیں طرف کونے میں ایک طوطے کا پنجرہ رکھا تھا بائیں طرف کبوتروں کی کابک اور صحن میں مرغیاں بطخیں پھر رہی تھیں۔ کھانے کا وقت آیا پہلے مرکھانا کھانے بیٹھے درجن بھر آم آئے تھے۔ دس آم تراش کر مغیرہ نے میاں اور بچوں کے آگے رکھے اس کے بعد دونوں لڑکیوں کو لیکر آپ کھانا کھانے بیٹھی ایک ایک دو دو آم دونوں بیٹیاں چار چار پھانکیں فی کس پڑیں۔

شام کے وقت لڑکے کھیل کود میں مصروف ہوئے لڑکیاں پکانے ریندھنے میں۔ پنجرے میں سے طوطے نے کہا بیوی مٹھو بیٹے کو روٹی دو۔ مغیرہ دوسرے کاموں میں ایسی محو تھی کہ سنا تک نہیں۔ چھوٹی لڑکی بیچاری کسی ضرورت سے ادھر آنکلی تو دیکھتی کیا ہے دونوں کلیاں سوکھی پڑی ہیں دانہ نہ پانی بیر امن بیٹھے اونگھ رہے ہیں۔ کابک کی طرف جاکر دیکھا تو آج سب کبوتر ہی کھونا بھول گئے پہاڑ سا دن بے زبان جانوروں کو صاف بیت گیا۔ لڑکی ان جانوروں کو دانہ پانی ڈال رہی تھی کہ گود کا بچہ روتا ہوا اٹھا۔ اور مغیرہ سب کاموں کو چھوڑ چھاڑ اسکی طرف متوجہ ہوئی بہتیرا بہلایا مگر اس کو کچھ ایسی ضد آئی کہ کسی طرح چپ نہ ہوا کندھے سے لگے پھر رہی تھی اتفاق سے سامنے موکھے میں چڑیا اپنے بچے کو بھرا رہی تھی ماتا کی ماری دور دراز سے دو چار دانے چن چھپا چگ کراتی تھی اور بچے کے پیٹ میں ڈال دیتی تھی مغیرہ نے بچے کے بہلانیکا ایک یہی ذریعہ سوچا۔ چڑیا دانے کی تلاش میں ادھر گئی مغیرہ نے بچہ اتار اپنے بچے کے ہات میں دیدیا۔ آہا! میاں کے ہات میں چڑیا آگئی غریب چڑیا پلٹی تو بچہ ندارد۔ چیں چیں کی آواز سنکر ادھر آئی ہرچند چیخی

چلائی روئی پیٹی منت کی سماجت کی مگراب کیا بچہ ملنے والا تھا۔ گرمی کے دن مٹھی میں کھنچا ہوا بچہ دو چار منٹ میں گھٹ کر مر گیا۔

اتنے میں مغیرہ کا خاوند باہر سے ایک حکمنامہ لیکر آیا جس میں دونوں میاں بیوی کو شہزادی بقیس نے یہ ہدایت کی تھی۔

"سنا ہے کہ بے زبانوں پر تمھارے ظلم حد سے زیادہ گزر گئے اب بھی استیٹ کرو تو کچھ نہیں گیا چند روزہ زندگی کے واسطے دین و دنیا کو غارت نہ کرو تمھاری سب خبریں ہم تک پہنچ رہی ہیں اور برابر پہنچیں گی جس وقت ہم نے تم کو سزا میں پکڑ لیا تو کچھ نہ ہو سکیگا"

چپ کی داد

(۴)

ماہ محرم کی اکیسویں تاریخ مغیرہ کے واسطے قیامت تھی۔ دودھ پیتا بچہ جسے رات کو بھلا چنگا لے کر سوئی صبح کے وقت بخار میں ہل ہلا رہا تھا ہر چند دوائیاں دیں اور ٹھنڈائیاں پلائیں مگر لمحہ بہ لمحہ اور ساعت بہ ساعت بچے کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ دوپہر سے پہلے پہلے برس سوا برس کا کھیلتا مالتا بچہ ہاتوں میں آگیا۔ دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر ٹوٹی کی بوٹی کہاں بخار بخار کے ساتھ سانس اور ساتھ ہی بیہوشی کلیجے پر چھریاں چل رہی تھیں جو جو دوا دی اور بگڑتا گیا کلیجے سے لگائے بیٹھی تھی اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر تندرستی کی دعائیں مانگ رہی تھی دفعتہً بچہ کلبلایا میاں میاں کہکر چمکارتی تھی کہ بچے کو ایک ہچکی آئی ہات پاؤں کانپے اور تڑپ تڑپ کر مغیرہ کے ہاتوں میں سرد ہو گیا۔

موٹا تازہ گورا چٹا گلگتھنا سا بچہ جس کو دیکھ کر غیروں کو پیار آتا تھا چند گھنٹوں میں منیرہ بدنصیب کی گود کو ہمیشہ کے واسطے سنسان کر گیا۔ دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ننھی ننھی جوتیاں۔ منے منے کھلونے اٹھاتی سر پر رکھتی آنکھوں سے لگاتی۔ اس کا ہمک کر گود میں آنا اور گلے میں ہات ڈال کر لپٹنا دل سے نہ جاتا تھا پورے بیس روز اسی طرح زندگی بسر کی۔ صغرکا دوسرا ہفتہ تھا بڑے بچے کا ہات پکڑے باغ میں ٹہل رہی تھی جھٹ پٹا وقت تھا اور چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا۔ ٹہلتے ٹہلتے گھاس کے اس قطعے پر پہنچی جہاں وہ چھوٹا سا بچہ گھنٹوں بیٹھا کھیلتا تھا۔ بچے کی یاد نے ایسا بےچین کیا کہ روئی اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی گھاس میں ایک سانپ خدا معلوم کب سے چھپا بیٹھا تھا بڑے لڑکے کا قدم رکھنا تھا کہ سانپ نے چٹکا پھن اٹھا کر کھڑا ہوا اور پھر آگے کو چلدیا۔

بچے کی زبان سے اتنی بات تو نکلی کہ ہائے اماں سانپ نے ڈس لیا۔

ماں اور وہ ماں جو ابھی ایک ہی صدمے سے نہ پنپنے پائی تھی کلیجے کے ٹکڑے سے دوڑ کر چمٹ گئی۔ چاہا بہت کہ بچے کو سنبھالے مگر نہ سنبھل سکا گرا اور گرتے ہی ہات پاؤں پیٹنے لگا بدنصیب ماں کی نگاہ اپنے لال کے چہرے پر تھی بدن سن ہو گیا تھا اور حواس باختہ تھے بچے کا سر ماں کے زانو پر تھا کبھی اس کو دیکھتی تھی کبھی آسمان کی طرف منہ اٹھاتی تھی دو یا تین منٹ لگے ہونگے بچے نے ماں کے چہرے کی طرف آخری دفعہ حسرت آمیز نظر ڈالی کچھ کہنا چاہتا تھا مگر زبان نے یاری نہ دی دونوں ہات اٹھا کر ماں کے گلے میں ڈال دیئے ایک ہچکی آئی اور رخصت ہوا بہت دیر تک ٹکٹکی باندھے بچے کو دیکھتی رہی۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ بارہ برس کی

محنت چشم زدن میں برباد ہوئی اور جو بچہ ابھی انگلی پکڑے ساتھ ساتھ ٹہل رہا تھا ہمیشہ کے واسطے سو گیا تو ایک چیخ ماری اور یہ کہتی ہوئی اٹھی۔

"آہ! دنیائے ناپائدار کلیجہ توڑ دیا"

رات بڑی صبح ہوتے خواب میں ایک شخص کو کھڑا دیکھا جس کا نورانی چہرہ اس کے بزرگ ہونے کی دلیل تھی مغیرہ کی طرف اسنے انگلی اٹھائی اور اس طرح کہنا شروع کیا:

سنگ دل مغیرہ! تو اس سے زیادہ سزا کی مستوجب تھی، تونے جیسے جیسے ظلم دنیا میں ڈھائے ابھی اس کی پاداش تجھ کو بھگتنی باقی ہے تونے ان معصوم بچیوں کو جو سچ مچ تیرے ہاں چند روز کے مہمان ہیں کبھی وقعت کی نظر سے نہ دیکھا تجھ کو نہیں معلوم کہ ان کو اپنی آئندہ زندگی میں کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں ان کی خوشی اور فارغ البالی کا زمانہ یہی چند روز تھے مگر تم دونوں میاں بیوی نے کبھی محبت کی نگاہ نہ ڈالی اور اس بےفکری کے وقت کو جو تمام عمر میں ان کے واسطے غنیمت تھا کبھی خوشی سے نہ گزرنے دیا اے ظالم ماں باپ یہ غریب گائیں جو ساون کی چڑیوں کی طرح تمہارے ہاں چگ رہی ہیں عنقریب تم سے رخصت ہونے والی ہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور ہزار رنج و غم ان کے سر پر ہونگے۔ یہ غریب لڑکیاں یہ موہنی صورتیں اپنے بچپن کو کیا خاک یاد کریں گی! ان کا یہ کہنا کیا بیجا ہوگا کہ ہمارا تو بچپن بھی تکلیفوں ہی میں گزرا! جفاکار اور ظالم مغیرہ! تونے لڑکوں کو ہر قسم کے عیش کرائے اور آرام دیے مگر ان بدنصیبوں کی راحت کا کبھی خیال نہ آیا۔ بچا کھچا روٹی سالن میلے کچیلے کپڑے ان کا حق تھا اور تر نوالے قیمتی کپڑے لڑکوں کا۔

اے شقی القلب تجھ کو یاد ہوگا کس طرح وہ چڑیا اپنے پیارے بچے کو بھرا رہی تھی

اور کس محبت سے وہ بچہ پر چیلا پھیلا کر اور تھرک تھرک کر ماں کی طرف جھک رہا تھا۔ تونے محض اپنے بچے کو خوش کرنے کے واسطے اس کی جان لی! کیوں مغیز؟ چڑیا کی آتما کیا کہتی ہوگی!

کیا تو اور یہ بے زبان چڑیا ایک خالق کی مخلوق نہیں۔ اے نابکار تو کسی ہمدردی کی مستحق نہیں۔ یہ جو کچھ تجھے پڑی دنیا کا دنیا میں ہے۔ ابھی ایک زبردست بادشاہ کا دربار، ایک منصف حاکم کی پیشی باقی ہے جہاں تجھ کو ان تمام بے رحمیوں۔ اور بے انصافیوں کا جواب دینا ہے۔

راشد الخیری

میرے پاس ایک گمنام بہن اللہ کی بندی کا مضمون "چشم دید واقعات" کے عنوان سے اہلِ کلب کی برائی میں اور نکتہ چینی پر پہنچا۔ اگر نامہ نگار بہن کو اپنا نام عام طور پر ظاہر کرنا منظور نہیں تو کم سے کم وہ مجھ کو تو اسمِ گرامی سے مطلع فرمائیں۔

افسوس جب تک وہ اپنا نام اور پتہ نہ لکھیں میں اس قسم کے مضامین درج نہیں کر سکتی۔

نامہ نگار بہن کو مناسب ہے کہ جب وہ کوئی مضمون لکھیں اور بالخصوص اس قسم کا جو کسی پر نکتہ چینی یا اعتراض ہو تو ضرور اپنا نام اور پتہ تحریر فرماویں ورنہ میں گمنام تحریروں کے اندراج سے معذور رہوں۔ تاہم میں اللہ کی بندی کو مولوی سید ممتاز علی صاحب کی نیک صلاح پر جو انھوں نے مئی کے تہذیب النسواں میں درج کی ہے عمل کرنے کی صلاح دیتی ہوں۔

بچوں کی صحت

میاں بی بی کے لیے اُن کی تمام زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا وہ وقت ہوتا ہی جب اُن کو ہزاروں آرزوں اور لاکھوں ارمانوں کے بعد اول اول ماں باپ کا لقب ملتا ہی۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جب وہ صفحۂ دنیا پر ایک نیا نقش قائم کرنے کے باعث ہوتے ہیں۔ اُن کے اشغال میں ایک نیا اضافہ ہوجاتا ہے اور اُن کے تعلقات اور زیادہ گہرے ہوجاتے ہیں۔ اُس دن اُن کو اپنے فرائض سے کماحقہ آگاہی ہوتی ہی اور اُس دن اُن کو معلوم ہوتا ہی کہ ہم کو علاوہ اپنے ذاتی تعلقات کے ایک نیا تعلق پیدا کرنا ہی۔ اس دن وہ اپنے آپ کو دنیا کے عیش و آرام کا حصہ دار سمجھتے ہیں اور اُسی دن اُن کو اپنی دلبستگی اور دل بہلاو کا سامان ہات آتا ہی۔ مگر افسوس یہ ہی کہ اکثر یہ خوشی۔ یہ لاانتہا خوشی۔ یہ لازوال خوشی رنج و مصیبت میں تبدیل ہوجاتی ہی۔ اور والدین اُس پھول سے نازک او ننھے جسم کو اپنے ہی ہاتوں پیوند خاک کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ایک کتاب میں میری نگاہ سے گزرا تھا کہ کلکتے میں مسلمانوں کے جس قدر اولاد پیدا ہوتی ہی اُن میں سے نصف پہلے ہی سال کے اندر دنیا کو چھوڑ دیتی ہے حالانکہ وہیں انگریزوں کے بچوں کی اموات کا اوسط پہلے سال پانچ میں ایک ہی اور انگلستان میں آٹھ میں ایک۔ دوسرے سال موتیں اور بھی کم ہوتی ہیں اور تیسرے سال اور بھی کم۔ لیکن اگر حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس قدر

بچے یہاں ہوتے ہیں تقریباً اُس کے آدھے پانچ سال کے اندر اپنی عزیز جان ملک الموت کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ۴ ستمبر کو حفظان صحت کے متعلق صوبجات متحدہ کے ہر دلعزیز لفٹننٹ گورنر سر جان ہوٹ صاحب بہادر نے جو کانفرنس منعقد کی تھی اُس کی افتتاحی تقریر میں صاحب ممدوح نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ اس صوبے میں بچوں کی اموات بہ نسبت انگلستان کے دو چند ہے۔

اس کے اسباب اگر تلاش کیے جائیں تو والدین کی ناتجربہ کاری اور قانون حفظان صحت سے ناواقفیت اور جہالت نکلیں گے۔ مگر وہ خود اس کو نہیں سمجھتے اور تقدیر سے مجبوری ظاہر کر کے اپنے دلوں کو تسکین دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ تقدیر خدائے وحدہ لاشریک کے علم کا نام ہے جو اُس کو بحیثیت علیم و دانا ہونے کے حاصل ہے۔ دنیا ایک عالم اسباب ہے اور ہر چیز کی ایک علت اور ہر شئے کا ایک سبب اُس قادر مطلق نے پیدا کر دیا ہے۔ اگر ہم اُن اسباب پر غور کر کے اُن اشیا کے حصول کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کو کامیابی نہ ہو۔ لیکن اُن اسباب سے قطع نظر کر کے تقدیر سے حصول مدعا کی خواہش کرنا ہرگز قرین صواب نہیں۔ مثلاً دریا کے پانی کو اللہ تعالےٰ نے ڈبونے کی طاقت دی ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے بچے کو دریا میں خود بخود پھینک دے اور پھر اُس کے ڈوب جانے کو قضائے الٰہی کی طرف منسوب کرے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ نسبت کہاں تک ٹھیک ہے۔ اسی طرح بچوں کی پوری خبرگیری نہ کرنا اور اُن کی صحت کی نگہداشت میں کمی کرنا سراسر والدین کا قصور ہے۔ اور اگر اس غلطی یا قصور کی وجہ سے اُن کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو اُس کو تقدیر کے حوالے کرنا اور بھی

زیادہ حماقت ہی۔ بچوں کے نازک جسم اور اُن کی ننھی سی جان کی بالکل وہی حالت ہی جو ایک شعلے کی ہوتی ہی۔ شروع شروع میں جب اُس کی روشنی اور شعاع بہت ہلکی ہوتی ہی تو وہ ذرا سے سانس سے بھی فوراً بجھ جاتا ہی۔ مگر جب ذرا دیر کے بعد اُس میں تیزی آجاتی ہی تو اُس قدر آسانی سے نہیں بجھ سکتا بلکہ بعض وقت تیز ہوا کے جھونکے کو بھی برداشت کرجاتا ہی۔ بچے جوں جوں بڑے ہوتے جاتے ہیں اُن کی خبرگیری اور نگہداشت کی تکلیف میں کمی آتی جاتی ہی لیکن شروع شروع میں جس قدر تکلیف اور محنت والدین کو کرنی چاہیے وہ محتاج بیان نہیں۔ میں اس مضمون میں ان نقائص کو جو ہمارے یہاں کے رواج میں داخل ہیں مختصر طور پر بیان کرکے دکھانا چاہتا ہوں کہ بچوں کی صحت کی نگہداشت کس طرح ہوسکتی ہی۔ یہ مضمون جیسا کچھ اہم ہی ویسا ہی وسیع بھی ہی اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں چند صفحات میں سب باتیں مفصل طور پر کس طرح بیان کرسکوں گا بہرحال اسقدر مجھے اُمید ہی کہ اس مضمون کو پڑھ کر ناظرین کے دل میں اُن انتظامات اور اصول کا ایک خاکہ قائم ہوجائیگا جن کی بچوں کی صحت کے لیے ضرورت ہی اور اُس میں اپنی بود و باش اپنے وسائل اور اپنی حالت کے لحاظ سے تغیر و تبدل کرلینا چنداں دشوار نہوگا۔ پھر بھی ضرورت ہی کہ اس بحث پر متعدد طویل اور مدلل مضامین شائع ہوں جن سے ہماری موجودہ حالت پر اثر پڑے اس لیے میں ملک کے اہل قلم اصحاب سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو ہاتھ میں لیکر اس کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے۔ مستورات کا سب سے اہم فرض تربیت اولاد ہے اور اولاد کی صحت کی نگہداشت تربیت کا سب سے بڑا جزو ہی۔

ہوا ہر شخص جانتا ہی کہ زندگی کے لیے سب سے ضروری چیز ہوا ہے لیکن افسوس یہ ہی کہ زیادہ تر کیا اس بات پر بالکل خیال نہیں کیا جاتا۔ ہوا صاف اور تازہ ہونی چاہیے لیکن بہت آدمی صاف اور گندہ ہوا میں فرق نہیں سمجھتے۔ بات یہ ہی کہ آدمی جب سانس لیتا ہی تو اُس کے جسم کے اندر تازہ ہوا جاتی ہی۔ لیکن جب وہ ہوا باہر آتی ہی تو گندہ ہو کر اور اندر کی تمام گندہ چیزوں کو لیے ہوئے آتی ہی۔ یہ ہوا بہت ہی مضر ہی اور اس کو بمنزلہ زہر کے تصور کرنا چاہیے ہم لوگوں میں یہ دستور ہی کہ زچہ خانے میں ہوا کی پوری طور پر آمد و رفت کے لیے دروازے یا کھڑکیاں بالکل کھُلی نہیں ہوتیں۔ ہر چہار طرف کمرہ بند کر دیا جاتا ہی اور گھر کے قریب قریب سب لوگ اُسی کمرے میں زچہ کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اُس کمرے میں جس قدر صاف ہوا بھی ہوتی ہی وہ بھی خراب ہو جاتی ہی اور چونکہ تازہ ہوا کی آمد و رفت مسدود ہی اس لیے وہی خراب ہوا بار بار جسم کے اندر پھر داخل ہوتی رہتی ہی۔ اس سے نقصان تو جس قدر آدمی وہاں جمع رہتے ہیں سب ہی کو ہوتا ہی گو تندرست آدمی بظاہر اس مضرت کو محسوس نہ کریں لیکن زچہ اور بالخصوص بچہ کو جسے اس دنیا میں آئے ہوئے صرف چند منٹ ہی ہوتے ہیں اور جس کے لیے سانس کا زور سے لینا بھی باد مخالف کے طوفان خیز جھونکوں سے کم نہیں ہوتا ناقابل بیان نقصان پہنچ جاتا ہی۔ یہی وجہ ہی کہ ہمارے یہاں کے بچے انگریزوں کے بچوں کی طرح چست و چالاک اور خرم و بشاش نظر نہیں آتے اس کا آسان علاج یہ ہی کہ زچہ خانے کے لیے ایسے کمرے کو پسند کیا جائے جس میں ہر وقت تازہ ہوا کے لیے کھڑکیاں اور دروازے ہوں اور بچے کو پیدا

ہونے کے بعد تمام ضروریات سے فراغت کرکے تازہ ہوا میں سانس لینے کی اجازت دیجائے۔ گود میں ہر وقت لئے رہنا بھی حال کی تحقیقات سے مضر ثابت ہوا ہو اس لیے اس امر میں جہاں تک احتیاط کی جائے بہتر ہی جن لوگوں کو اللہ نے وسعت دی ہو اور جن لوگوں کے وسائل معقول ہیں اُن کو چاہیے کہ ایک چھوٹی ہات سے چلانے والی گاڑی میں بچے کو بٹھا کر نوکر کے سپرد کردیں۔ اور نوکر پر تاکید رکھیں کہ صبح وشام دونوں وقت شہر کے باہر کھلی ہوا میں لے جایا کرے اس کے علاوہ جب بچہ گھر میں بھی رہے تو ماں کو چاہیے کہ اُس کو گود میں لیے نہ پھرے بلکہ جہاں تک ہو اُس کو اپنی کوشش سے کھڑا ہونا اور حرکت کرنے میں اپنی طاقت صرف کرنا سکھائے انگریزوں کے ایک ایک سال کے چھوٹے چھوٹے بچے سڑکوں پر ایسی تیزی اور چستی سے دوڑتے پھرتے ہیں کہ ہم لوگ اُنکو دیکھکر تعجب کرتے ہیں اور اس تعجب کی وجہ یہ ہو کہ ہمارے یہاں دو۔ دو۔ تین تین سال کے بچے ماؤں کی گودوں سے ہی نہیں اُترتے۔ بظاہر یہ احتیاطیں بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان پر عمل کرنے سے زمین وآسمان کا فرق ہمارے بچوں کی صحت میں ہوجاتا ہی۔

خوراک

اس بارے میں بھی ہماری مستورات کی لاعلمی اکثر بہت ہی جاں گداز حادثات کا باعث ہوتی ہی۔ سب سے اول پانی کے استعمال میں احتیاط لازمی ہی۔ صاف اور عمدہ پانی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہو کہ وہ بہت ہی شفاف ہوتا ہو اور اُس میں کسی قسم کا بھی مزا یا بو نہیں ہوتی۔ پانی کے خراب ہوجانے کی وجہ زیادہ تر یہ ہوتی ہو کہ کنوؤں کے آس پاس یا اُس کے قریب

کوڑا کرکٹ اور نالیوں کا غلیظ پانی نکل کر بہنے لگے۔ زمین کو بھی انسان کے جسم کی طرح خیال کرنا چاہیئے جس طرح ہمارے جسم میں ہزاروں بلکہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہیں جن کو مسام کہتے ہیں۔ اسی طرح زمین میں بھی مسام ہوتے ہیں۔ جو پانی زمین کے اوپر گرتا ہے انہی مسامات کے ذریعہ سے زمین کے اندر چلا جاتا ہے اس لیے اگر کوئیں کے آس پاس گندہ پانی بہتا ہو تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ پانی زمین کے اندر جذب ہو کر کنوئیں کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس سے بہت بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب عام طور پر وبا پھیلتی ہے تو پانی اُبال کر پینے کی صلاح دیجاتی ہے۔ جب کبھی ایسا اتفاق ہو اور پانی میں ذرا سی بھی خرابی کا اندیشہ ہو تو فوراً احتیاط کرنا ضروری ہے۔ اگر ممکن ہو تو اُس پانی ہی کو استعمال نہ کیا جائے اور یا اُس کو اُبال کر پینے کے کام میں لایا جائے بلکہ اگر ہو سکے تو فوراً اُس کنوے میں دوا ڈالنے کے لیے میونسپلٹی کو اطلاع دیدی جائے۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا کی تمام چیزیں کوشش۔ محنت اور روپے سے حاصل ہو سکتی ہیں لیکن تندرستی اگر خدانخواستہ ضائع ہو گئی تو پھر نہیں مل سکتی۔ (باقی آئندہ)

سید محمد ابراہیم انجم

لارڈ ڈیوبری جن کی عمر اب ۵۰ برس کی ہے اور جن کو اسبات کا فخر حاصل ہے کہ انگلستان بھر میں پہلا شخص ہوں جس کی تصویر فوٹوگراف کے ذریعہ سے اتاری گئی۔ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ صحت قائم رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان کم کھائے کم پیے مگر جس قدر زیادہ ممکن ہو کھلی ہوئی ہوا میں رہے اور کسی قسم کا رنج و غم اپنے پاس نہ پھٹکنے دے"

قدرت کی نیلم پری

کہانیوں کی پریاں سُننے کو تو سب ہی سُنتے ہیں مگر دیکھنے میں کم آتی ہیں۔ قدرت کے پرستان میں بیشمار پریاں ہیں جن کا حُسن پائدار ہی اور جن کی صورت روز ہماری آنکھوں کو تر و تازگی بخشتی ہے۔ آج ہم نیلم پری کا بیان لکھتے ہیں۔ جسے ہم آسمان کہتے ہیں۔ عجائبات قدرت میں اس پری سے بڑھ کر شرمیلی پری نہیں ہی بلندی پر اس کا گھر ہی اور وہیں نہایت عزت و وقار سے رہتی ہی۔ بادل جو ہمیں نظر آتے ہیں ان سے بھی میلوں پرے اس کا مکان ہی۔ اپنا فیروزی رنگ کا گنبد یہ ایسا روشن اور مصفا رکھتی ہی کہ انسان ہمیشہ حیرت سے اس کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھا کرتا ہی اور اس نظارے سے اُس کا جی نہیں بھرتا حیران ہوتا ہی کہ ایسا خوبصورت رنگ کیونکر پیدا ہو گیا جبکہ حقیقت میں وہاں فقط ہوا ہی۔ اور ہوا کے پیچھے دُور تک۔ اتنی دُور تک جس کی دوری کا اندازہ آدمی نہیں کرسکتا ہیبت ناک خلا ہی۔ یہاں تک کہ اُن ستاروں کی دنیا آجاتی ہے جو ہمیں اس دنیا سے ٹمٹماتے ہوے چراغ سے نظر آتے ہیں۔

سائنس[1] مدتوں نیلم پری کو گھورتی رہی۔ مگر دیر تک اس کی باریک بیں نگاہوں سے اس پری نے اپنا بھید چھپائے رکھا۔ مگر کب تک چھپ سکتا تھا۔ انسان بھی بڑا بے ڈھب ہی۔ جس چیز کے پیچھے پڑ جائے چھوڑتا نہیں۔ نیلم پری کے گھر کی کیفیت بھی معلوم کرلی۔ گو وہاں تک پہنچنے میں انسان تو کیا فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں

[1] علم طبیعات

نیلم پری کا گھر ایک ہوائی محل ہے۔ یہ ہوا جو ہماری زندگی کا سہارا ہے اور جس میں ہم مچھلیوں کی طرح تیرتے پھرتے ہیں۔ جوں جوں بلندی کی طرف چلیں ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا کہ کوہ ہمالہ کی بعض چوٹیاں ایسی ہیں جہاں انسان اگر پہنچ جائے تو ہوا کی کمی کے مارے دم گھٹ جائے ناک سے خون بہنے لگے اور دیر تک ٹھہرے تو جان نکل جائے۔ اس سے اور اوپر انسان کا دم بھر بھی گزارا نہیں۔ وہیں نیلم پری کا مسکن ہے۔ ہماری اس زمین سے کوئی سو میل سے زیادہ فاصلے پر اس نے اپنا گھر بنایا ہے۔ ہم بے بال و پر وہاں تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں اور اگر کسی طرح پہنچ بھی جائیں تو جیسے ماہی بے آب تڑپ کر رہ جاتی ہے وہیں سانس رک جائے۔ سردی اس قدر ہے کہ خون فوراً رگوں میں جم جائے۔

نیلم پری کی دو بہنیں ہیں ایک کا نام طلوع ہے۔ دوسری کا غروب۔ یہ زمین کے قریب تر رہتی ہیں۔ نیلم پری کے ہوائی محل کی یہ دونوں دربان ہیں۔ ایک اس دروازے پر رہتی ہے جس سے سورج روز اندر آتا ہے اور دوسری اُس دروازے پر مقرر ہے جہاں سے سورج باہر جاتا ہے۔ یہ سہانے رنگ جن سے صبح و شام نیلم پری سنگھار کر کے نکلتی ہے انہی بہنوں کی کاریگری ہے۔

دنیا جہان کے سارے رنگ سورج کی کرنوں سے نکلے ہیں۔ ان کرنوں کو پھاڑو تو طرح طرح کے رنگ نکلتے ہیں۔ کبھی یہ تماشا نہ دیکھا ہو تو ایک مثلث ٹکڑا ابلور کا لے لو جسے علمی اصطلاح میں منشور مثلثی کہتے ہیں۔ اسے سورج کے سامنے رکھو اور دیکھو کیسے کیسے خوبصورت رنگ نظر آتے ہیں۔ برسات میں جو قوس قزح بنتی ہے اس کا یہی اصول ہے۔

قدرت نے ہر چیز کے قاعدے بنائے ہیں۔ یہ پریاں قدرت کی رازدار ہیں اور ان قاعدوں سے واقف اور اسی علم کی بدولت یہ ساری آرائش و زیبائش ہے۔ روشنی کی چھوٹی چھوٹی لہریں سورج سے نکل کر روانہ ہوتی ہیں۔ یہ لہریں بالاوسط ایک انچ کا پچاسواں حصہ لمبی ہوتی ہیں۔ ساتوں رنگ جو سورج کی کرنوں میں موجود ہوتے ہیں اور سب مل کر سفید دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی اپنی علحدہ لہریں رکھتے ہیں جن کی لمبائی اور تیزی رفتار میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً سرخ رنگ کی لہریں سب سے لمبی اور رفتار میں سست ہوتی ہیں۔ نیلی بنفشئی رنگ کی لہریں طول میں سب سے کم اور رفتار میں سب سے تیز ہوتی ہیں۔

نیلم پری اپنے محل میں بیٹھی ہوئی یہ کام کرتی ہے کہ جوں ہی سورج کی کرنیں زمین کے گرد کے کرۂ ہوائی کا عزم کرتی ہیں انہیں پکڑ لیتی ہے۔ اور ان میں سے نیلے رنگ کی لہریں جو اس کو سب سے بڑھ کر پسند ہیں اڑا لیتی ہے۔ اپنی بھدی اور سست رفتار بہنوں سے جدا ہوتے ہی یہ چست و چالاک ننھی ننھی لہریں یوں دوڑ کر پھیلتی ہیں جیسے رخصت کے بعد مدرسے سے بچے۔ اور ان بے شمار جواہرات سے جو نیلم پری نے اپنے احاطے میں بکھیر رکھے ہیں کھیلنے لگتی ہیں۔ یہ جواہرات کیا ہیں؟ آکسیجن اور نٹروجن[1] کے چھوٹے چھوٹے ذرّے۔ جمے ہوئے پانی کے نہایت چھوٹے قطرے جو خوردبین میں دیکھنے پر بھی سوئی کی نوک کے برابر نظر آئیں نیلی لہریں ان جواہرات سے قد و قامت میں مناسبت رکھتی ہیں اسلیے خوشی سے ان سے کھیلنے میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ ان کے ساتھ کی سرخ۔ نارنجی۔ زرد اور سبز لہریں جو بڑی بڑی اور بھدی ہیں۔ ان کے ساتھ اس دلچسپ کھیل میں شریک نہیں ہوسکتیں

[1] ہوا کے اجزا ہیں جن کے یہ اصطلاحی نام انگریزی زبان میں ہیں۔

وہ سیدھی اپنی منزل مقصود کی طرف چلی آتی ہیں۔ انہی کے مجموعے کا نام ہمارے ہاں روز روشن ہے۔

اب پری کی دونوں بہنوں کو اپنے کمال دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ نیلم پری سے تو انھیں حسن و جمال میں کوئی نسبت نہیں۔ نیلم پری کا تو تخت بھی نیلم اور پکھراج کا ہے مگر اس کی دونوں بہنوں کے تخت سونے کے ہیں۔ نیلم پری جن جواہرات سے روشنی کی لہروں کو چھانتی ہے۔ ایسے نفیس جواہر بھی ان بیچاریوں کو میسر نہیں۔ ظاہری خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت۔ یہ زمین کے قریب رہتی ہیں۔ اسی لیے زمین کے گرد و غبار سے جو سجاوٹ یہ پیدا کر لیتی ہیں۔ انھیں کا حصہ ہے۔ کرۂ ہوائی کے نچلے حصے کے کثیف بخارات ان میں بھی گرد و غبار کی ملاوٹ مگر انہی ذرّوں نے ہی طلوع اور غروب کرنوں کو الجھا لیتی ہیں اور رنگا رنگ کے معجزے دکھاتی ہیں۔ انھیں نارنجی اور سرخ رنگ پیارے ہیں۔ سورج کے نکلنے کے وقت یا اس کے رخصت ہونے کے قریب یہ زمین کی گرد آلودگی کو جھاڑو سے اٹھا کر شعاعوں کے رستہ میں ڈال دیتی ہیں۔ اس گہرے بادل میں سے نیلی لہروں اور سبز لہروں کو مارے نزاکت کے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ زرد لہریں نیلی اور سبز لہروں سے کم نازک ہیں وہ بھی اکثر رک جاتی ہیں۔ مگر سرخ اور نارنجی لہریں جو زیادہ مضبوط اور ہمت والی ہیں اپنا رستہ ڈھونڈ لیتی ہیں اور اس طرح صبح اور شام کے وقت صرف وہی ہماری آنکھوں تک پہنچتی ہیں باقی سب پیچھے رہ جاتی ہیں اسی لیے آسمان صبح اور شام کے وقت قرمزی رنگ میں رنگا ہوا نظر آتا ہے۔

پریاں دن بھر اسی طرح مختلف رنگوں سے کھیلتی رہتی ہیں اور آسمان پر

ایسے خوشنما رنگ دکھاتی ہیں کہ نہ مصور ان کی تصویر اتار سکتا ہی۔ نہ شاعر اُن کا نقشہ کھینچ سکتا ہی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ پریاں کھیلتی نہیں کام کرتی ہیں۔ اور قدرت کی نہایت کامی لڑکیاں ہیں۔ جو کبھی محنت سے نہیں گھبراتیں۔ اور خدمت سے نہیں اُکتاتیں۔ وہ کپڑے سیتی ہیں جنھیں پہنکر آسمان بھی اتراتا ہی اور جن کی خوش رنگی روز انسان کے دل کو لبھاتی اور اُس کے خیالات کو عمدہ اور اعلیٰ بناتی ہی۔

محمد اکرام

مس ایس میکڈانل کا تجربہ ہی کہ بچوں کو تاریخ یاد کروانے کا سب سے بہتر طریقہ کھیل ہی اور بچے خواہ وہ ابھی تین چار ہی برس کیوں نہ ہوں بمقابلے کتاب کے اس طریقے سے تاریخ اچھی طرح یاد کر سکتے ہیں کہ تیئر بنائیں اور جانب ہستی کو اپنی بیتی کر دکھائیں۔

مس موصوف لکھتی ہیں کہ چند سال تک ہر جاڑے میں تقریباً بیس لڑکے اور لڑکیاں میں جمع کر لیتی تھی اور اُنکو اپنے اپنے کام بتا دیتی تھی کوئی بادشاہ بنتا تھا کوئی ملکہ بنتی تھی اور اسطرح جو کچھ اُن کو آیندہ عمر میں یاد کرنا تھا وہ پہلے ہی سے حرف بحرف یاد کر لیتے تھے۔

مس صاحبہ کو یقین ہی کہ یہ لڑکے اور لڑکیاں جن کے خیالات بچپن ہی سے اتنے اعلیٰ ہیں عمر کے باقی حصہ میں بڑے بڑے کام انجام دینگے۔

چونکہ مس ایس میکڈانل کے خیالات مغربی طرز معاشرت سے متعلق ہیں اس لیے ہم شاید بآسانی اور جلد اس گراں بہا نصیحت پر عمل کرنے سے مجبور ہیں لیکن کیا اچھا ہو اگر ہمارے ملک کی خواتین اس تدبیر سے یہ نتیجہ نکالیں کہ وہ خود تاریخ سے اچھی طرح واقف ہوں اور جسوقت اپنے پیارے بچوں کو کلیجے سے لگا کر بیٹھیں تو بجائے چڑے چڑیا کی کہانی کے تاریخی واقعات بیان کریں۔

عورت کا سلیقہ

ڈھاک تلے کی پھوہڑ اور مہوے تلے کی سگھڑ ہی تو مثل پرانی مگر ایسی جانچ تول کر کہی ہی کہ بیساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہی کتنی سچی بات ہی جو ہنڈیا میں ہوگا وہی ڈوئی میں نکلیگا۔ جب ہنڈیا ہی میں گنا چنا۔ بنا تلا ہوگا تو پکانیوالا کیا کارستانی کریگا اور نکالنے والا کیا کرامات کر دکھائیگا۔ وہ بیوی جسکو نہ گھر کے انتظام میں دخل وہ خرچ سے آشنا آٹا گھی گوشت تیل ایندھن جو میاں نے ہات اٹھا کر دیدیا لے لیا اور تعمیل کردی بچائیگی کیا خاک اور کھینگی کیا دھول بنئے کی چٹھی میں سے کترے یا قصائی کے پرچے میں سے پھاڑے وہ تو آپ ہی سو پھوہڑوں کی پھوہڑ ہوگی جب دیکھو ہاک کے تین پات غنیمت ہی کہ یہ طرز معاشرت روز بروز بدلتا جاتا ہی اور اب وہ وقت ہی کہ بیویاں مہوے تلے کی سگھڑ بنکر دکھائیں۔ ساس نندوں کی دست نگر نہ میاں کی محتاج پوری تنخواہ کی مالک اور سیاہ و سفید کی ذمہ دار اگر اسپر بھی سلیقہ اور سگھڑاپا نہ دکھایا تو وہ مٹی کا تھوا آنے کی آپا پتھر کی طرح گھر میں ہوئیں تو اور نہ ہوئیں تو دونوں یکساں

چند خاص خاص گھرانوں کو چھوڑ کر عام طور سے بیویوں کی قدر و منزلت زیادہ ہو اُنکے اختیار روز بروز وسیع ہو رہے ہیں وہ چار دیواری کے اندر اپنے گھر کی بادشاہ ہیں اُن کو اختیار ہی کہ وہ ایک وقت کے کھانے پر دس روپے اُٹھا دیں یا ایک روپیہ صرف کریں اُن کی خوشی پر منحصر ہی کہ وہ آپ اور بچے چکن اور تن زیب پہنیں یا ململ اور مین سکھ اُن کو کوئی روکنے ٹوکنے والا کہنے سُننے والا نہیں۔ ان تمام اختیارات پر

وہ شخص جو اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی دن رات ٹخ ٹخ کرکے پھر کے پھرا کے تکلیف و مصیبت اُٹھا کے لاکر اُن کے ہات میں دے رہا ہی اگر اس بات کا متوقع ہے کہ وقت بے وقت کے واسطے بیوی کچھ پس انداز بھی کرتی جاے تو کیا بجا ہی۔

اس کو ہوسے تلے کی سگھڑ کہو یا عورت کا سلیقہ کہ وہ خدا کا فرض ادا کرینے کے بعد سب سے پہلے اس فرض کو ادا کرے کہ گھر کی ظاہری حالت خاوند کی حیثیت کے موافق ہو جائے جھاڑو بُہار وصاف ستھرے بچھونے اُجلا اور ثابت فرش ایسا نہ ہو کہ اگر کوئی ملنے والا یا رشتے دار مرد یا عورت آ نکلا تو گھر کی خاک اُڑ رہی ہی۔ اس کے بعد اپنے اور بچوں کے لباس کی درستی ہی۔ یہ نہ ہو کہ ڈیڑہ دو سو روپے کے تنخواہ دار کی بیوی پھٹا ہوا دوپٹہ اور بچے کھلے جوتیاں پہنے پھر رہی ہیں۔ پھر کھانے پکانے کے برتن پانی کے مٹکے ٹھلیاں ہیں۔ برتن دہوے دُھلائے مٹکے اُجلے صاف غرض گھر کی تمام چیزیں ڈھنگ سے رکھی قرینے سے دھری مختصر کہ کوئی کسر ایسی نہ رہ جائے جس سے گھر کی حیثیت اور خاوند کی عزت پر حرف آتا ہو اسکے ساتھ ہی سب سے بڑی چیز جو لازمی اور ضروری ہی وہ کچھ نہ کچھ بچانا اور جمع کرنا ہی۔

یہ ماں باپوں کا کام ہی کہ وہ لڑکیوں کو کوارتے ہی میں اس قسم کی تعلیم دیں اور اس سے پہلے کہ اُنپر خانہ داری کا بوجہ آکر پڑے اس قابل بنا دیں کہ وہ خاوند کی کمائی ہاتھ میں لیکر اُسکی حیثیت اور عزت کے موافق گھر بھی چلائیں اور پس انداز بھی کریں۔

چڑا لایا دال کا دانہ چڑیا لائی چاول کا دانہ دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی اس کا مطلب یہی ہی کہ خاوند کی آمدنی بیوی کا سلیقہ دونوں کی محنت سے گھر چلا۔

ضمیر الحسن

سیّدۃ النساء

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

جون کے رسالہ میں جب میں نے بہنوں کو عصمت کی پہلی سالگرہ پر مبارکباد دی تو یہ بھی لکھا تھا کہ میرا قصد ہی کہ سال آیندہ میں مذہب کے متعلق ایک مفید سلسلہ مضامین شروع کروں میں اسی فکر میں تھی کہ میرے برادر مکرم مولوی عبدالراشد صاحب الخیری نے اپنی بیش بہا تصنیف سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا کی سوانح عمری عصمت کو عنایت فرمائی مولویصاحب نے جس محنت و جانکاہی سے حضرت سیدہ کے حالات فراہم کیے ہیں میں اُن کا شکریہ ادا نہیں کرسکتی البتہ میں اور میری تمام بہنیں اس احسان کی بیحد ممنون ہیں کہ ہماری سرتاج و مقدس بی بی فاطمہ کے مفصل واقعات سے ہمکو مطلع فرماکر زنانہ لٹریچر میں ایک گراں بہا اضافہ کیا۔

گو سنہ ولادت میں تھوڑا سا اختلاف ہی بعض کتب کے اعتبار سے سنہ ۵ ؁ بعض کے سنہ ۱ ؁ لیکن ماں کے انتقال کے وقت حضرت سیدہ کی عمر پانچ ہی برس کی معلوم ہوتی ہی۔ اس عمر میں نیک و بد کی تمیز اور ماں جیسی رفیق کا فراقِ دوامی زیادہ محسوس نہیں ہوتا مگر جن بچوں پر یہ مصیبت آپڑی اُن کی پرورش خواہ کیسی ہی شفقت اور محنت سے ہو لیکن اُن کی صورتوں پر کچھ عجیب قسم کی حسرت برستی ہی جس وقت رسول اکرم اپنی پچیس برس کی ساتھی بیوی خدیجۃ الکبریٰ کو زمین کے سپرد کر چکے اور گھر میں تشریف لائے۔ حضرت سیدہ یعنی پانچ برس کی

لہ مدارج النبوت۔ بوجہ عدم گنجائش چھاپے پر چہ میں یہ نوٹ درج نہ ہوسکا۔

بچی دوڑ کر باپ کے گلے پٹی اور پوچھا "میری اماں کہاں گئیں" ناممکن تھا کہ وہ شخص جو اسلام جیسے مذہب کا بانی پیغمبر امین راست گفتار ہو وہ محض بیٹی کے خوش کرنے کو یا تسکین دینے کو ایک حرف بھی زبان سے غلط نکال دے آنحضرت کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا " خدا کے ہاں"۔

اب یہ مقدس بتول یعنی بے ماں کی بچی اپنے برگزیدہ باپ اور ہمارے سچے رسول کے زیر عاطفت اپنی زندگی بسر کرنے لگی۔ جس شخص کا پرچھا نواں پڑنے سے سیکڑوں حیوان انسان بن گئے برسوں اور قرنوں کے جمے ہوئے زنگ دل سے دُور ہو گئے جس شخص کے آگے بڑے بڑے جابر اور ضدی اَسر کار سر جھکا بیٹھے اُس کے کلیجے کا ٹکڑا اور پھر اُسی کا فیضِ صحبت فاطمۃ الزہرا جو کچھ نہ ہوتیں وہ تھوڑا تھا۔ شیوۂ صبر و قناعت جو گھٹی میں پڑا تھا تا دمِ واپسیں ہات سے نہ دیا عسرت و فلاس بچپن ہی سے ساتھ ہو گیا تھا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ چراغ میں جلانے کا تیل نہیں۔ مٹکے میں پانی کی بوند نہیں اور یہ خدا کی سچی بندی اور رسول خدا کی پیاری ہنسی خوشی اپنا زمانہ گزار رہی ہے۔

یہ وہ وقت تھا جب جناب رسالت مآب اسلام کا جھنڈا کبھی کا بلند کر چکے تھے اور سوا گنے چُنے آدمیوں کے تمام مکے والے نہ صرف آنحضرت بلکہ آنحضرت کے تمام متعلقین کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے پھر یہی نہیں کہ یہ دشمنی مردوں پر ختم ہو گئی ہو عورتیں بھی برابر کی شریک تھیں طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانا اپنا فرض خیال کرتی تھیں۔ ہمسائیوں نے خدیجۃ الکبریٰ کے جیتے ہی جی میل جول آنا جانا قطعی بند کر دیا تھا یہی وجہ تھی کہ سیدۃ النسار کی

له ناسخ التواریخ۔

ولادت کے وقت ایک عورت حضرت خدیجہ کے پاس آ کر نہ پھٹکی۔ ایسی پڑوسنوں سے جن کے دلوں میں رشک و حسد کی آگ اس درجہ بھڑک رہی ہو کیا اُمید ہو سکتی تھی کہ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اس مجروح دل کو ہات میں لیتیں البتہ فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر کبھی کبھی آ بیٹھتیں۔

اس بات پر تمام دنیا متفق ہے کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی محض یعنی بالکل لکھے پڑھے نہ تھے حضرت زہرا کی تعلیم و تربیت جو کچھ بھی تھی صرف باپ کی صحبت سمجھ لو۔ لیکن اس مقدس ذات کو اپنے فرض منصبی ہی سے اتنی فرصت کہاں کہ بیٹی کی تربیت پر توجہ ہوتی۔ البتہ ہر وقت کی ہمدم اور جلیس دنیا بھر کے علوم کا مجموعہ تہذیب و شائستگی کا خزینہ کتاب اللہ تھی جس کے مطالعے میں دن گزرتا۔ اور راتیں بسر ہوتیں۔

قریش میں سے دو شخص سکران اور سودہ دونوں میاں بیوی رسالتمآب پر ایمان لا چکے تھے جس کی وجہ سے اُن کے عزیز و اقارب نے طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں جب مصیبت کی انتہا ہو گئی تو میاں بیوی نے اپنے وطن کو خیرباد کہا اور اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ دوسری سرزمین میں جا کر آباد ہوں اور اس طرح ان ظالموں کے ہات سے نجات پائیں چنانچہ دونوں کے دونوں حبشہ کو روانہ ہو گئے لیکن سکران کی عمر نے وفا نہ کی اور سودہ کو بے کس چھوڑ کر رحلت کی۔

بدنصیب بیوہ مجبور مکہ واپس آئی چونکہ مسلمان ہونے کے بعد سے اس وقت تک یہ خاتون مصیبتوں اور پریشانیوں کی لوٹ رہی اور اب کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ اس

مظلومہ کو دو گھونٹ پانی پلا دیتا وہ مقدس ذات جو رحم و کرم کا منبع تھی اور جس کی تعلیم و تلقین بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی تھی بے کس سودہ کی حالت زار دیکھکر جوش میں آئی اور چونکہ دکھیاریوں مصیبت ماریوں کی حمایت و مدد اسلام کا عین شیوہ تھا آنحضرت نے اس قابل رحم بی بی سے جو بلحاظ عمر آپ سے بڑی تھی نکاح کر کے اپنی ہدایت پر عمل کرنے کی ایک نظیر قائم کی اور اس طرح سے حضرت سیدہ کو ام المومنین سودہ کی سرپرستی برائے نام نصیب ہوئی۔

علی ابن ابی طالب آنحضرت کے چچازاد بھائی جو لڑکوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں اور جن کی عمر قبول اسلام کے وقت تقریباً دس سال کی تھی اور جن کو آگے چل کر طاہرہ و زکیہ جناب سیدہ کے شوہر ہونے کا فخر حاصل ہوا اسوقت دل و جان سے سرور کائنات پر پروانہ تھے۔

جب کفار کی سختی حد سے زیادہ گزر گئی تو ایک مجمع میں جہاں سرداران قریش موجود تھے آنحضرت نے فرمایا۔ اگر تم میں سے چند آدمی بھی میرے ساتھ ہو جائیں تو دیکھنا کہ خدا کے احکام کی کس طرح اشاعت ہوتی ہے اُس وقت یہی حضرت علی بلکہ یوں سمجھو ایک دس برس کا بچہ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے خدا کے سچے رسول میں آپ کے ساتھ ہوں۔ دس سال کے لڑکے کی زبان سے ایسی ہمت اور مستعدی کے الفاظ سُنکر سب ہنس پڑے مگر کس کو خبر تھی کہ یہ بچہ خدا کے رسول پر اپنی جان تک قربان کرنے میں دریغ نہ کرے گا اور ایک دن جگر گوشۂ رسول کا خاوند ہوگا

باقی آئندہ

راشد الخیری

جھولا

جھوم کر آیا ہے کیا صحن زمین پر بادل   ہر روش سبزہ ہے ہر نہر رواں گنگا جل
آم کی شاخ پہ کیا کوک رہی ہے کوئل   آگیا موسم برسات بھرے ہیں جل تھل

یاد آیا ہمیں پھر اپنا پرانا جھولا

جھولنا مل کے وہ بچپن کی سکھی سنگتوں میں   گھر کے ہی باغ میں اور گھر کی ہی امریوں میں
یاد کچھ رہتی تھی تاکید نہ غصہ نہ سبق   غم فراموش تھا جھولے تری گل بیتوں میں

پھر گیا ہم سے پھرا جب سے زمانہ جھولا

بھر دن جھولتے تھے نہیں آتے تھے چکر سر میں   اب تو دو جھونٹوں میں پھرنے لگے گھر بھر سر میں
چوٹ معلوم نہ ہوتی تھی جو گر پڑتے تھے   کھل کھلا دیتے تھے لگتی تھی جو ٹکر سر میں

کیا ہوا ہائے وہ ہنسنا وہ ہنسانا جھولا

ہو گئے ابر و چمن دیکھ دوانے تم تو   سوتے مُردوں کو چلے رو کے جگانے تم تو
آئے تھے تازہ غزل کوئی سنانے تم تو   واہ کیا خوب! لگے مرثیہ گانے تم تو

جا کے جنت میں یہ حوروں کو سنانا جھولا

دیکھو وہ پڑنے لگی سبز درختوں پہ پھوار   سرخ کیا نکلا ہے پتوں سے نہا دھو کر انار
مور کا شور گرج کوک پپیہے کی پکار   یہ تجلی یہ تماشا یہ ترنم یہ بہار

چاہیے بیٹھ کے اب جھولے میں گانا جھولا

موسم گل کی بہار اس کا ترانہ جھولا   وجہ صد عیش و طرب خانہ بہ خانہ جھولا
برق وش نور نظر راحت جانا جھولا   ہالۂ گرد قمر قوس سے مانا جھولا

بے قراری میں مگر دل کا نہ تھکانا جھولا

فرض ہے گرچہ نماز قبل طلوع قبل غروب — کون بتلائے مگر دن ہے کہ سورج گیا ڈوب
ابکے روزے نہ سہی ہر کہیں جونکے پاؤں — جھولئے خوب سبا اور حمد خدا گائیے خوب
عید برسات ہے اور اسکا دوگانہ جھولا

یوں تو خود دام ہے اور صید بھی صیاد بھی ہے — کج رووں کے لیے جھولا مگر استاد بھی ہے
پاؤں چھٹ پڑنا وہ چوٹ آنا وہ ٹکر لگنا — تم کو جھولے نے دیا تھا جو سبق یاد بھی ہے
کج نہ جانا کبھی کہتا ہے یہ دانا جھولا

جانا جھولے کا اُدھر اور پھر آنا ہر بار — ایک قدم پیش نہیں اور نہ پیچھے زنہار
یہی صورت ہمیں پیش آتی ہے زیر گردوں — عمر گزری کہ وہی ہم ہیں وہی لیل و نہار
جیسے پہنچے نہ کہیں ہو کے روانہ جھولا

تجھ سے اُلفت ہے مجھے کب کی کہانی جھولے — جب بڑا تھا تو مرے درد نہاں کی جھولے
جب سوا تیرے کسی جا مجھے آرام نہ تھا — تیری آغوش تھی یا گود تھی ماں کی جھولے
کیا تھپک کر تو جھلاتا تھا سہانا جھولا

آپ کیا سمجھے کیا آپنے بھی ڈالے سوال — گھر کے کیوں آئی گھٹا ایسی تمام اور کمال
کہ ہوا خلق سے پوشیدہ فلک کا احوال — رکھ کے پٹری کی جگہ قوس قزح بیچ ہلال
برق جھولی تھی ابھی کر کے زنانہ جھولا

جبتلک گونج ہے اور مور گرج کو دے جواب — پھوئیاں پھوئیاں ہے ہر حلقۂ کل عالم آب
اور ہر حلقے میں ہوتا ہے یہی رقص حباب — جبتلک گود میں سبزے کی جھڑیں دُرِ خوشاب
تم بھی گانا یہی تھمنا نہ تھمانا جھولا

محمد احتشام الدین

بزم عصمت

کرمہ بہن صاحبہ۔

ایک ناچیز مضمون نوکروں کے برتاؤ پر روانہ کرتی ہوں درج فرما کر ممنون کیجئے۔ میں ہندکی ایک نئی تاریخ انگریزی میں پڑھ رہی ہوں انشاء اللہ اُس میں سے چھوٹے چھوٹے عمدہ مضمون ترجمہ کرکے ضرور روانہ کرتی رہونگی۔

نواب بیگم
آف سچین

جامنٹ ایڈیٹر صاحبہ۔

تسلیم عصمت کی سالگرہ مبارک۔ کتاب زنانہ الماڑہ بڑی نایاب کتاب ہے منیجر صاحب سے فرما دیجیے کہ ایک جلد وی۔ پی روانہ فرمائیں۔ ایک نسخہ ارسال کرتی ہوں درج فرما کر ممنون کیجئے۔

مچھلی کے کوفتے بنانے کی ترکیب

یہ دل۔ روہو۔ یا معروف مچھلی کے ہوتے ہیں۔ مچھلی حسب دستور صاف کرکے نمک در ہلدی دیکر اُبال لو مچھلی سخت ہونے کے بعد ٹھنڈی کرکے اس کے کانٹے چھڑا لو اس میں دہی چکہ۔ گرم مصالح مرچ وغیرہ حسب ذائقہ دیکر تھوڑا سا بھونے چنوں کا بیسن انڈے کی سپیدی ملاکر کوفتے بنا کر تلو۔ اور کھاتے وقت ہمکو یاد کرو

(مسز محمد شمس الدین منشی فاضل)

محترمہ مسز محمد اکرام صاحبہ

پرچہ عصمت نمبرہ جلد ۲ بذریعہ وی۔ پی وصول ہوا۔ سبحان اللہ مضامین مندرجہ و نیز عمدگی کاغذ و چھپائی وغیرہ کی تعریف میں زبان قاصر ہے۔ براہ عنایت بقیہ پرچے بھی بذریعہ وی۔ پی فوراً ارسال فرما کر ممنون فرمائیے۔ مسز محمد اسحاق خاں

جناب مکرم اڈیٹر صاحب

تسلیم۔ سالگرہ کی کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں رسالہ عصمت میں دل سے پسند کرتی ہوں اور اُس کو نہایت شوق سے دیکھتی ہوں۔

رابعہ بیگم

مکرمہ معظمہ بہن صاحبہ

السلام علیکم۔ رسالہ عصمت وصول ہوا۔ واقعی جیسا میں چاہتی تھی عصمت کو اُس سے بھی اچھا پایا

(راقمہ ایم۔ زیڈ چیرہ)

جناب ایڈیٹر صاحبہ رسالہ عصمت

تسلیم۔ رسالہ عصمت پڑھا دیکھکر نہایت خوشی ہوئی میں نے بھی ایک مضمون "وقت کی قدر و قیمت" پر لکھا ہے جسکو آپکی خدمت میں روانہ کرتی ہوں اگر آپ اجازت دینگی تو اور مضامین انگریزی سے ترجمہ کرکے ارسال کیا کرونگی

(راقمہ جعفری بیگم حیدرآباد دکن)

عالمِ نسواں

مرنے سے چند روز قبل جب لیڈی کرزن ایک خطرناک مرض سے جانبر ہوئیں تو اُن کا قصد تھا کہ اپنی اس صحت کی خوشی میں ایک ایسا باغ کلکتہ میں بنائیں جو بطور اُن کی یادگار کے قائم رہے کرزن باغ میں جو آجکل ایک عجیب و قابل دید مقام ہے ایک شے بصورت قطعہ کئی سال تک اسی امید پر محفوظ رہا۔ اب چونکہ اس میں کچھ کام شروع ہوا ہے توقع ہے کہ غالباً لارڈ کرزن اپنی عمر بھر کی رفیق لیڈی کرزن کی آخری خواہش پوری کرکے بہت بڑے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔

باوجود سخت سزاؤں اور روک تھام کے ولایت میں آزاد خیال عورتیں ابتک اپنی ضد سے باز نہیں آتیں۔ جون کا ذکر ہے کہ مسٹر اسکوئیتھ وزیر انگلستان نماز پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً ان عورتوں نے آکر گھیر لیا۔ صاحب موصوف نماز سے فارغ ہوکر اطمینان سے تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور دوران تقریر میں تھوکنے کے بہانے سے باہر آئے اور گاڑی میں جھٹ چلتے ہوئے عورتیں کیا چھوڑنے والی تھیں دوسرے دن کرکٹ کے میدان کے پاس جھاڑیوں میں چھپ گئیں اور جوں ہی مسٹر اسکوئیتھ پہنچے باہر نکلیں اور پکڑ لیا۔ وزیر اعظم نے جب چیخیں ماریں تو پولیس نے آکر چھڑایا۔

افسوس ہے کہ مس لیلاوتی سنگھ ایم۔اے کا جو لکھنؤ کالج کی پروفیسر تھیں شکاگو میں انتقال ہوگیا

الہ آباد یونیورسٹی کے امتحانات میں چھ لڑکیاں بی۔اے میں، آٹھ ایف۔اے میں اور ایک ٹریننگ میں پاس ہوئی۔ یہ پندرہ کی پندرہ عیسائی ہیں

گائتری دیوی ایک ہندو خاتون نے آریہ سماج سہارنپور کے سالانہ جلسے میں تقریر کی اور حاضرین کیطرف خطاب کرکے کہا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورتیں شودر یعنی ناپاک ہیں وہ عقل سلیم سے کوسوں دور ہیں اگر یہ مان لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ شودر ماؤں کے بچے بھی شودر ہیں اس مدلل تقریر کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ حاضرین نے اُسی وقت تعلیم نسواں کے لیے چندہ فراہم کرنا شروع کردیا۔

ہر ایکسلنسی لیڈی منٹو نے کرسچین ہنڈلی سوسائٹی کے ممبروں کو دعوت دی جس میں لیڈی ڈین اور ایک سو بیس مہمان موجود تھے۔

بیگم صاحبہ نواب سید نور الحسن خانصاحب نے

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزی میڈیکل کالج کے پروفیسروں مونڈ ڈاکٹروں الہان ریاست او ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سُرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ۔ معزز ڈاکٹر او حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سرمہ سے فائدہ اٹھائیں۔ قیمت فی تولہ عہ۔ سال بھر کے لئے کافی ہوگا۔ ممیرے کا مفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ عہ۔ مصری سرمہ فی تولہ سہ۔ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں ✦ **المشتہر** پروفیسر میاں سنگھ اہلو والیہ مقام ٹانڈہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہے

۱۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو مسٹر میاں سنگھ اہلو والیہ نے ایجاد کیا ہے نہایت بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص معضلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے۔ آنکھوں کے پانی کا بہت جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن اور کمزوری نظر۔ ناخنہ۔ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور ان سے پیپ کا گرنا۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شے نہیں ہے اسلئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے مضافات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا محال ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیے اس لئے میں بلا شک و شبہ کہدیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ ضروری مفید ہے۔ **راقم** ڈاکٹر ایم۔ بی سانگی صاحب بہادر۔ ایم ڈی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ امرتسر۔

۲۔ جناب سردار صاحب! تسلیم۔ میں نے آپ کا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کے لئے بہت مفید ہے۔ میری آنکھیں بالکل کمزور ہوگئی تھیں ایک بہر کام کرنے سے معذور ہوجاتا تھا اب میری یہ کیفیت ہے کہ صرف چار روز کے استعمال سے تمام دن بخوبی کام کرسکتا ہوں۔ **راقم** میاں خورشید محمد خاں خلف نواب یسین محمد خاں صاحب بہادر رئیس اعظم

پانچہزار روپیہ انعام
اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کردے اسکو مبلغ پانچہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو لاہور کے بنک میں اسی مطلب کے لئے مارچ سنہ ۱۹۰۲ سے جمع کیا گیا

جلد ۲ — نمبر ۳

یعنی شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے

سنہ ۱۹۰۷ء — اگست

اُردو میں

پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور

ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے

طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات و مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

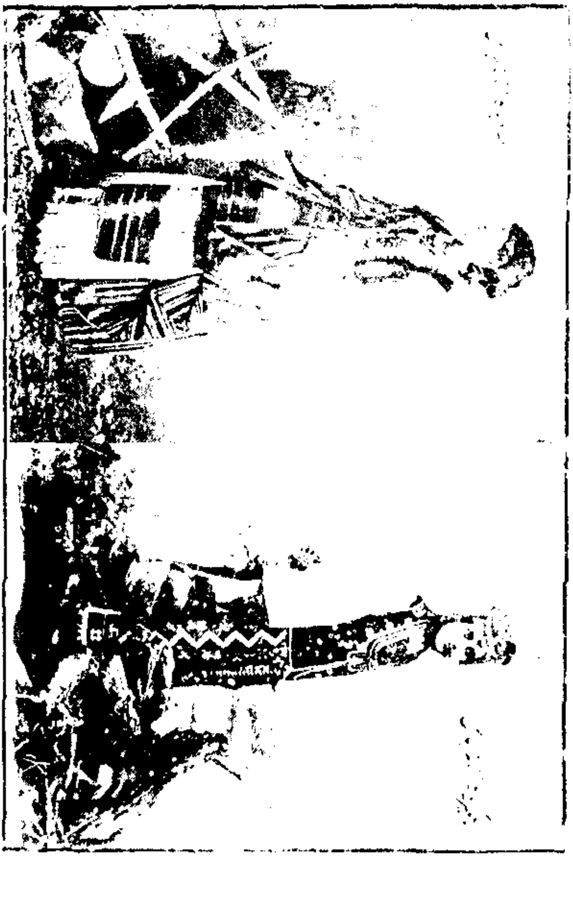
ایڈیٹر رسالہ شیخ محمد اکرام — جائنٹ ایڈیٹر مسز محمد اکرام

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک (عہ) فی پرچہ ۴ ؎

فہرست مضامین رسالہ عصمت

اگست سنہ ۱۹۰۹ء



عصمت

ماں کا خط بیٹی کے نام

برخوردار فخر النساء بیگم طال عمرہا۔ خداے تعالیٰ تمھاری عمر و تمیز میں برکت دے اور تم اپنے شوہر کے ساتھ زندہ سلامت رہو۔ پھلو پھولو اور خوش رہو جب سے تم گئی ہو میں اور تمھارے والد ہر وقت تمھاری یاد میں مصروف ہیں۔ اگر دُور کا معاملہ نہوتا اور تمھارے گھر کی تنہائی سے تمھارے شوہر اور خسر کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو اب تک تم ضرور بلائی جاتیں۔ مگر ہوی خدا تم کو اپنے گھر ہی بہ آرام رکھے اگر زندگی ہے تو بہت جلد ملنا ہوگا۔

تمھاری خوشدامن کے انتقال کے بعد تمھارے خسر کے اصرار و تاکید سے میں نے تم کو بہت کم سنی میں خاوند کا گھر دکھایا۔ باوجودیکہ قبل رخصت خدا کے فضل سے تم کو لکھا پڑھا دیا ہے اور اغلب ہے کہ تم اپنے فطرتی عقل و ہوش اور تعلیمی سلیقے سے کام لوگی۔ تاہم تمھاری فکر سے کوئی ساعت خالی نہیں جاتی۔ بیٹی خاوند کا گھر بچوں کا کھلونا نہیں کہ بنایا اور بگاڑ دیا۔ خاوند کی ماں اپنی ماں نہیں کہ ناراض ہوکر راضی ہوجا

خاوند کی بہن اپنی بہن نہیں کہ لڑی اور پھر ایک ۔ ۔ ہاخاوند سو وہ گھر کا بادشاہ ہی پس جب تک وہ گھر میں رہے اُس کی حضور میں ہر وقت تہ دل سے حاضر رہنا۔ کسی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ ہات۔ پیر۔ آنکھ۔ کان۔ دل۔ دماغ۔ ہر عضو کو اس کی خدمت کے لیے طیار رکھنا۔ کسی بات میں خاوند کی عدول حکمی نہ کرنا۔ گھر میں خواہ کتنے ہی ملازم ہوں مگر خود سب کام پر ہر وقت نگاہ رکھنا۔ اپنی چیز کا تم کو جو خیال ہوگا وہ کسی نمک حلال سے نمک حلال ملازم کو نہیں ہو سکتا۔ دس بارہ سال سے اپنے والد کے ساتھ چار بجے تمھاری جاگنے کی عادت ہی۔ پس اس عادت کو کبھی نہ کھونا گرمی۔ برسات۔ جاڑا۔ ہمیشہ اسی وقت جاگنے کا معمول رکھنا۔ نماز سے فارغ ہو کر اُن چیزوں کا انتظام کرنا جو خاوند کے واسطے ضروری ہیں۔ اپنی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا ہر وقت یقین دلانا۔ لیکن یہ تقریر تمھاری ظاہری نہو بلکہ باطنی اور دل سے ہو۔ در اصل خاوند سے تم کو اُتنی ہی محبت ہو جتنی تم زبان سے بیان کرو۔ خاوند کی موجودگی میں جو رعب تمھارے دل میں ہو وہی اُس کی غیبت میں رہے بلکہ بعد میں زائد رہے مختصر یہ کہ تم نے خود پڑھا ہوگا کہ ہمارے مذہب میں شوہر کا یہ رتبہ ہی کہ اگر سوائے خدائے تعالےٰ کے کسی کو سجدہ روا ہوتا تو شوہر کو ہوتا۔ اصلی محبت یہی ہے کہ حاضر و غائب یکساں رہے۔

مینے تم کو قرآن شریف لفظی معنوں کے ساتھ پڑھایا ہی حقیقت الصلوۃ۔ راہ نجات اُردو تفسیر بعض بعض مترجم کتب حدیث۔ گلستاں سب ضروری کتابیں پڑھ چکی ہو تم بخوبی دین کے کل احکام سے واقف ہو۔ خدائے تعالےٰ نے جو حکم فرمایا ہی وہ کرو جس چیز سے منع کیا ہی اُس سے بچو۔ معصیت کا کوئی کام نکرنا خدائے پاک کی دیکھی سی دین و

پکّا رشتہ

میری عزیز بہنو! کچھ رشتے ماں کے پیٹ سے لیکر دنیا میں پیدا ہوتی ہو۔ بہت سے رشتے دنیا میں آکر پیدا ہوجاتے ہیں اور ان سب رشتوں کا تھوڑا بہت لحاظ زندگی میں کرنا پڑتا ہی۔ مگر یہ تمام رشتے اور تعلق چاہے پیدائشی ہوں یا بعد میں قائم ہوجائیں۔ صرف اس وقت تک قائم رہنے والے ہیں جب تک سانس چلتا اور ہات پاؤں کام کرتے ہیں جس وقت عمر رواں منزل مقصود پر پہنچ گئی اور یہ سفر ختم ہوا اُس وقت یہ چھوٹے اور موٹے دور کے اور پاس کے سب رشتے ختم ہوئے ہاں ایک رشتہ جو ماں کے پیٹ سے ساتھ آیا اور قبر میں ساتھ جائیگا باقی رہنے والا ہی اور یہ وہ رشتہ ہی جو نہ توڑے سے ٹوٹے نہ چھوڑے سے چھوٹے۔ ماں باپ کو خوش کہا کو اریتہ اچھا گزر گیا۔ میاں رضا مند رہا زندگی اچھی بسر ہوگئی لیکن زندگی کے بعد جو وقت آنیوالا ہے اُس کا دار مدار اسی رشتے سے ہی یعنی عبد و معبود۔

پیاری بہنو! ایمان سے کہنا۔ اگر آج ہم ذرا سا سلوک کسی کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ ہماری مرضی کے موافق کام نہیں کرتا۔ تو ہم کو کس قدر رنج ہوتا ہی حالانکہ ہم اپنے محسن اپنے خالق اپنے آقا کے احسانات کا کبھی بھول کر بھی خیال نہیں کرتے۔ اگر دنیا کے دھندے فرصت دیں اور اُس وقت کا خیال آجائے جو پیش آنے والا ہی تو خاوند حقیقی کی محبت پر بھی غور کرنا چاہیے۔ جو یہ کہتاہے کہ

میری[1] غرض تمھاری پیدایش سے صرف یہ تھی کہ تم میری عبادت کرو۔ یہی حکم جو بظاہر نہایت سخت اور ناگوار معلوم ہوتا ہی اگر سوچو اور سمجھو تو سرتاپا محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہ تو ناممکن ہی کہ انسان ہر وقت شب و روز خدا کی عبادت کرتا رہے اور ایسا شفیق خالق جس نے ہم کو ہر قسم کی زحمت سے محفوظ رکھا اور ہر قسم کے سامان ہماری آسایش و راحت کے واسطے مہیا کیے ہم سے اس بات کا متوقع ہوتا کہ ہم دنیوی تعلقات کو خیرباد کہکر محض اُس کے ہو رہتے۔

اس ارشاد سے مطلب یہ ہی کہ انسان فرائض خداوندی ادا کر لینے کے بعد دنیا کے جتنے کام انجام دے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوں وہ بھی خدا ہی کی عبادت ہے۔

وہ خوش نصیب عورت جس نے صبح کی نماز وقت پر پڑھ کر اپنا فرض پورا کیا نماز کے بعد اگر میاں اور بچوں کے واسطے آٹا گوندہ رہی ہی اور چولہا جھونک رہی ہے تو یہ بھی خدا ہی کی عبادت ہی۔ اس سے زیادہ شفقت اور محبت اس سے بڑھ کر احسان اور عنایت کیا ہو سکتی ہی کہ ہمارے اپنے ذاتی کام بھی صرف اُن کا فرض ادا کر لینے سے اُسی کی عبادت سمجھی جائے۔

بیویو! بہنو! یہ فانی تعلقات اور ناپائدار خوشیاں سب یہیں تک ہیں۔ اور ہمیشہ زندہ رہنے والا رشتہ خدا ہی کا ہی جس وقت زندگی کے دن پورے ہوئے اور ایسے مکان میں جانا ہوا جہاں یہ عزیز و اقارب کوئی بھی موجود نہ ہوگا۔ وہاں کوئی چیز کام آنے والی ہی تو خدا کی رضامندی۔ (بلقیس)

[1] مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ نہیں پیدا کیا جن اور انس کو مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں

گدڑی میں لعل

خدا بھلا کرے مرنے والوں کا جو بات کہی باون تولے اور پاؤ رتی کی۔ گدڑی میں لعل بات تو معمولی ہے مگر جوہر شرافت کی کچھ ایسی داد دی ہے کہ بے اختیار مرحبا کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک نہیں سیکڑوں بیویاں ایسی نظر آئیں گی کہ اپنی آرائش و زیبائش میں تو بیسیوں روپے اور گھنٹوں وقت ضائع کر دیں۔ اچھے سے اچھے کپڑے قیمتی سے قیمتی زیور۔ بہتر سے بہتر کھانا غرض دنیا کی جتنی خوبیاں ہیں ظاہر سب موجود لیکن صورت ظاہری سے ذرا آگے بڑھ کر دیکھو تو اللہ کا نام گھر کی خاک اڑ رہی ہے تو بلا سے بیٹھنے کو ٹھکانا نہیں تو نہ ہو۔ قرضداروں نے ناک میں دم کر دیا تو صدقے۔ بیوی کے سر پر تو کارچوبی دوشالہ عزت سے زیادہ اور حیثیت سے بڑھ کر ہو گیا۔

اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو میری رائے میں اس عورت سے زیادہ بیوقوف دنیا میں کون ہوگا جو بغیر کسی انجام کے سوچے اور نتیجے کے سمجھے محض اپنا دل خوش کرنا مقدم سمجھے۔ بالفرض آج مانگے تانگے کے زیور گوٹے ٹھپے کے کپڑوں سے کسی غیر محفل اور اجنبی آدمیوں میں عزت بھی ہو گئی تو کل کیا۔ اتفاق ہی تو ہے اگر کبھی کوئی بیوی اپنے ہاں آ نکلیں تو گھر میں کتے لوٹ رہے ہیں۔ مٹی میں ملگیا وہ گہنا اور دو کوڑی کی ہو گئی وہ عزت۔ "خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا"۔ بیوی کی ظاہری صورت دیکھکر تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے باپ کی

زمین او نچے گھوڑی ہو۔ مگر گھر میں جا کر دیکھو تو دریوں زیں خاک کی تہ۔ بچھونوں پر مٹی کا ڈھیر۔ وہ مزاج اس سے اس وقت بحث نہیں

ایسا کون ہوگا جسے گھنا کپڑا اچھا نہ معلوم ہوتا ہو۔ امیر اپنی حیثیت کے موافق۔ غریب اپنی بساط کے لائق سب ہی پہنتے اوڑھتے ہیں۔ مگر گھر والی ہونیکا تقاضا یہ ہے کہ انجام پر بھی نظر رہے۔ پیسہ دو پیسے، وقت بے وقت کے لیے گرہ میں بھی ہوں۔ میز کرسی۔ قالین۔ غالیچے نہیوں تو نہ سہی۔ دو منزلے سہ منزلے ہوا خانے خس خانے نہیں ہیں تو ہرج نہیں۔ مگر صاف ستھرا ڈھنگ کا بچھونا۔ لیپا پوتا چیندان سا گھر تو ہو۔

زیور ہزاروں کا نہیں لاکھوں کا ہو مگر سلیقہ نہیں تو لاکھ کا گھر خاک۔ عورت جب ہی عورت اور گھر والی جب ہی گھر والی ہے کہ اُس میں عاقبت اندیشی ہو ورنہ وہی مثل ہوگی جو کسی ماں نے اپنی بیٹی سے کہی تھی۔

ہنر سلیقہ تیرے نہیں۔ لینا دینا میرے نہیں۔ بیٹی جیب چلائیو روٹی کھائیو۔

گو انسان کی اندرونی حالت سابقہ ہی پڑنے سے اچھی طرح معلوم ہوتی ہے مگر سلیقہ۔ سگھڑاپا۔ کفایت شعاری۔ عاقبت اندیشی عورت کے اصلی جوہر ہیں جو چودھویں کے چاند کی طرح ہر وقت چمک رہے ہیں۔ گھر اُس کی سوانح عمری کا پہلا ورق اور بچے اس کی عادات و اطوار خیال و قیاس خو بو رنگ ڈھنگ دکھا دینے کا آئینہ ہیں۔ ایک غیر سے غیر عورت اور انجان سے انجان بیوی جسنے گھر والی کی کبھی صورت بھی نہ دیکھی ہو گھر کی کیفیت اور بچوں کی حالت دیکھکر اچھی طرح رائے قائم کر سکتی ہے کہ گھر کس مالک کے ہات میں ہے اور بچوں نے کیسی گود میں دودھ پیا ہے۔

میری رائے میں تو گھر کی درست حالت بچوں کی اچھی تربیت سیکڑوں کے کپڑے اور ہزاروں کے زیور سے لاکھ درجہ بہتر ہی۔ مجھے اندیشہ ہی کہ میرے ان خیالات سے الٹا مفہوم نہ ہو۔ میری غرض ہرگز یہ نہیں ہی کہ زیور و لباس پر کسی قسم کا اعتراض کروں! ہرگز نہیں بلکہ میں فرض کا ادا کرنا سب سے زیادہ ضروری سمجھتی ہوں اور عورت کا سب سے بڑا فرض خاوند کی کمائی کا جائز صرف ہی۔

بالفرض ایک شخص کی آمدنی اتنی محدود ہی کہ مشکل سے ضروریات کو کافی ہو سکتی ہی تو کیا وہ بیوی جو اس آمدنی پر قابض ہی اسکو جائز صرف کہہ سکتی ہی کہ بڑا حصہ اپنے لباس پر صرف کرے۔ بنا گھر والی کا نہیں ہوتا بلکہ گھر کا ہوتا ہی۔ ایک عورت کا ذکر سنا ہی کہ وہ روز صبح اٹھکر سب سے پہلا کام اپنی اور اپنے لباس کی درستی سمجھتی اور اسکی داد کی خاوند سے متوقع رہتی مگر کسی دن داد نہ ملی آخر ایک روز جلکر اپنے تئیں تو ہات نہ لگایا لیکن جتنا وقت اپنے اوپر صرف ہوتا تھا وہ سب گھر کی درستی میں صرف کر دیا جس وقت خاوند آیا اور یہ حالت دیکھی تو اس نے فوراً کہا کہ ہاں آج تمھاری محنت قابل شکریہ ہی۔

سچی بات بھی یہی ہی کہ چاہے اپنے کپڑے پھٹے پرانے میلے کچیلے ہوں لیکن اسی گودڑ اور لبیریوں والی کا گھر جس وقت سجا سجایا۔ بچے ہشیار تمیز دار دکھائی دیتے ہیں تو بلا تامل یہ کہنے کو جی چاہتا ہی کہ "گدڑی میں لعل" انہی بیویوں کے کام ہیں چاہے اپنے وقت کو تنگی ترشی سے گزار دیں مگر ضرورت پر دو چار پیسے نکال ہی دینگی۔ یہ نہ ہوگا کہ اگر مہینے دو مہینے کو خاوند بیمار پڑ گیا تو ایک ایک کے آگے ہات پھیلا رہی ہیں"

ر۔ ب

قوم پارسی

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

پارسیوں کی رسموں میں ان کی پنچایت یعنی مقدموں کے باہمی فیصلہ کرنے کا طریق قابل ذکر ہی جس طرح سے پارسیوں کی گریز ایران سے ہوئی اس حالت میں مذہبی یا سوشیل قانون باقی نہ رہنا یا بہت کچھ مٹ جانا ایک قدرتی امر تھا اور جیسے کہ ہر چھوٹی جماعت کا دستور ہی۔ ہر قسم کے جھگڑے فساد۔ ناچاقیوں کا فیصلہ سردار کے ہات ہوتا ہی۔ اسی طرح ان کا بھی فیصلہ یوں ہی ہوتا رہا۔ مگر جوں جوں زمانہ گزرتا چلا، توں توں ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ کوئی ٹھیک طریقہ نہیں ہی۔ اور ہندؤں کا جو طرز تھا وہ اختیار کرکے کل باتوں کا فیصلہ اس کے موافق کرنے لگے۔ یعنی ایک پنچایت قائم کی۔ "یا محکمہ عدالت" جس کے یہ معنی کہ اپنی قوم کے چند پیشہ ور معزز آدمیوں کا متفق زمرہ فیصلوں کے لیے منتخب ہوا۔ یہ طریق شکستہ حالی میں مدت تک جاری رہا اور اٹھارہویں صدی کے شروع میں زیادہ باقاعدہ صورت سے مستحکم پیمانے پر قائم ہوا۔

پہلے پہلے تو ان پڑھ لوگ اس دانشمند گروہ کے کل فیصلوں کو بے سمجھے بوجھے قبول کرلیتے تھے۔ مگر جس قدر جلد اس قوم نے ترقی تعلیم و تربیت میں کی اتنا ہی پنچوں کو مشکل کا سامنا ہوا۔ کیونکہ پنچایت کوئی مذہبی گروہ نہیں تھا کہ ہر شخص

بغیر جانے بوجھے سرتسلیم خم کرتا۔ مگر پارسیوں نے یہ زمانہ بھی خوبی سے سنبھال لیا۔ پنچایت روز بروز دن پر ہی رہی۔ اس کی بنیاد کو ہلانا ناممکن ہوا۔

اگر قوم میں کوئی جھگڑا فساد یا نا اتفاقی ہو۔ وہ فوراً پنچایت میں پیش کیجاتی ہے اور جو فیصلہ اس نے کیا۔ اسپر چلنا فرض ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا سرکش ہو جو نہ مانے تو وہ جماعت سے باہر کیا جاتا ہے۔ قوم کی کسی چیز میں شریک نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اگر اسی سرکشی میں مرجاتا ہے تو دفن کفن پارسی طریق سے ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لیے پنچایت کا کیا ہوا فیصلہ ہر شخص کے لیے آخری فیصلہ ہے۔

اب پارسیوں کی تعلیمی حالت سُنیے۔ پارسی جب ایران سے آئے تو انکی زبان فارسی تھی۔ لیکن انھیں بہت جلد اس کو ترک کر دینا پڑا۔ اور اُن ہندوؤں کی زبان گجراتی کو اختیار کرنا پڑا جن کے ماتحت ان کو رہنا تھا۔ شروع شروع میں اسی زبان میں تھوڑی بہت تعلیم ہوتی رہی۔ جب یہ لوگ سُورت میں آئے اور انھیں فرنگیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو فوراً انھیں انگریزی میں دخل ہو گیا اور بہت جلد ٹوٹی پھوٹی بولنے بھی لگے۔ ۱۸۲۰ء کے شروع میں بمبئی میں دو تین انگریزی مدرسے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ طالب علم پارسی تھے۔ پارسیوں میں اعلیٰ تعلیم جاری ہوئے تقریباً سو سال ہوئے ہیں۔ آنریبل ماؤنٹسٹوارٹ الفنسٹن کو علم کا بیحد شوق تھا اور وہ اس کے بڑے حامی تھے۔ اُنھوں نے ایک کمیٹی قائم کی اور اپنی ذاتی کوشش سے ان لوگوں میں علم کا شوق پیدا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ صاحب ہندوستان سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے

عام طور پر چندہ جمع کیا اور اُن کی یادگار میں ایک بہت بڑا کالج قائم کیا جس کا نام الفنسٹن کالج ہی۔ اور جو آج بمبئی کا سب سے بڑا کالج گنا جاتا ہے۔ اس چندے میں سب سے زیادہ روپیہ پارسی صاحبوں نے دیا تھا گوکہ تعداً ہیں پارسیوں سے ہندو بدرجہا زیادہ ہیں۔ لیکن عجب بات تو یہ ہی کہ اس کالج میں آج تک ہمیشہ پارسی طلبا کا نمبر ہر قوم سے زیادہ رہا ہی۔ مسلمان حضرات کا بیان کرنا تو فضول اور بے فائدہ معلوم ہوتا ہی کیونکہ ان کو نہ تو کبھی علم سے شوق ہوا ہی اور نہ ہوتا نظر آتا ہی۔ پارسیوں میں غریب غربا میں بھی کوئی ایسا نہیں ہی جو انگریزی پڑہنے لکھنے سے ناواقف ہو۔ انھوں نے قسم قسم کی تدبیریں اپنی قوم کی ترقی کے لیے اختیار کی ہیں ۱۸۴۲ء میں جب سر جمشید جی جی جی بھائی کو سب سے پہلے نائٹ کا رتبہ ملا تو پارسیوں نے اس موقع پر اپنی خوشی کا اظہار اس طور پر کیا کہ اُنھوں نے ایک بہت بڑی رقم اپنی قوم سے جمع کی اور مغربی اور مشرقی عمدہ عمدہ کتابوں کا گجراتی میں ترجمہ کراکر تمام قوم میں کتابیں مفت سر جمشید جی کے نام سے بٹوا دیں۔ اس ذریعہ سے قوم کے تمام لوگوں کی معلومات کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا۔ اور سر جمشید جی کا مقصد اصلی جو قوم میں تعلیم بڑہانے کا تھا اچھی طرح سے پورا ہو۔ سر جمشید جی پر اس کا اس قدر اثر پڑا اور اسقدر قوم کے ممنون ہوئے کہ بہت برسوں سے ایک تجویز جو ان کے خیال میں تھی اس کو فوراً اپنی قوم کی بہبودی کے لیے پیش کیا۔ اور تین لاکھ خود اپنی طرف سے اور کچھ روپیہ لیڈی جمشید جی اور کچھ روپیہ اپنے خاندان کی طرف سے گورنمنٹ کو دیا جس کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار روپئے

ہوتی تھی اور اسے پارسیوں میں تعلیم پھیلانے کے لیے مخصوص کیا۔

اس آمدنی سے چار سکول لڑکوں کے لیے اور تین سکول لڑکیوں کے لئے بمبئی میں اور آٹھ لڑکیوں کے لیے اور سات لڑکوں کے لیے اضلاع میں قائم ہوئے۔

ان کے علاوہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بمبئی میں فورٹ پریپرٹیڈی سکول اور فورٹ ہائی سکول قائم ہوئے۔

ان مدرسوں کا نتیجہ پارسیوں میں بہت ہی جلد نمودار ہونے لگا۔ ماسٹر ڈاکٹر انجنیر بیرسٹر جج۔ ان سب عہدوں پر پارسی پہنچ گئے اور انگلینڈ بھی بہت سے گئے۔ سب سے اول جو بیرسٹری کے لیے گئے وہ سرفیروز شاہ مہتا تھے کہ جو آج اس قدر ممتاز ذی ہیں۔

نامی گرامی دادابھائی نوروجی۔ پہلے شخص تھے جن کو ریاضی اور علم طبیعات کے پڑھانے کی کرسی ملی۔ بہت سی بیویاں بھی ان میں بہت جلد لکھ پڑھ کر قسم قسم کے عہدوں پر پہنچ گئیں۔ ڈاکٹر نرس معلمہ۔ ان سب کاموں میں پارسی عورتیں طاق ہو کے۔ اپنے اپنے کام سے لگ گئیں۔

جب انجنیری کا کالج کھلا تو طالب علموں میں پارسیوں کی تعداد بڑھتی ہی ہوئی رہی۔ اور بمبئی کے اگزکٹو انجنیری کا عہدہ کاؤس جی مرزبان کو ملا۔

تعلیم نسواں یوں شروع ہوئی۔ کہ چند جوشیلے جوانوں نے اس جھنڈی کو اٹھایا اور بہت سخت کوشش کی لوگوں میں اس کی ضرورت کا چرچا پھیلایا۔ روپیہ جمع کیا اور بہت سے مدرسے قائم کر دیئے۔ ترغیب کے لیے اول تو بالکل

فیس معاف رکھی گئی اور بعد میں کچھ تھوڑی سی فیس رکھ کر پڑھانے لگے سنہ ۱۸۴۹ء میں ایک نہایت ہی عمدہ مدرسہ لڑکیوں کے لیے قائم ہوا جس میں پہلے ہی روز پچاس لڑکیاں داخل ہوئیں اور اس تعداد میں بہت ترقی ہوئی سنہ ۱۸۶۷ء میں خورشید جی شراف کی کوشش سے نہایت اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس کا نام الگزنڈرا گرلز سکول رکھا جو آج بمبئی میں سب سے اعلیٰ درجے کا زنانہ مدرسہ ہے۔

جب پارسیوں نے تعلیم کیلئے ایسی سر توڑ کوشش کی اور عورتوں مردوں کو لکھا پڑھا کر ہر قسم کے دنیاوی کاروبار کے لائق بنا لیا تو اُن کی اس ترقی کا آغاز ہوا جسے ہم آج اسقدر تعجب سے دیکھتے ہیں اور جس کی دشمن و دوست سب داد دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان میں بڑے بڑے اُمرا ہیں اور اُن کی امیرانہ فیاضی نے قوم کے لیے مدارس و تعلیم گاہیں بکثرت کھول دی ہیں لیکن خود وہ اُمرا ایسی تجارت سے امیر بنے ہیں جو علم پر مبنی ہے۔ اور جو فیاضیاں اُنھوں نے کی ہیں۔ اُن میں بیشتر علمی کاموں کے لیے کی ہیں۔ امیر پارسیوں کی فیاضیوں اور مرتے دم کی وصیتوں کے بعض نمونے ایک علحدہ مضمون میں جمع کرکے پیش کیے جائینگے تو معلوم ہوگا کہ پارسیوں کی فیاضی عموماً کیسے مفید اُمور کی طرف مائل رہی ہے۔

عطیہ فیضی

سیر یورپ

(از ہر ہائی نس بیگم صاحبہ جزیرہ جنجیرہ)

پیرس ۸ مئی ۱۹۱۲ء - کپڑے پہن کر ہم نے لنچ کھایا اور موڈ ایلان مشہور رقاصہ کی رقاصی دیکھنے کو چلے - کئی دن سے خیال تھا کہ جائیں مگر ہجوم کی وجہ سے ٹکٹ نہیں مل سکے - آج ہم وقت پر پہنچے پہلے اور اور تماشے ہوتے رہے ایک شخص نے ہنساتے ہنساتے لٹا دیا - وہ آپ گر پڑتا تھا اور چیزیں گرا دیتا تھا مگر کس صفائی اور چستی سے کہ اپنے آپ کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچے اور چیز کو بھی نقصان نہ ہو - ایک میز پر طشتریوں کا انبار رکھا ہوا تھا اور صراحیاں جام وغیرہ کئی چیزیں موجود تھیں اس نے نیچے کا میز پوش جھٹکے سے کھینچ لیا مگر ایک چیز بھی بے ٹھکانے نہ ہوئی اور میز پوش نکل آیا - اسی قسم کے متفرق شعبدے الگ الگ شخصوں نے کیے اور کئی کرتب دکھائے - ان کے بعد موڈ کی باری آئی - اس کے ناچ میں کوئی خاص بات ہمیں تو نظر نہ آئی سوائے اسکے کہ تبلانے کے ہنر میں کسیقدر ماہر تھی جیسے کہ ہمارے ہندوستان میں گانے والیوں کا طرز ہے - جو اس ملک کے لیے انوکھی بات معلوم ہوتی ہے - کیوں کہ اس ہنر کے متعلق خاص کر اخباروں میں تعریف درج کی گئی ہے - اور ننگے پیروں ناچنا یہ بھی یہاں نئی بات ہے - البتہ لباس تعجب خیز بلکہ حیرت انگیز سجاوٹ کا تھا وہاں سے نکلے تو میڈم ٹوسو کی مستقل نمایش میں گئے - جہاں قدِ آدم موم کی

...میں بکثرت موجود ہیں اور بہت سے تاریخی نظارے دکھائے گئے ہیں
وہاں ایک دربار سا بنا ہوا تھا جس میں بادشاہ ملکہ شہزادے۔ شہزادیاں
فرانس کے پریسیڈنٹ مانے جو ابھی ہوکے گئے ہیں ان سب کی صورتیں
نہایت عمدہ بنائی تھیں اور بعینہ جو نقشہ بال کی شب ہم نے بچشم خود دیکھا تھا
وہی خاکہ موجود تھا۔ ایسا عجیب اثر ہوا گویا اُس روز کا سماں آنکھوں میں پھر گیا
ملکہ تو بالکل جیتی جاگتی ہو بہو وہی معلوم ہوتی تھیں اور دوسری بھی ایسی ایسی
نقلیں تھیں کہ میں واقعی متعجب ہوئی یعنی کتنا کمال کیا ہے کہ ہم مشاہیر دنیا
کو یوں دیکھیں جیسے ہمارے سامنے ہیں ہنر کو کون سے درجے پر پہنچایا ہے۔
غور کرنے کی جگہ ہے۔ ایک عورت زخمی ہوکر پڑی ہے اور خاصا دم لے رہی ہے
دم کی آمد و رفت کا بندوبست کس خوبی سے کیا ہے۔ ایک حصہ اس نمائش کا
ہے جسے "چیمبر آف ہورر" کہتے ہیں یعنی "مہیب مناظر کا کمرہ" یہ واجبی نام دیا ہے
ایک ایک خونی کی صورت خدا کی پناہ۔ کہیں کسی کو پھانسی دیتے ہیں کسی
کی گردن اُڑ رہی ہے۔ کوئی خاک و خون میں لت پت پڑا ہے۔ میری انٹوانٹ
ملکہ فرانس کی خون بھری گردن اور سر دیکھ کر جی بگڑ گیا۔ لیڈی جین گرے
کی مایوسی کی حالت بہت ہی متاثر کرنے والی ہے۔ نیلسن کی قریب المرگ صورت
دکھائی گئی ہے جب وہ جہاز پر لڑائی میں گرا ہے۔ اگر ان چیزوں کو دیکھ کر
انسان کو تعجب نہ معلوم ہو تو حیرت ہے۔ واقعی کمال کیا ہے۔ یہ عبرت انگیز نقشہ
دیکھ کر ہم اپنے ہوٹل کے سامنے کے باغ میں آ بیٹھے۔ اس شہر کا یہ بہت ہی
عمدہ دستور ہے۔ بیچ میں ایک بڑا زمین کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ سہ گوشہ یا مربع۔

یہ مکان اور رستوں کی حالت پر منحصر ہے۔ اس میں باغیچہ بنا لیتے ہیں۔ ہمارا باغ کوئی پاؤ میل لمبا ہوگا۔ اور خوب چوڑا ہے۔ اس کے چوگرد عمدہ سڑک ہے اور سڑک سے پرے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ تمام لندن اسی طرح مرتب ہے۔ اور اس سے ہوا اچھی رہتی ہے اردگرد کے باشندوں کو گرمیوں میں سیر کے لیے اچھی سیرگاہ ہوتی ہے۔ اس میں کچھ درخت ہیں۔ گھاس بھی ہے اور چند پودے پھولوں کے بھی ہیں اور صاف ستھری روشیں ہیں۔ اور وسط میں لکڑی کا سائبان سا بنا ہوا ہے کہ بارش وغیرہ آئے تو آدمی اس میں پناہ لے سکے بچے اکثر سیر کے لیے آتے ہیں۔ قاعدہ ایسا ہے کہ اطراف کے رہنے والوں کے پاس اس باغ کے پھاٹک کی کنجی رہتی ہے۔ تاکہ خاص لوگ سیر کرسکیں عام لوگوں کی رسائی منظور نہیں اس کو ترتیب سے اور اچھی حالت میں رکھنا کونٹی کونسل کا ذمہ ہے اس سے پیشتر ہم باغ میں کبھی نہیں گئے تھے افسوس کہ اس سیر سے محروم رہے اور کاموں میں اور ملاقاتوں میں وقت اس قدر رُکا ہوا رہتا ہے کہ اس قریبی سیر کا موقع ہی نہ آیا۔ آج ذرا سا موقع تاک کے چلے گئے اور خوش ہوکے آئے۔ سوا نو بجے تک خاصی روشنی رہتی ہے۔

۹ جون ۱۹۱۰ء منگل۔ آج کا دن نہایت پرلطف گزرا۔ صبح اُٹھے ہی تھے کہ مس سامیول آموجود ہوئیں۔ یہ ضعیفہ بڑی اچھی ہیں۔ ہسپتال کو دیکھنے کے لیے جو دن مقرر تھا وہ بدلا۔ کیونکہ مقررہ وقت کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ آج کل ایک مذہبی تیوہار کی تعطیل ہے اس لیے لندن بالکل خالی ہوگیا ہے۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ اس ملک کا کیا رواج اور رسم ہے کہ جس سے ہوسکتا ہے ایسی

تعطیل میں باہر کہیں نہ کہیں سیر کے لیے چلا جاتا ہی۔ یہاں تک نوبت پہنچی ہو کہ لندن کی بستی میں ظاہری فرق نظر آنے لگتا ہی، واقعی چستی اور چالاکی انکی خمیر میں ہی۔ ہمارے ہوٹل میں بھی یہی حال ہی۔ شاید ہی کوئی ہمارے سوا باقی ہو۔ مگر یہ دیکھنے کی بات ہی کہ جانے والوں نے کمرے چھوڑے نہیں غدا جانے اتنا دوہرا تہرا خرچ کیونکر برداشت کرتے ہیں۔ اور یہ کس سے کیونکر ہو سکتا ہی یہ میری سمجھ میں نہیں آتا ہی خیر یہ ایسے معاملے ہیں کہ شاید زیادہ اسی ملک میں رہو تو سمجھو:

بڑی بی اچھی طرح بیٹھیں اور رخصت ہوئیں اس کے بعد ہم نے دو گاڑیاں منگوائیں اور نمائش میں چلے۔ ایک خاص جگہ پر سب کے اکٹھے ہونے کی قرارداد تھی۔ وہاں پہنچے۔ بھائی قمرالدین۔ بہن وزیر اور بہن نسیمہ موجود تھے بھائی ازہر اور لیلا کا پاؤ گھنٹہ انتظار کیا۔ نہ آے تو پھر ہم سب آگے بڑھے نمائش گاہ میں اگر کوئی پیدل چلنا نہ چاہے یا کم چلنا چاہے تو گھنٹے کے دو شلنگ دیکر ایک گاڑی ساتھ رکھ سکتا ہی۔ ہم سب چلنے کے شوقین تھے اس لیے ضرورت نہ ہوئی۔ پہلے ایک دو چھوٹے حصّوں میں گئے اور پھر سیدھی جواہرات کے حصے میں جہاں دماغ مہک اُٹھا۔ سمجھ نہیں سکتی ہوں کہ اس بے نظیر ذخیرے کا ذکر کن الفاظ میں شروع کروں! ایسے ایسے نادر الماس رکھے ہوے تھے کہ ہوش اُڑ گئے۔ اگر انہی دنوں میں بڑودے کے جواہرت نہ دیکھے ہوتے تو ان دانوں کو دیکھکر اور حواس باختہ ہو جاتے۔ الماس کن کن رنگوں کے ہو سکتے ہیں۔ انکا خواب و خیال نہ تھا۔ پکھراج جیسی

بالکل ہیرا۔ یاقوت سُرخ زرد سبز لیمونی سیاہ۔ مطلب یہ کہ دنیا بھر کے رنگوں کے۔ حضور کو نہایت درجہ حظ آیا۔ سفید اور آسمانی الماس تو غضب خوبصورت تھے۔ امرود کے ڈول کے بھی چند تھے اور زمارکیز جیسے بھی دیکھے جو قیاس و گمان سے بڑھ کر تھے نایاب۔ گلابی موتی کی لڑیاں دیکھیں پیر جننے بڑے کس موزونیت سے پروئی ہوئی۔ واہ واہ۔ بعضے دانے الگ ایک ایک ایسے بے عیب اور بے داغ کہ دیکھکر پھڑک گئی حقیقت میں عجائب مجموعہ تھا مگر یاقوت و زمرد تھوڑے دانے عمدہ تھے۔ بن بنائے زیورات کا بیان تقریباً ناممکن ہی۔ مگر ان سب میں سے جس چیز پر کہ میں وجد میں آگئی اس کی کاریگری اعلیٰ درجے کی تھی۔ ایک سر کا تاج سا ایک بروچ اور بریسلٹ تھی۔ پلاٹنم کی جالی بنائی ہوئی جس کو سیاہ رنگ کر کے نیٹ کی لیس کا مشابہ بنا دیا تھا۔ جس پر تمام نقش و نگار الماس سے کیا ہوا۔ کنگرے پھول وغیرہ سب الماس سے بنے ہوئے بعینہ سچی سیاہ جالی کی لیس معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس میں نرمی اور لوچ اور نزاکت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بریسلیٹ گویا اٹرشن[1] جس میں جابجا جھالر بنی ہوئی تھی۔ خیال کی نازکی پر غور کرو کہ کس نہنائے ہنر کی چیز بنائی تھی۔ ان تمام چیزوں میں مال بہت نہیں تھا مگر بناوٹ کی خوبی اور انوکھا پن اس حد پر ہے کہ بیان سے زبان قاصر ہے۔ بناتے بناتے دو[2] سال لگے جب کہیں جا کر طیار ہوا۔ تاج کی قیمت نو سو پاؤنڈ۔ سب چیزوں کی جو اس کے ساتھ ہیں تیس ہزار پاؤنڈ جس میں بمشکل پانچ ہزار کا اصل مال ہوگا

---

[1] یعنی دونوں طرف یکساں لیس جو اکثر کپڑوں کے بیچ میں ٹانکی جاتی ہے۔

لیکن جو نیت تھی سو محنت کی۔ سچ ہے کہ ایسے کامل ہنر کو دیکھکر عجب اثر ہوتا ہی جب یہاں سے کسیقدر سیر ہوئے تو آگے بڑھے۔ وقت زیادہ ہونے کے سبب بھائی قمر الدین لنچ کے لیے گئے کھانے سے فراغت پاکر تصویر خانے میں گئے۔ جہاں داخلی ہال میں سنگی مورتیں تھیں اور ارد گرد کے سات آٹھ کمروں میں انگلستان کی بہترین تصویریں موجود تھیں۔ مجھ سے پرنس آف ویلز نے کہا تھا کہ امیر امرا کے پاس جو نامی مصوروں کی تصویریں تھیں وہ فقط ریٹی ہٹ اُن لوگوں نے مستعار نمائش کی زیبائش کے لیے رکھنے کو دیے ہیں اس لیے یہ موقع ہی کہ عمدہ سے عمدہ تصویروں کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تمام انگلش ہنرمندوں کی نقش کی ہوئی تصویریں ان کمروں میں تھیں۔ اسی طرح دوسری جانب فرانسیسی تصویروں کا گروپ لگا ہوا تھا جس کو بوجہ تنگی وقت ہم نہ دیکھ سکے افسوس! اگر دوبارہ جانے کا قصد رکھتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ پیشتر ایک جگہ ایسا تصویروں کا خزانہ اکٹھا نہیں ہوا۔ اب چونکہ فرانس اور انگلینڈ میں اتحاد اور دوستی بڑے زور پر ہی اس لیے یہ تمام برتاؤ ایسے دوستانہ طرز پر ہو رہا ہی۔ تاحدیکہ بعض اشیا جو فرانس کے احاطے سے باہر نہیں گئی تھیں۔ خاص اس موقع کے لیے فرانس سے آئیں۔ جہاں دیکھو یہی چرچا اور تذکرہ ہی خیر دو گھنٹے سیر کی اور چاء خوری کر کے اُسی حصے میں گئے جہاں قسم قسم کے تماشے ہو رہے تھے۔ ایک چیز جسکا نام۔ فلپ فلیپ تھا جہاں جانے کا کچھ کچھ خیال کرتے تھے مگر شکر کہ نہ گئے! وہ بے حد بڑے لوہے کے ہات سے بنے ہوئے ہیں جس کے آخر میں ٹوکریاں لٹکی ہوئیں۔ ان میں ۲۵-۳۰ آدمی

ایک وقت میں بیٹھ سکتے تھے یہ ٹوکری سانچوں کے زور سے زمین سے اوپر جاتی اور پھر ادھر والوں کو اسطرف اُتارتی اور اُدھر والوں کو اس طرف۔ اس میں مزا یہ تھا کہ ہوا میں لٹکتے ہوئے تمام نمائش کو اوپر سے بخوبی دیکھ سکتے ہیں جس وقت ہم جانا چاہتے تھے اُس وقت ایک اور گروہ بیٹھ کر گیا آدھے رستے میں پہنچے اور سانچے میں کسی قسم کی خامی پیدا ہوئی اس سبب سے جہاں تھے وہاں سے وہیں لٹکتے رہے اور نمائش دیکھنے کی ہوس میں آپ ہی نمائش بن گئے!! خیر ہم تو وہاں سے چلے گئے اور کچھ کانچ کی چیزیں بنتی تھیں وہ دیکھیں۔ اور کچھ اور تماشے دیکھے اس میں کوئی گھنٹہ بھر گزر گیا۔ مگر جب فلپ فلپ کے قریب آئے تو دیکھا کہ اسکی سیر کرنے والے غریب ہنوز عالم بالا کی ہوا کھا رہے ہیں اور اسی طرح معلق ہیں۔ ہم نے دوبارہ خدا کا شکر ادا کیا کہ اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے اور بچے رہے۔ رات کو ازہر سے سُنا کہ آخر وہ بات درست ہوئے اور گرفتاران بلا سلامتی سے زمین پر واپس آگئے بھائی عطیہ اور میں ہنوز دیکھنے اور سیر کرنے کی طرف مائل تھے۔ اسیلیے ایک دو گھنٹے لباس کے علاقے میں پھرے۔ فرنیچ شوقینوں نے اس ہنر کو کس درجے پر پہنچایا ہی یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ اب کلابتونی اشیا رواج پا رہی ہیں مگر کوئی انتہا ہی۔ کتنی خوبصورت ملاوٹ کرتے ہیں اور کیسے کیسے نتیجے ملاحظے میں آتے ہیں کہ عقل کام نہیں کرتی۔ سیکڑوں عجائب نمونے رکھے ہوئے تھے ان میں سے چند کے بیان کرنیکی کوشش کرتی ہوں۔ ان دنوں فیشن ایسا ہی کہ بے اختیار دل راغب ہوتا ہی۔ ایک ایک پوشاک آرٹش کردہ سے

ے ایک تاگوں سے گوندھی ہوئی آرش کردے ایک خاص قسم کی چیز ہے
جو معمولی گردنے سے الگ ہوتی ہے اس میں قسم قسم کے پھول پتے گوندھے
جاتے ہیں بعد میں کاغذ یا کپڑے پر لفشہ کھینچکر ٹھیک طور سے ٹانکے جاتے ہیں۔ اور
درمیان میں کاٹنے کے جالی بنائی جاتی ہے اس پانٹ لیس کے ڈھب سے
ٹکے ہوئے کپڑے پر سے گویا جالی ہی الگ کی جاتی ہے۔ اس طرح نہایت
دقت اور محنت سے یہ لیس طیار ہوتی ہے اور حد درجہ گراں قیمت ہوتی ہے۔ آج
ہی کے ڈھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ برف جیسی سفید کاریگری کا نمونہ معلوم
ہوتی ہے۔ غور کی جگہ ہے کہ تمام لہنگے اور بلاؤس اس کردے سے بھرپور ہوئے
تھے۔ مگر اس کی سلائی بھی نمونہ ہنر ہوتی ہے طیار ہو کر نہایت دل کش چیز
بنتی ہے۔ ایک اور لباس نے بہت حیران کیا۔ اس کے نیچے مور کے تین عدد
بکھرے ہوئے اور تمام پر قدرتی رنگوں سے بھرا ہوا اور جو حصہ پیسے جیسا
ہوتا ہے اس جگہ سچے مور کے پیسے کو لگا دیا تھا! بھرت میں یہ کمال تھا کہ پر
کہاں سے شروع ہوتا تھا اور بھرت کی حد پر ختم۔ اس کی تمیز ہو نہیں سکتی
تھی اس قدر عمدہ نقل قدرت کی کی تھی کہ سبحان اللہ۔ اس خیال پر صاد ہے
کہاں سے ان لوگوں کے مغز میں سماتا ہے۔ نادر لیس دیکھیں میں کلاتو نی
فیتے بنے ہوئے جن پر رنگا رنگی ریشم سے چینٹ بھرت کے مشابہ بھرت تھی
کئی لباس اس قسم کے تھے کہ ایک جگہ سے لباس کے ایک حصہ کو تھام کے
دوسری جگہ بروچ لگا دیا۔ اسی ذرا سے خیال نے لباس کی خوبی کو دہ چند کر دیا
تھا! ان لباسوں کی نمائش کے لیے قد آدم پتلیوں کو سجایا تھا کہ جن کی خوبصورتی

قابل تعریف تھی۔ ان پتلیوں کی شکل عمدہ۔ بدن سڈول اور بال نہایت موزوں تھے بہت ہی اچھا ہوا کہ ہم نے یہ حصہ دیکھ لیا۔ ان کے علاوہ جاڑوں میں پہننے کے لباس دیکھے۔ سردیوں میں امیروں کے لیے خاصا عیش ہے۔ تمام فرق قسم کے لباس اور اس ترتیب اور وضع سے رکھے ہوئے اور اس قسم کا نظارا کہ شروع سے آخر تک کیا کیا ہوتا ہے اس کا خاکہ سمجھ میں آجائے۔ قاقم کس طرح ہم پہنچاتے ہیں کس طرح درست کرتے ہیں اور لباس طیار کرتے ہیں سو سب پوری طرح ایک ناواقف کے بھی خیال میں لحظہ بھر میں سما جائے۔ اخیر کا تماشا یہ ہے گویا لیڈیوں نے قسم قسم کے پوستین پہنے ہیں جن میں کوئی گاڑی میں سوار ہونے کے لباس میں ملبس کوئی سکیٹ کرنے یعنی جمے ہوئے برف پر چلنے کے لباس میں۔ کوئی پیدل سیر کرنے کی قطع بنائے ہوئی۔ مگر لباس کی وضع ایسی کہ ہر کسی کو تو تمنا پہننے کی ہوس پیدا ہو جائے۔ جوتوں کی دکانوں میں گئے تو اور ہی عالم نظر آیا۔ ایسی ایسی نازک اور خوبصورت جوتیاں کہ اور جگہ کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ پرخانے میں گئے تو سیکڑوں ترکیبوں سے اس حقیر چیز کو کارآمد ثابت کیا ہوا ہے۔ پر کے پھول مگر ایسے بنائے ہوئے کہ دھوکے سے خوشبو سونگھنے کو بے اختیار جی چاہتا تھا۔ اسی طرح مختلف طریقے اور وضع سے پروں سے کام لیا گیا تھا۔ وہاں سے چلکر خوشبو خانے میں گئے۔ طرح طرح کی خوشبو کے کا غذ اور چھوٹی چھوٹی شیشیاں دیکھیں کوئی ساڑھے سات بجے ہم واپس لوٹے:۔

شمرو کی بیگم

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

دیوان رائے سنگھ کی پیچے دار پگڑی ایسی ہی جیسے دلّی کے جوہری پہنتے ہیں۔ جوتا گھیتلی جوتی کی وضع کا ہی جس کی نوکیں بڑی بڑی اور مڑی ہوئی ہیں۔ پاجامہ ایک بڑا ہی اُسپر جامہ وار کی الخالق پر شالی کامدار چادر داہیں ہات میں لپٹے ہوئے کاغذ اور بائیں ہات میں قلمدان ہی۔

پیچھے بائیں کونے پر بیگم کے فوجی مصاحب اور رسالے کے افسر عنایت اللہ کی مورت ہی۔ اس کا لباس ایسا ہی جیسا غدر سے پہلے دہلی کے شہزادے پہنتے تھے اور اب بھی بعض پرانی وضع کے شاہزادے استعمال کرتے ہیں سر پر کمرکھ چوگوشیہ ٹوپی۔ پاؤں میں فوجی بوٹ۔ آڑا پاجامہ۔ اُسپر چپکن سینے پر سے تنگ۔ صرف نیچے کا ایک بٹن لگا ہوا باقی سب کھلے ہوئے آستینیں بازو پر سے خوب کھنچی ہوئی اور سرے پر سے چاک۔

پیچھے بائیں طرف بشپ جولیس سیزر کی مورت ہی۔ بیگم ان کی بہت معتقد تھی ان کا لباس قریب قریب ویسا ہی ہی جیسا آج کل رومن کیتھولک پادری استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ایک نیچا پاؤں تک کا چغہ ہی اور سر پر بے چھجے کی اونچی ٹوپی۔ کمر میں ایک ڈوری بندھی ہوئی ہی جو رومن کیتھولک پادری ہونے کی علامت ہی۔ اس کو زنّار نصاری کہتے ہیں۔

جس چبوترے پر یہ مورتیں ہیں اُس کے تین پہلوؤں پر منبت کام کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ دائیں طرف بیگم کے دربار کی تصویر ہے جس میں ایک تخت پر بیگم بیٹھی ہے اور بہت سے ہندوستانی اور یوروپین افسر کھڑے ہوئے اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آگے کی طرف گرجا کی تقدیس اور افتتاح کا نقشہ ہے۔ اس میں ایک پادری صاحب کرسی پر بیٹھے ہیں اور اُن کے پیچھے اُن کے ماتحت پادری کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے بیگم بارعب کھڑی ہے اور بیگم کے پیچھے اُس کے خاص خاص یوروپین افسر۔

بائیں طرف بیگم کا جلوس ہے۔ بیگم ایک ہاتھی پر عماری میں بیٹھی ہے آگے پیچھے اُس کے پیادہ اور سوار فوج ہے۔ ایک توپ خانہ بھی ساتھ ہے جس میں بیل جُتے ہوئے ہیں۔

ان تینوں تصویروں میں بھی مورت کی طرح بیگم کے سر پر جھومر لگا ہوا ہے معلوم نہیں کہ خود بیگم ہی کو جھومر سے اسقدر شوق تھا کہ کبھی نہیں اُتارتی تھی یا مصور کی کارگزاری ہے کہ کبھی جھومر کو اُس کے سر سے جُدا نہیں کرتا۔

یہ پانچوں مورتیں اصلی ہیں یعنی اُن لوگوں کے صحیح نقشے ہیں جو کبھی زندہ تھے مگر یہ سات مورتیں جو نیچے ہیں فرضی ہیں یعنی کوئی مورت کسی ایسے آدمی کی نہیں ہے جو کبھی زندہ تھا۔ تشبیہات و استعارات ہیں۔ ان کے سمجھنے سے اگر سمجھ میں آجائیں تو وہ کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ سمجھا نہیں سکتے۔ کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان و قلم ان کی تشریح سے عاجز ہے۔

نیچے کے چبوترے کے چاروں کونوں پر جو چار مورتیں ہیں انہیں

گے۔ اس طرف ایک عورت بڑا سا گھونگٹ نکالے جھکی ہوئی بیٹھی ہے۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جو بل کھا رہا ہے۔ کیسا تیز ہے۔ ہاتھوں میں سے نکلا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دانائی کی مورت ہے مگر مجھ ناقص العقل کی عقل ناقص میں یہ بات نہیں آتی کہ ایک عورت کے گھونگٹ نکال کر سانپ لے بیٹھنے میں دانائی کا کیا اظہار ہوتا ہے۔ میری رائے میں تو سانپ کو ہاتھ میں پکڑنا بڑی بیوقوفی ہے۔ لہذا اگر اس عورت کو نادانی کی مورت کہا جائے تو بجا ہے۔ لیکن میں کیا اور میری ناچیز رائے کیا۔ دانایان فرنگ نے ضرور اس میں کوئی بات رکھی ہو گی۔ اس عورت کے مقابل بائیں کونے پر ایک مرد بیٹھا ہے جو کچھ کھا رہا ہے صورت سے غربت و مسکینی اور پریشانی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ غم کی مورت ہے مگر غم کی حالت میں تو کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا یہ کیا کھا رہا ہے؟ کیا غم ہی کھا رہا ہے؟ اوہو اب سمجھ میں آیا یہ مورت حضرت آدم کی ہے اور وہ حضرت حوا کی۔ حضرت آدم اور حضرت حوّا دونوں میاں بی بی بڑے آرام سے جنت میں رہتے تھے۔ شیطان کو ان سے سخت عداوت تھی کیونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ اسی خاک کے پتلے کی وجہ سے میری عزت خاک میں ملی ہے۔ علاوہ ازیں اب شیطان کو جنت میں جانے کی ممانعت ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے وہ اور بھی ان سے جلنے لگا تھا اور اس فکر میں تھا کہ کسی طرح ان کو جنت میں سے نکلوائے۔ آخر ایک دن اُس نے دیکھا کہ جنت کا ایک خوبصورت جانور جس کو مور کہتے ہیں جنت کے باہر چُگ رہا ہے۔ اس کو یہ معلوم تھا کہ یہ جانور سانپ کو بھی کھا جاتا ہے مگر سانپ اسکو ہضم نہیں ہوتا۔

اس وجہ سے سانپ بنکر مور کے سامنے گیا۔ مور نے اس کو کھا لیا۔ اور جب جنت میں گیا اپنی عادت کے موافق اگل دیا۔ اس طرح شیطان جنت میں پہنچکر حضرت حوا کے پاس گیا اُن کو اور ان کے ذریعے سے حضرت آدمؑ کو گیہوں کھلوا دیا۔ اسکے کھاتے ہی دونوں جنت سے نکالے گئے۔ وہاں سے نکلنے کا جیسا غم حضرت آدم کو ہوا ویسا اُن کی اولاد میں کسی کو آج تک نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ شیطان اس ترکیب سے اپنی کوشش میں کامیاب ہوا۔ دیکھو اس سے اُس کی کیسی عقلمندی ظاہر ہوتی ہی۔ بھولے بھالے آدم پر سب سے پہلے جو دانائی کا اظہار ہوا وہ عورت اور سانپ کے ذریعہ سے ہوا۔ اسوجہ سے عورت اور سانپ کی مورت کو دانائی کی مورت کہنا بجا ہی۔ اور غم کا جو سب سے پہلے احساس ہوا وہ کھانے کے سبب سے ہوا۔ چنانچہ آج تک اُسکی اولاد اسی غم میں مبتلا ہی کسی کو پیٹ کے دھندوں سے چھٹکارا نہیں ہی اس مورت کو غم کی مورت کہنا صحیح ہی۔ ان دونوں مورتوں سے شاید یہہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ بیگم عقل مجسم تھی کسی کے دھوکے میں نہیں آتی تھی۔ نیز یہ کہ اس کے دل میں رنج کا بھی بہت احساس تھا اپنی غلطی پر سخت متاسف ہوتی تھی۔ میری سمجھ میں تو یہ آیا ہی اب معلوم نہیں کہ بنانیوالے کا بھی یہی مطلب ہی یا کچھ اور۔

پیچھے دائیں کونے پر ایک جوان عورت نہایت بیباکی اور بے پروائی سی شیر ببر کے اوپر ایک پاؤں رکھے کھڑی ہی۔ شیر بیٹھا ہی۔ یہ مورت شجاعت کی ہی اور ظاہر کرتی ہی کہ بیگم نہایت بہادر تھی بڑے بڑے دلیروں اور شیروں کی

۔۔۔نہیں کرتی تھی۔ بلکہ بے پروائی سے اُن کو پاؤں کے نیچے روند ڈالتی تھی

اب اس چبوترہ کا صرف ایک کونا رہ گیا جس پر محبت کی مورت ہی۔

بتاؤ کیسی ہونی چاہیئے۔؟

شاید زلیخا کی مورت ہوگی۔

لاحول ولاقوۃ ہزار زلیخا اس سچی اور پاک محبت پر سے قربان۔

قیس ہی؟

یہ محبت کی مورت ہی جنوں کی نہیں۔

فرہاد کی ہوگی؟

فرہاد اس مورت کا بنانے والا تو ہوسکتا ہی مگر مفہوم نہیں۔

خوب بنائی ہی۔ محبت کی مورت ایسی ہی ہونی چاہیے۔ زبان حال سے پکار پکار کے کہہ رہی ہی کہ میں محبت ہوں۔ مورت کیا ہی بس سچ مچ محبت ہی کھڑی ہی یا کوئی وقت کی راگنی ہی جو مورت کی صورت میں جلوہ گر ہی یا ایک مجسم شعر ہی کہ اپنی پُرتاثیر کیفیتوں کے ساتھ دل کے اندر اُترا چلا جا رہا ہی یا قوۃ مقناطیسی ہی کہ حواس کو جذب کر رہی ہی۔ غرض کچھ ایسی پر اثر کیفیت ہے کہ دیکھنے والا محو ہو جاتا ہی۔ اور کوئی شخص سوا سے شاعر یا مصور کے اسکا اظہار نہیں کر سکتا۔

یہ ایک جوان حسین عورت ہی اپنے بچے کو گود میں لیے کھڑی ہی۔ بچہ دودھ پی رہا ہی ایک ہاتھ دوسری طرف رکھے ہوئے ہی۔ یہ دودھ پیتے بچوں کی عادت ہوتی ہی۔ کوئی پانچ چھ مہینے کا ہوگا موٹا موٹا گلگوتھنا سا گلے چھولے ہوئے

گول گول رانیں ہات پہونچوں کے پاس ـ سے الگ جڑے ہوئے بڑا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اس مورت کے آگے اسی چبوترے پر ایک چھوٹا سا بچہ ڈیڑھ ڈہائی برس کا بیٹھا ہوا بیگم کی طرف دیکھ رہا ہے اور ہات اونچا کرکے بیگم کو ایک سیب دے رہا ہے یہ بھی خوب موٹا تازہ ہے اور اس کی یہ وضع ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ بیساختہ اٹھا کر پیار کر لینے کو دل چاہتا ہے۔

پہلی مورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیگم کو رعایا سے ایسی محبت تھی جیسی ماں کو بچے سے اور دوسری سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رعایا کو بیگم سے ایسی محبت تھی جیسی بچے کو ماں سے۔

اب صرف دو مورتیں اور باقی رہ گئیں۔ یہ دونوں پہلی سیڑھی کے دونوں کونوں پر قائم ہیں۔ دائیں طرف ایک فرشتہ کھڑا ہوا بیگم کی طرف دیکھ رہا ہے اُلٹے ہات میں ریت گھڑی ہے سیدہا ہات خالی ہے دونوں شانوں پر پر ہیں۔ صورت سے جلدبازی ظاہر ہوتی ہے۔ پروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اُڑنیوالی مخلوق ہے یہ وقت کی مورت ہے اور بیشک اُڑنیوالی چیز ہے۔ ریت گھڑی پابندی وقت کا سبق دیتی ہے اور خالی ہات یہ ظاہر کرتا ہے کہ گھڑی کی تعلیم پر عمل کرنے والا ہمیشہ خالی رہتا ہے۔ یہ مورت یہ کہتی ہے کہ بیگم بڑی پابندِ اوقات تھی اور ہمیشہ وقت کی قدر کرتی تھی۔

باقی آیندہ

(حامدہ بیگم الخیریہ)

نعمت خانے

بعض بیبیاں نعمت خانوں کا بالکل خیال و لحاظ نہیں رکھتیں۔ گرمیوں کے لئے یہ ہے کہ نعمت خانے گھر میں ضرور چاہئیں۔ کیونکہ وہ نہایت مفید ہیں بغیر ان کے کھانے پینے کی چیزیں اِدھر اُدھر پڑی بہت بُری معلوم ہوتی ہیں اور ضائع ہوتی ہیں۔ نوکر بدتمیزی اور لاپروائی سے ناس کرتے ہیں۔

ہر بی بی کو اپنے گھر میں باورچی خانے سے جُدا ایک نعمت خانہ رکھنا چاہیے جس میں سوکھی چیزیں چاء شکر میوہ مٹھائی بسکٹ وغیرہ رکھیں۔ چاے چاء شکر وغیرہ ٹین کے ڈبوں میں رکھکر نعمت خانے میں بند کر دیں تاکہ یہ چیزیں جلد خراب نہ ہوں۔ نعمت خانے کی کنجی صاحب خانہ کے پاس رہے یا کوئی خاص ماما نوکر مغلانی پیش خدمت کے پاس۔ ایک اور نعمتخانہ ہر ایک خاتون کو اپنے گھر میں رکھنا ضروری ہے وہ دودھ دھی مکھن وغیرہ کے لیے ہو۔

اس انتظام سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ کوئی چیز ضائع نہ ہوگی اور وقت پر کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی اگر احتیاط نہ کی جائے اور کھانے پینے کی چیزیں تتر بتر پڑی رہیں تو ضرورت پر کوئی چیز اچھی میسر نہ آئیگی۔

نواب بیگم
آوف سچین

وقت کی قدر و قیمت

وقت ایک بہت بڑی دولت ہے اور اس دولت کو ہر انسان آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ جو انسان اس کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں وہ اپنا وقت فضول اور بیکار صرف نہیں کرتے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ ہماری بہت سی ہندوستانی بہنیں وقت کی کچھ قدر نہیں کرتیں اور اپنا بہت سا وقت بیکار باتوں میں صرف کرتی ہیں۔ اور جب باتیں کرنیکے لیے کوئی عورت نہ ملی تو پلنگ پر لیٹیں اور سو گئیں۔ اور اس طرح قیمتی وقت برباد کر دیا۔ جب سوتے سوتے طبیعت تھک جاتی ہے تو اس بات کی شکایت بھی اکثر سنی ہے کہ دن کتنا بڑا ہے کہ کاٹے نہیں کٹتا ہے۔ اگر ہماری بہنیں اپنا وقت کسی نہ کسی کام میں صرف کریں۔ تو ان کو یہ شکایت نہ کرنی پڑے۔ یہ صرف بے شغلی کا نتیجہ ہے۔ وقت کو مفید کاموں میں لگا کر ہم بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

فرینکلن کا قول ہے جو آدمی اپنی زندگی سے محبت کرتے ہیں وہ کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ ایک مشہور اٹیلین اپنے وقت کو اپنی ملکیت کہتا ہے کیونکہ ہماری قیمتی زندگی کا جو وقت گزر جاتا ہے اس کو ہم دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر ہمارا روپیہ برباد ہو جائے تو پھر ہم محنت کرکے پیدا کر سکتے ہیں۔ بیماری اور کمزوری کا علاج دوا سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر گزرا ہوا وقت کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ ہماری بہت سی بہنیں یہ عذر پیش کرتی ہیں کہ میں فلاں

کم کرنی مگر ہم کو بالکل وقت نہیں ملا۔ مگر یہ کہنا صرف کاہلی اور خود غرضی ہے کہ ایک ہوشیار اور چالاک لڑکی کو ایک خط لکھنے کو دیا جاے تو وہ بہت جلدی اسے خط لکھدے گی اگر وہی خط ایک کاہل اور سست لڑکی کو دیا جائیگا تو وہ کئی روز یا ایک ہفتہ میں بھی نہیں لکھیگی۔ ہم روپیہ بنانے کی مشین سے بہت اچھا سبق سیکھ سکتے ہیں۔ جب چاندی سے روپیہ بناتے ہیں تو چاندی کے باریک باریک ریزے مشین سے گرتے ہیں اور ان ہی ریزوں کو ایک جگہ جمع کرکے اور پگھلا کے پھر روپیہ بناتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اپنے ذرا ذرا سے بچے ہوئے وقت کی حفاظت کریں اور اس کو پڑھنے یا کسی عمدہ کام میں صرف کریں تو کتنا اچھا ہو۔ اور ہماری آیندہ زندگی کے لیے یہ بات کیسی فائدہ مند ثابت ہو۔

ہماری بہنیں تھوڑے سے وقت کی کچھ قدر نہیں کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اتنے ذرا سے وقت میں کیا ہو سکتا ہی۔ مگر یہ سب ناسمجھی کی باتیں ہیں۔ ہم تھوڑے سے وقت میں بہت بڑا کام کر سکتے ہیں۔

جارج الفنسن کا بیان ہی کہ وہ اپنے ایک ایک منٹ کی بہت قدر کرتا تھا اور اس کو اچھے کام میں صرف کرتا تھا وہ بیان کرتا ہی کہ میں کبھی اُسوقت تک خوش نہیں ہوتا تھا جب تک کہ میں اپنا بچا ہوا وقت کسی اچھے کام میں صرف نہیں کر لیتا تھا۔

بنجمن فرینکلن بیان کرتا ہی کہ میں بڑی کوشش سے ایک ایک لحظہ بچاتا تھا۔ اور اس سے فائدہ حاصل کرتا تھا۔

ہنری کارک وائٹ کا بیان ہی کہ کچہری جانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا

اُس کو اُس نے کبھی بیکار نہیں جانے دیا۔ اور اس وقت میں یونانی پڑھنا سیکھ لیا۔

لیونگ سٹون نے گیٹن گرامر اُس وقت میں سیکھی جب کہ وہ کپڑے بنانے کی مشین میں کام کرتا تھا۔

ہیوگ میلر بیان کرتا ہی کہ اُس نے لکھنا پڑھنا اُس وقت حاصل کیا جبکہ اُسے تھوڑا سا وقت مکان تعمیر کرنے کے بعد ملجاتا تھا۔ اُس تھوڑے سے وقت کو اُس نے ضایع نہیں کیا اور لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ یہ لوگ ذرا ذرا سے وقت کی بہت قدر کرتے تھے۔ اس لیے وہ بہت بڑے مشہور عالم بن گئے جن کی کتابوں سے ہم آج کل بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ مثالیں اسواسطے بیان کی گئی ہیں کہ ہم بھی ان بزرگوں کی طرح وقت کی قدر کریں۔ اور اپنا ایک ایک لحظہ بھی بیکار نہ گزاریں۔

ہماری بہت سی بہنیں چارپائی پر بیکار پڑے پڑے یا ماماؤں سے باتیں کرنے میں یا دوسری بہنوں کی پوشاک۔ صورت شکل اور زیور پر ریمارک کرنے میں اپنا بہت سا وقت گزار دیتی ہیں۔ اگر اسی وقت کو پڑھنے لکھنے یا سینے پرونے یا اور کسی خانہ داری کے امور میں صرف کریں تو کس قدر فائدہ حاصل ہو سکتا ہی۔ ہم اپنے وقت کی اسی طرح پر حفاظت کر سکتے ہیں اور اس کو مفید کام میں گزار سکتے ہیں کہ ایک روزنامچہ بنایا جائے اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کریں۔ اور اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے لٹکا لیں۔ اور ہر روز اس روزنامچے کے موافق ہر کام انجام دیں تو چند دنوں میں ہم ہر کام کو بہت آسانی

[illegible] بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ افضل جعفری

مسلمان خواتین

زمانہ جاہلیت میں بھی طبقہ نسواں علمی دنیا میں مردوں کے پہلو بہ پہلو رہا اور بعد ظہور اسلام بھی تعلیم نسواں کا زور رہا۔ اور حضرت رسول اکرمؐ نے بھی روحانی زندگی و روحانی ترقیوں میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق نہ تھا جیسی جس طرح ایک مرد نیکی کرسکتا ہے اُسی طرح عورت بھی۔ کوئی نیکی ایسی نہیں ہے کہ اُس سے صرف مرد ہی فائدہ اُٹھائے عورت محروم رہے حضرت سرکار عالم کے زمانے میں بھی عورتیں بالکل اپنے گھر کی مالک و مختار سمجھی جاتی تھیں۔ گھر کا تمام کام اُنھیں کے متعلق ہوتا تھا۔ نوکر چاکر بھی اُنھیں کے تابعدار ہوتے تھے بلکہ خاوند بھی بلا رضامندی اُن کے بعض کام نکر سکتا تھا۔ گو باہر نکلنے کی عام اجازت نہ تھی مگر مسجدوں اور شدید ضرورت پر بازار اور قریبی رشتہ داروں کے ہمراہ سفر کرسکتی تھیں۔ عورتوں کی تعلیم گھر پر لکھی پڑھی عورتوں اور نیک چلن بڈھے اُستادوں کے ذریعے ایسی عمدہ ہوتی تھی کہ ہزاروں مسلمان عورتیں ایسی علامۂ زمانہ ہوئی ہیں کہ بڑے بڑے مرد عالم بھی ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے چنانچہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ آپ ایسی عالمہ اور فاضلہ تھیں کہ آپکے ظاہری و باطنی کمالات کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں آپ کا لقب "طاہرہ" ہوگیا تھا۔ آنحضرت نے آپ کو کبریٰ کا معزز خطاب عطا فرمایا۔ یہ فخر آپکے لیے کیا

لم ہو کہ روئے زمین پر جس نے پہلے اسلام قبول کیا اور اپنی دولت ساری ترقی اسلام کے لیے صرف کر دی وہ آپ ہی کی ذات تھی۔ یہ کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا کہ اسلام کی جڑ کا مضبوط کرنے والا اور بانی اسلام کا سب سے پہلے ہات بٹانے والا کوئی مرد نہ تھا بلکہ ایک عورت تھی۔ (مدارج النبوت)

حضرت فاطمہ زہرا نے بھی اپنے والد مقدس کے زیر سایہ ایسی عمدہ تعلیم پائی تھی کہ عرب کے بڑے بڑے ادیب آپ کی ذہانت اور قابلیت پر عش عش کرتے تھے۔ اگرچہ آپ پیغمبر زادی تھیں مگر خانگی کاروبار اپنی ہی ذات سے انجام دیتی تھیں۔ باوجود گھر کے دھندوں کے اپنے مذہب سے غافل نہ تھیں اکثر اپنے مکان کے صحن میں کبھی کبھی مسجد میں وعظ فرماتی تھیں آپ کے وعظ سے صرف عورتیں ہی فائدہ نہیں اُٹھاتی تھیں بلکہ مردوں کا بھی کثیر ہجوم ہوتا تھا۔ (مدارج النبوت)

حضرت عائشہ صدیقہ۔ فن شاعری میں کمال رکھنے کے علاوہ معانی قرآن سمجھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ آنحضرت کی رحلت کے بعد بڑے بڑے صحابی آپ ہی سے حدیث کے نکات دریافت کرتے تھے سیکڑوں احادیث آپ سے روایت ہوئی ہیں (مشاہیر)

شہدہ نامی ۴۸۳ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ خاتون فن خوشنویسی اور دیگر علوم و فنون میں یگانۂ روزگار ہوئی۔ انھیں قابلیتوں کی وجہ سے اس علامۂ دہر کا لقب ”فخر النسا“ ہوگیا تھا۔ علم حدیث میں اس کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ دُور دُور سے طالب علم درس حدیث کے لیے اس کے مدرسہ میں

حاضر ہوتے تھے۔ (مشاہیر)

رجب نامی ۸۶۲ھ میں ہوئی ہے اس کے علم و فضل کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ علامہ امام جلال الدین سیوطی نے اس سے درس حدیث حاصل کیا اور اس کو اپنے اُستادوں میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی بیگمات بھی علم و فضل و قادر الکلامی میں کچھ کم نہ تھیں۔ (تذکرۃ الخواتین)

گلبدن بیگم بابر بادشاہ کی تعلیم یافتہ باخدا صاحبزادی کا نام ہے اس بیگم کی طباعی اور عالی دماغی کا ثبوت اس کی تصنیف ہمایوں نامہ سے ہو سکتا ہے

گنا بیگم۔ یہ عالمگیر ثانی کے وزیر عماد الملک کی بیوی نہایت نازک خیال تھی اس کی طباعی کا موازنہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اپنے فرزند کے مرنے کا حال خاوند کو اس طرح لکھتی ہے ؎

از حال ما مپرس کہ دل چاک کردہ ایم
لختِ جگر بریدہ تہ خاک کردہ ایم
(مشاہیر نسواں)

گوہر شاد۔ یہ بیگم تیمور کی بہو شاہرخ مرزا کی بیوی ہے۔ بڑی عالمہ تھی اپنے ملک کی تاریخ اور علم ادب سے خوب واقف ہے۔ خراسان اور ماوراء النہر کے مدرسے اسی بیگم کی یادگار ہیں (مشاہیر نسواں)

لطیف النساء۔ یہ خاتون اردو اور فارسی میں اعلیٰ پایہ رکھتی تھی یہ اُردو شعر اسی کا ہے۔ ؎

یہ طفل اشک مرے جس گھڑی مچلتے ہیں
تو پھر ہزار سنبھالو نہیں سنبھلتے ہیں

اور یہ فارسی کلام بھی اسی خوش فکر شاعرہ کی طباعی کا نمونہ ہی

کاوشے بیجاست ای چرخ عدد صاحب حشمت نہ زر داریم ما
گاہ در کعبہ دگہ در بتکدہ جستجویت در بدر داریم ما

عرب کی خواتین کی قابلیت اور ہندوستان کی بیگمات کی لیاقت کا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی۔

اکثر دیکھا جاتا ہی کہ بلند خاندان بیگمات جو عصمت اور عفت کی پتلیاں ہیں اور شرافت جنکا خاندانی جوہر ہی اُن کی لڑکیوں کا یہ حال ہی کہ پنہاری کو اپنا رازدار بنالیا تو بھٹیارن کو مشیر۔ ماما۔ یا نائن سے بہناپے کا رشتہ جوڑلیا۔ منہیاری کی وہ عزت ہونے لگی جو خالہ پھپیوں کی ہونی چاہیے۔

بھلا آپ بی بیوں نے کم سُنا ہوگا کہ کوئی عورت قرآن شریف کا ترجمہ یا تفسیر کے معنی سمجھنے میں اپنے بزرگوں سے مدد لے رہی ہو یا یہ کہ عقائد اور احادیث میں اپنی معلومات بڑھا رہی ہو اور ماں باپ بھائی خاوند اُس کو روک رہے ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں ہاں یہ تو ضرور دیکھا ہوگا کہ ناول اور قصّے کہانیوں کی کتابیں بڑے فخر کے ساتھ پڑھتی ہیں جب اس سے فرصت ملجاتی ہی سوتی ہیں۔ جب اس کام سے بھی فارغ ہو گئے تو پُرانے ہمنشینوں کا پڑھایا ہوا سبق یاد کر لیتی ہیں یعنی کوئی پُرانی بات نکال لی وہ دراصل کچھ ہو یا نہو مگر ایک فساد عظیم کھڑا کر دیا۔

اے میری معزز بہنو! جبکہ قانون قدرت نے عورت کو مرد کا مشیر بنایا اور ہر ایک خانگی امر میں عورت کو بھی شرکت کا حق دیا ہی تو کیا وجہ ہے کہ

عورتیں تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ کوئی روکتا نہیں ہے خود ہم اپنے آپ کو روک رہے ہیں۔

ہم نہ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ کمظرف عورتوں کی صحبت چھوڑتے ہیں۔ اور پھر مردوں پر یہ شکایت کہ ہماری تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہماری عزت کنیزوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔

بی بیو! ذرا غور سے سنو! جیسی رعیت ویسی سرکار۔ رعایا جب تک نالائق اور اوباش رہیگی تو سرکار کو بھی ضابطہ فوجداری و تعزیرات میں ترمیم کی ضرورت ہوگی۔ سخت سخت سزائیں تجویز کی جائیں گی۔ نیک چلن رعایا کے ساتھ سرکار بھی ویسا ہی سلوک کرتی ہے جس کی وہ مستحق ہے جن باتوں سے ہم خاوند اور خاوند کے قرابت داروں پر حکمرانی کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔ خوشخوئی۔ کریم النفسی۔ منکسر المزاجی۔ سینا۔ پرونا۔ اور دیگر جو کام اپنے متعلق ہیں ان کو وقت پر انجام دینا۔ اور پنجگانہ نماز ادا کرنا۔ کلام الٰہی کو سمجھکر پڑھنا فرصت کے وقت اپنے مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ اصلی لیاقت اور قابلیت یہی ہے جو خاوند کو اور سارے خاندان کو اپنا مطیع بناتی ہے قدرت نے ہمیں اس لیے بنایا ہے کہ خاوند کی راحت جان اور روح رواں رہیں اس لیے نہیں کہ اس کے حق میں بلائے جان ہو جائیں یہاں تک کہ سسرال کے لوگ بھی اور یہی نہیں بلکہ محلے والیاں بھی ہماری صورت سے بیزار ہو جائیں۔ یا اللہ عورت کو تعلیم کی توفیق دے اور قرآن شریف اور نماز و روزہ اچھی طرح ادا کرنیکی ہدایت کر تو ہی

لیمپ

آج کل کوئی گھر ایسا شاید ہی ہو جہاں لیمپ کا استعمال نہ ہوتا ہو لیکن اکثر گھروں میں نوکروں کی ناواقفیت اور غلطی سے بارہا چمنیوں کے ٹوٹنے اور لیمپوں کے بگڑ جانے کی شکایت سنی جاتی ہی۔ بی بیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نوکروں کو خود ہدایت کریں اور لیمپوں کی بابت احتیاط نوکروں کو سکھلائیں اپنی بہنوں کی آگاہی کے لیے چند معمولی وادنٰی سی احتیاطیں جو ہمارے یہاں ہوا کرتی ہیں اور جو مینے اپنے نوکروں کو سکھائی ہیں لکھتی ہوں۔ اگر مناسب ہو تو درج کیجئے۔ نئی چمنی کو پہلے دودہ یا پانی میں اُبال لینا چاہیئے اور بعد سرد ہونے کے اگر دودہ میں اُبالی ہو تو پانی سے دہوکر ورنہ صرف کپڑے سے اچھی طرح پونچھکر خشک کریں اور ایک دو دن بعد استعمال کریں۔ اس سے بہت کم چمنیاں ٹوٹیں گی۔ برسوں ایک چمنی کام دیگی۔ بتی کتنی بھی اونچی ہو چمنی نہ ٹوٹے گی۔ جب لیمپ روشن کریں چند منٹ تک روشنی بہت کم رکھنی چاہیئے بعد چمنی گرم ہونے کے کتنی بھی اونچی بتی کردیں چمنی نہ ٹوٹے گی لیمپ میں تیل لبالب کبھی نہ بھرنا چاہیے اس سے بھڑک جانے کا خوف ہی۔ تیل کئی روز کا ایک ساتھ نہ بھرنا چاہیئے بلکہ روز کا روز تازہ ڈالنا چاہیئے اس سے روشنی بھی عمدہ رہیگی۔ بتی کبھی خراب نہوگی اور لیمپ بگڑنے نہ پائیگا اکثر میموں کے ہاں مینے دیکھا ہی کہ لیمپ میں پہلے پانی بھر لیتے ہیں اور اوپر

جب ضرورت تیل ڈالتے ہیں جو ایک وقت کے لیے کافی ہوتا ہی اور ہر روز تازہ پانی تبدیل کیا کرتے اور نیا تیل ڈالا کرتے ہیں جس سے لیمپ بگڑنے نہیں پاتے۔

لیمپ میں بتی ہمیشہ چھوٹی ڈالنی چاہیے اور چند دن بعد دوسرا ٹکڑا بدل دینا چاہیے۔ مدتوں ایک ہی بتی رکھنے سے لیمپ بگڑ جاتا ہی۔ ہم نے تو کبھی تجربہ نہ کیا۔ لیکن اکثر سُنا ہی کہ اگر نئی بتی کو پہلے تیز سرکہ یا پودینہ کے رس میں بھگو کر دھوپ میں سُکھا کر لیمپ میں ڈالیں تو روشنی خوب تیز اور صاف ہوگی۔ بتی کو قینچی سے کاٹنے کی نسبت جلا کر چٹکی سے مل لینا بہتر ہی۔ چمنی صاف کرنے کے لیے ولائتی چونہ جس سے چمنیاں صاف کیجاتی ہیں۔ چاک یا کھریا مٹی گیلی کرکے اندر باہر لگانی چاہیے جب خشک ہو جائے کپڑے یا برش سے صاف کریں پانی سے کبھی ہرگز نہ دھونا چاہیے جب لیمپوں کی بتیاں اور پیچ خراب ہوتے نظر آویں تو سب کے مونہ مع پیچ اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال کر صاف کرلینا چاہیئے نئے ہو جائیں گے اگر لیمپ کو بغیر استعمال رکھنا ہو تو تیل سے خالی کرکے بتی نکال کے رکھنا چاہی۔ ورنہ لیمپ خراب ہو جائگا۔ سب سے زیادہ ضروری تیل کا خیال رکھنا چاہیے۔ تیل کئی قسم کا ہوتا ہی۔ اکثر معمولی تیلوں سے قیمتی لیمپ بگڑ جاتے ہیں۔ تیل میں اگر تھوڑا سا کافور کا ٹکڑا ڈالدیں تو تیل دیر تک جلیگا اور روشنی تیز و صاف ہوگی۔ بغیر استعمال ڈالے رکھنے سے دوسری چیزوں کی مانند لیمپ بھی خراب ہو جائینگے اور عمدہ اور درست و ٹھیک طور پر استعمال کرنے سے ایک لیمپ مدتوں بخوبی کام دیگا اور ایک چمنی

شوہر کی اطاعت

جب حضرت آدم بہشت میں گھبرائے اور تنہائی سے ملول ہونے لگے۔ تو اُن کی دل بستگی اور خوشی کے لیے خدا نے حضرت حوا کو جو سب عورتوں میں پہلی عورت تھیں اور جن کو تمام دنیا کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے پیدا کیا جس سے ظاہر ہے کہ عورت کا پیدا کیا جانا زیادہ تر مرد ہی کی خوشی و خوشدلی کے واسطے تھا۔ عورت کو چاہیے خاوند کو ہر طرح راضی و خوشنود رکھے اور محبت سے اُس کی اطاعت کرے۔

نیک مزاج اور پاک دامن بیبیاں اپنے شوہروں کی دل سے خیر خواہ اور اطاعت گزار رہتی ہیں۔ اُن کے حکم کو حتی الوسع ہرگز نہیں ٹالتیں۔ اور خوشی خوشی اُس کی تعمیل کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے شوہر اُن کو دل سے چاہتے ہیں۔ اُن کی ہر طرح خبر گیری کرتے ہیں۔ خدا کا حکم بھی یہی ہے کہ "عورتیں راضی رکھیں اپنے شوہروں کو اپنی خدمت گزاری۔ شیریں کلامی۔ خندہ روئی۔ خوش اخلاقی۔ نیک کرداری اور پسندیدہ چال چلن سے اور اُن کو ناخوش نہ کریں کسی حال میں۔

نیک بی بیوں کو چاہیے کہ اپنے شوہروں کے (جہاں تک ممکن ہو) راضی و خوش رکھنے میں دل سے کوشش کریں۔ کہ اس میں بہت بڑا نفع ہے اور خدا و رسول کی خوشنودی کا باعث ہے۔ نیک کردار اور فرمانبردار بی بیوں کو خدا خوشخبری دیتا ہے

کہ وہ دنیا میں اپنے شوہروں کے ساتھ جس طرح خوش وخرم ہیں۔ اسی طرح پر باہم بہشت میں داخل ہونگے۔ اور خوش وخرم رہیں گے۔

حضرت رسول خدا ایک روز حضرت خاتون جنت کے پاس تشریف لائے صاحبزادی کو ملول دیکھکر حال دریافت کیا۔ عرض کیا کہ حضرت علی آج مجھسے خفا ہیں۔ ارشاد فرمایا اے جان پدر جس طرح ممکن ہو بہت جلد اُن کو راضی کرو اور اُن کی ناخوشی سے ڈرو کیونکہ شوہر کی ناخوشی ان کی بی بیوں کے حق میں خدا کی سخت نارضامندی کا باعث ہے۔ خاوند کی نافرمانی عورت کے حق میں بُری بلا ہے۔

حضرت ایوب بڑے دولتمند اور صاحب اولاد پیغمبر تھے جب خدا نے اُن کا امتحان لینا چاہا تو اُن کو بالکل مفلس کر دیا۔ اور اُن کی اولاد کو بھی اُٹھا لیا۔ اُسپر بھی وہ دلجمعی سے خدا کا شکر کرتے رہے۔ اور عبادت سے بھی ایک پل غافل نہ ہوئے۔ پھر اُن کو ایسی سخت بیماری ہوئی کہ تمام جسم سڑ گیا۔ اور کیڑے پڑ گئے اور ایسی بدبو پھیلی کہ تمام عزیز دوست سب نے اُنکا ساتھ چھوڑا اور بستی کے لوگوں نے عاجز ہو کر اُن کو آبادی سے نکالدیا۔ اس حالت میں بھی آپ نے صبر و شکر کے ساتھ خدا کی عبادت کی اس مصیبت و بے کسی کے وقت آپ کی پاک اور غمخوار بی بی نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آپ کی خدمت و اطاعت کھلانے پلانے اور ہر ضرورت کے رفع کرنے میں نہایت محبت و الفت کا برتاؤ کیا۔ اور ایک منٹ بھی آپسے جُدا نہ ہوئیں۔ اُن کے دل میں وہ جوش محبت تھا کہ کبھی کسی قسم کی کراہیت و حقارت اور بیزاری اُن کے دلمیں

پیدا نہ ہوئی۔ بلکہ وہ ہمیشہ حضرت ہی کے ساتھ کھاتی پیتی تھیں۔ نیک بیبیاں اپنے شوہروں کے ساتھ ہمیشہ سچی اور پاک محبت رکھتی ہیں۔ اُن سے بڑھکر کسی اور کو نہیں سمجھتیں اور مصیبت اور تکلیف اور ناداری کے وقت اپنے تئیں وفادار ثابت کرتی ہیں عیش و آرام میں تو سب ہی شریک حال رہتے ہیں۔

پدماوت رانی جو چیتور گڑھ کے راجہ رتن سین کی بی بی تھی اور جو حسن و جمال اور خوبی میں اپنا مثل نہیں رکھتی تھی۔ اپنے شوہر کے قتل ہونے پر دولت و سلطنت کو ہیچ سمجھکر اپنے شوہر کے ساتھ جل کر مر گئی۔

نالائق اور نااہل عورتوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ان کو کوئی اپنے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتا سب سمجھتے ہیں کہ اس نے جب اپنے شوہر کے ساتھ وفا نہ کی تو پھر کیا امید ہو سکتی ہے چاہے وہ کیسی ہی خاندانی اور شریف زادی کیوں نہ ہو اس کی صحبت سے ضرور بچنا چاہیے

نیک بی بیوں کو چاہیے کہ جو کچھ شوہر سمجھائے یا پڑھائے اُس کو دل سے سُنیں اور خوب یاد رکھکر اُس پر عمل کریں کیونکہ شوہر کی تعلیم سچی اور محبت کی تعلیم ہے۔ شوہر وہی تعلیم کرے گا جس میں اُن کی بہتری ہوگی۔ شوہر کا ہر وقت ادب اور لحاظ کرنا چاہیے۔ کبھی ناشائستہ لفظ مُونھ سے نہیں نکالنا چاہیئے اور شوہر کے احکام کی خوشی خوشی تعمیل کرنی چاہیئے

شوہروں کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ہرگز غفلت نہ ہونی چاہیئے وہ عورتیں بڑی کمبخت ہیں جو ایسی بڑی نعمت کو ہات سے کھو دیتی ہیں۔

زنِ بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم است دوزخ او

(مسز آغا یاور علی)

بیماری اور تیمارداری

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

سلسلے کے لیے جون ۱۹۰۸ء کا پرچہ ملاحظہ ہو

سجاد حسین سے آدمی نے آنکر کہا آپ کو بڑی بیگم صاحب نے بلایا ہے یہ بیچارہ ڈرگیا۔ ہزاروں خیال گزرنے لگے۔ گھبرایا ہوا جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا علی نقی خاں صاحب کے مکان میں داخل ہوا۔ جمیلہ بیگم کے کمرے میں جاکر پوچھا کیوں چچی جان خیر تو ہی۔ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہی۔ جمیلہ بیگم نے کہا بیٹھ جاؤ میاں کچھ کام ہی۔

جمیلہ بیگم۔ ابھی کتنے دن تم یہاں اور رہوگے۔

سجاد۔ میں ٹھیک نہیں بتا سکتا شاید ایک مہینہ اور رہوں۔

جمیلہ بیگم۔ ہاں تو ابھی بہت وقت ہی۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم اب کی مرتبہ شادی کرکے جاتے۔ تم چار برس کے تھے جب قدرت پیدا ہوئی تھی۔ اس وقت سے تمہاری تائی نے تمہاری نسبت کروائی تھی۔ بڑی دہوم دہام سے منگنی کی رسم ہوئی۔ تمام کنبے کے لوگ ساتھ گئے تھے۔ تمہاری ماں خدا بہشت نصیب کرے بڑی حوصلے کی آدمی تھیں۔ انوری اور احمدی کو بھی سمدھن بنوا کر لے گئیں۔ ہزار میں نے منع کیا بچے ہیں مگر میری نہ مانی۔

سجاد۔ جی ہاں منگنی کی دہوم دہام سنکر تو میں بہت شاد ہوتا ہوں مگر بالفعل مجھے بڑا افسوس ہی کہ آپ لوگوں کی خواہش پوری نہیں کرسکتا انگلینڈ

سے آنکر دیکھا جائے گا۔

حیدری بیگم۔ دیکھا جائیگا کیا معنی؟ کیا نہیں کرنے کا ارادہ ہی۔ تمھاری ساس تو بغیر کیے نہ مانیں گی۔ وہ تو بڑی دھوم دہام سے ریت رسموں سی کرینگی ان کی ایک لڑکی ہی۔ اپنی آرزوئیں خوب نکالیں گی۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہیں۔ اگر مرگئیں تو کیا پھر دیکھنے آئیں گی۔؟

سجاد حسین رسمیں وسمیں میں نہیں جانتا نہ کبھی کروں گا۔ کیا مجھے بیوقوف بنانے کا ارادہ ہی۔

حیدری بیگم (بگڑکر) واہ میاں یہ کس سے ہوگا کہ اپنی لڑکی بغیر ریت رسم کے حوالے کردے یہ تو وہ مثل ہی "جان جائے پر آن نہ جائے" یہ کہنے کو ہوگا۔ باپ نہ تھا ماں نے بلا ٹالنے کو نکاح کر کوڑا باہر پھینک دیا نہ بابا یہ تو کسی سے نہ ہوگا۔ جمیلہ بیگم کی طرف دیکھکر کہنے لگیں۔ بھابی۔ میں ابھی کہے دیتی ہوں اگر آپ کے میاں امیر علی بھی اس میں میخ نکالیں گے تو میں ایسے پڑھنے لکھنے لیاقت اور نا موری سے باز آئی۔ مجھے ایک جاہل لٹھ نکھٹو کو دینا گوارا ہی۔ لیکن ایسے لائق کو نہ دوں گی جو رسموں سے انکار کرے۔ میری آرزوئیں نہ نکلیں۔ یہ کیا غضب ہی۔

سجاد۔ میں غضب وضب تو نہیں جانتا۔ میں صاف صاف کہے دیتا ہوں آپ لوگ اُن کو بھی اس سے آگاہ کر دیجئے۔ میں بیوقوف بنا ہرگز نہیں چاہتا

حیدری بیگم۔ ایں بیوقوف بننے کی کیا بات ہی۔ نفیس بھاری کمخواب کا جامہ پہنکر مقیش کا سہرا باندہ کر دولھا بنکر نکلنا۔ ایسا پیارا معلوم ہوگا۔ بہت ہی

یہ رسمیں ہیں گی. گانا بجانا ہوگا۔ ہم لوگ سب سمدہنیں بن کر جائیں گے۔ کیا اچھا معلوم ہوگا۔

سجاد۔ اچھا آپ کو معلوم ہوگا۔ مجھے تو اچھا نہیں معلوم ہوگا۔ اس لیے مجھے منظور بھی نہیں۔

جمیلہ بیگم۔ خیر ان باتوں سے کیا کام تم شادی کرنے کو راضی ہو جاؤ۔ میں ان کو رسمیں نہ کرنے پر راضی کر لوں گی۔

سجاد۔ میں ابھی شادی کرنے پر بھی راضی نہیں ہو سکتا مجھے انگلینڈ جانا ضرور ہے

جمیلہ بیگم تمہارے باواجان ناراض ہونگے اُن کی عین مرضی ہے کہ تم شادی کر کے جاؤ

حیدری بیگم۔ آخر دیکھو فیاض حسین صاحب کے بیٹے۔ رحمت علی کی شادی نہیں ہوئی کس دھوم دھام سے برات آئی تھی قابل دیکھنے کے جلوس تھا۔ وہ بھی انگلینڈ گئے تھے حسن علی۔ ضیاء الدین کی شادی میں رسمیں ہوئیں یہ سب انگلینڈ کے پڑھے ہوئے تھے۔ ایک تم کون بڑے شاہنشاہ ہو کہ رسموں سے چھوٹ جاؤ گے۔

سجاد حسین۔ مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا زیادہ کہنا لاحاصل ہے اب معاف کیجیے میں رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہکر چلتا پھرتا نظر آیا۔ اور جاتے جاتے کہتا گیا۔ میں ایک ایسی مجلس قائم کرنے والا ہوں جس کے ذریعے سے رسموں کی تردید کی پوری کوشش کرونگا۔

باقی آیندہ

بلقان کی عورتیں

اخبار دیکھنے والے (اخبار دیکھنے والیاں) کون ہی جو بلقان کے نام سے واقف نہیں۔ یہ وہ سرزمین ہی جہاں آئے دن کچھ نہ کچھ فتنہ و شر اُٹھتا رہتا ہی جس سے نہ صرف سلطنت ترکی کے ارکین کو پریشانی ہوتی ہی بلکہ یورپ بھر کی سلطنتوں کو ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہی کہ یہ فساد کی جڑ کسی دن دُول یورپ کو باہم لڑا کر رہیگی۔ یہ علاقہ کوہستانی ہی اور اسی علاقہ میں سرویا اور بلگریا واقع ہیں۔ جو ٹرکی کے جدید آئینی انتظام سے پہلے کم از کم برائے نام سلطان روم کی ماتحت گو اندرونی طور پر خود مختار ریاستیں تھیں اور اب بالکل آزاد ہوگئی ہیں۔ ان لوگوں کے فتنہ و فساد کو گو ہمیں نفرت ہو مگر ان کی محنت انکی ہمت قابل داد ہی اور اگر ملک میں امن رہے تو ان کی زندگی کئی پہلوؤں سے نہایت قابل رشک زندگی ہی۔ یہ علاقہ ایشیا اور یورپ دونوں کی صفات کا جامع ہی۔ اور اس حیثیت سے یہاں کے رہنے والوں کے اطوار و عادات نہایت دلچسپ ہیں۔ بلگیریا اور سرویا کے زنانہ لباس کی دو تصویریں جو میننے اس مضمون کے ساتھ چھپنے کو دی ہیں دم مجھے اس علاقہ میں سفر کرتے ہوئے ہاتھ آئی تھیں۔ دیکھیے یہ ہاں کی معمولی عورتیں ہیں۔ امیرزادیاں نہیں۔ کھیتوں میں کام کاج کرنے نکلی ہیں مگر لباس اور چہرے سے شاہزادیاں معلوم ہوتی ہیں۔ قدرت نے اس علاقہ کے باشندوں کو حسن صورت۔ تناسب اعضا اور صحت جسمانی سے حصہ وافر بخشا ہی اور اسپر ان کی صنعت دستکاری سونے پر سہاگا ہی۔ بلگیریا کا لباس جس تصویر میں دکھایا گیا ہی اس میں ایک بی بی کھڑی ہی جسکا کرتا کھلی آستینوں کا بالکل ایشیائی کرتا ہی۔ نیچے ایک گھگرا ہی جسکی کاٹ تراش انگریزی گون کی سی ہی۔ گو اتنا بڑا نہیں بے آستینوں کا نیم تنہ کے اوپر کچھ ناموزوں نہیں معلوم ہوتا اور آرائش کے اعتبار سے بہت زیبا ہی۔ گو

آن میں معمولی کپڑے کا ہی۔ سامنے یہ بیل بوٹے جو نظر آتے ہیں یہ گون پر نہیں۔ بلکہ ایپرن پر ہیں۔ ایپرن ایک بڑا سا مربع یا مستطیل کپڑا ہوتا ہی جس کا یورپ بھر میں رواج ہی۔ سب بیبیاں کام کاج کے وقت ایپرن باندھ لیتی ہیں تاکہ گون میلا نہ ہو۔ انگلستان اور فرانس وغیرہ میں تو یہ ایپرن سفید ہوتا ہی اور بالکل سادہ۔ بہت ہوا تو کسی شوقین نے ایک سفید کنارہ یا حاشیہ لگا لیا۔ مگر جرمنی سے نکل کر آسٹریا کے رستے جوں جوں ترکی کی طرف یورپ کے اس حصے سے گزریں جسے یورپ کے مغربی حصے کے لوگ "مشرق قریب" کہتے ہیں۔ تو ایپرن ذرا بانکا ہوتا آتا ہی یہاں تک کہ جزیرہ نمائے بلقان کے علاقے میں اس پر طرح طرح کی گلکاریاں نظر آتی ہیں۔ اور وہاں کی عورتوں کے لباس کی حیثیت مجموعی اُسنے بہت بڑھا دی ہی۔ یہ ایپرن اور اس کے بیل بوٹے اکثر ان عورتوں کی اپنی کاریگری کا نمونہ ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ عورتیں نہ صرف خوش مذاق بلکہ محنتی اور سگھڑ ہیں۔ زنان سرویا کا لباس بھی قریب قریب اسی اُصول پر ہی جیسا کہ ان کی ہمسایہ قوم کا۔ صرف اتنا فرق ہی کہ وہ یورپ کی وضع کے زیادہ قریب ہو گیا ہی۔ کسی کھیت میں ایک لکڑی کا جنگلہ ہی جس کے قریب یہ سرویہ کی بی بی کھڑی ہی۔ واسکٹ جو یہ بی بی پہنے ہوئے ہی۔ خوبصورت طلائی تکموں سے مزین ہی۔ گلے میں ایک مالا بھی پڑی ہی۔ یہ قومیں نہ یورپ کی طرح ضرورت سے زیادہ تنگ و چست لباس کے جکڑبندوں میں بندھی ہوئی ہیں۔ نہ ایشیا کے کھلے ڈھلے پیراہن پہنتی ہیں۔ دونوں کی تہذیب و تمدن کے بین بین رستہ انھوں نے اپنے لیے نکالا ہے جس کی بدولت امن کے زمانے میں ان کی زندگی نہایت عافیت کی اور پُرلطف گزرتی ہے۔

عبدالقادر

ہوا

(گزشتہ اشاعت سے آگے)
سلسلے کے لیے فروری کا پرچہ ملاحظہ ہو

ہوا کی بناوٹ کو تم نے سن لیا کہ اُس میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ اُس کے تمام اجزا جن کا نام اوپر سُن چکی ہو اس طرح باہم ملے ہیں کہ اُن پر ایک ذات کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب دو چیزیں ایک ساتھ ملکر ایک ذات ہو جاتی ہیں تو اس طرح کی ملاوٹ کو ترکیب کیمیاوی کہتے ہیں لیکن ہوا کے اجزا اس طرح سے نہیں ملے ہیں۔ ہوا اپنے کل اجزا کی اک محض چھینٹ ہی جس چیز کو چاہو آسانی سے الگ کرلو۔ لوہا جب زنگ الود ہوتا ہی تو ہوا کا مجرد ایک جز آکسیجن اس میں ملجاتا ہی۔ اگر ہوا کے اجزا میں ترکیب کیمیاوی ہوتی تو یہ بات ہرگز نہیں ہوتی کہ اُس کا ایک جُز علیحدہ ہوکر دوسری چیز کے ساتھ ملجاتا اور ہوا جوں کی توں رہتی۔

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ ہوا میں چار گاسوں کے علاوہ جو دکھائی نہیں دیتیں سخت چیزوں کے چھوٹے چھوٹے ذرّے کثرت سے موجود ہیں جن کو تم دیکھ سکتی ہو۔ ان ذروں میں حیوانات۔ نباتات اور زیادہ تر جمادات کے ننھے ننھے ریزے داخل ہیں۔ جو ہماری زندگی پر ایک نامعلوم طریقے سے اثر ڈالتے ہیں ان ذرّوں سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو ہماری موت کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ تم کو سُنکر حیرت ہوگی کہ ہوا کے ان چھوٹے چھوٹے ذرّوں کی

جیس میں ہزاروں ننھی ننھی جانیں ہیں جن میں آثار زندگی نمایاں نہیں ہوتے حیوانات کا زندہ رہنا یا مرجانا زیادہ تر خدا کی اس ننھی خاموش مخلوق سے تعلق رکھتا ہی۔ تم کو اس بات کا تجربہ ہوگا کہ باسی کھانا بدمزہ ہوجاتا ہی دودھ میں ترشی آجاتی ہی پھل سڑگل کر مزے سے اُتر جاتے ہیں۔ یہ کل خرابیاں ہوا کے چھوٹے ذرّوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ان ذرّوں کو آلات کے ذریعے سے ہوا سے دور کردیں تو پکا ہوا کھانا برسوں رہ سکتا ہے غرض اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو ایک دوسرے علم سے تعلق رکھتی ہیں بس اس ضمن میں میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تم کو ہمیشہ اپنی صحت کا خیال کرنا لازم ہی اور اس کے لیے نہایت ضروری بات جس کو تمھیں یاد رکھنا چاہیے یہ ہی کہ ہر لحظہ سانس لینے کے لیے تم کو تازہ صاف اور خوشگوار ہوا ملنی چاہیئے۔

اب میں تمھیں ہوا کی گرمی وسردی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ تم سن چکی ہو کہ ہوا ایک مادی چیز ہی جس کے وجود کو تم چھو کر معلوم کرسکتی ہو۔ اسمیں وزن پایا جاتا ہی اور اس کے رہنے کے لیے مکان یا جگہ کی ضرورت ہی۔ تو جس طرح اور کل چیزیں جن کو تم دیکھ سکتی ہو حرارت سے گرم ہوتی ہیں اور جب حرارت زائل ہوجاتی ہی تو سرد پڑجاتی ہیں۔ اسی طرح ہوا بھی جو نظر نہیں آتی گرم اور سرد ہوتی رہتی ہی۔ تم کسی دن دیکھتی ہو کہ صبح کو ہوا سرد رہتی ہی پھر دوپہر کو سورج کی حرارت سے گرم ہوجاتی ہی اور رات کو جب سورج چھپ جاتا ہی تو ہوا کی گرمی نکل جاتی ہی اور وہ پھر سرد ہوجاتی ہی۔ جاڑوں میں رات کو

جب آتش دان روشن کیا جاتا ہے اور آگ جلائی جاتی ہے تو سارے کمرے کے اندر کی ہوا گرم ہو جاتی ہے اور تم کو جاڑے کی اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن اک ذرا کی ذرا کمرے سے باہر نکل کر دیکھو تو تمام بیرونی ہوا یخ معلوم ہوگی! کیوں تم نے سمجھا۔ تمھارے کمرے کے اندر کی ہوا کیوں گرم ہو جاتی ہے لکڑی یا کوئلوں کے جلنے سے حرارت نکلتی ہے اور یہ حرارت کمرے کی اندرونی ہوا کو گرم بنا دیتی ہے۔ اسی طرح تمہارا آفتاب جو اک دہکتا ہوا قدرتی عظیم آتش دان ہے وہ فضائے آسمانی میں ہر سمت حرارت پہنچا رہا ہے۔ زمین کیجانب جو گرمی آتی ہے اُس سے تمھاری ہوا جو زمین کو چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے گرم ہوتی ہے۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آفتاب سے جو ہماری حرارت اور نور کا سرچشمہ ہے گرمی نکل کر ہمیشہ زمین کی جانب آتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہوا میں سردی محسوس ہوا کرتی ہے۔ اس کی کئی وجہ ہیں اول تو یہ کہ جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو زمین کا آدھا حصہ اوٹ میں پڑ جاتا ہے اور اس پر سورج کی گرمی نہیں آتی۔ اور صرف یہی نہیں ہوتا بلکہ زمین کی حرارت جو دن بھر سورج کی گرمی سے جمع ہوتی ہے۔ رات کو فضائے آسمانی میں نکل کر بھاگتی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے تمھاری رات بہ نسبت دن کے ٹھنڈی ہوتی ہے۔ دوسری وجہ جس کے سبب سے صبح یا شام کو ہوا میں سردی محسوس ہوتی ہے یہ ہے کہ اُس وقت سورج کی کرن آڑی پڑتی ہے اور زمین تک آتے آتے اس کو ہوا کے بہت موٹے دَل سے گزرنا پڑتا ہے کچھ تو حرارت ہوا میں جذب ہو جاتی ہے اور کچھ کرنوں کے ترچھے ہونے کی وجہ سے منتشر ہو جاتی ہے تیسری

وجہ جس سے ہوا سرد ہوتی ہے یہ ہے کہ جب کبھی بادلوں کے ٹکڑے زمین اور سورج کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں تو سورج کی حرارت رک جاتی ہے اور سردی محسوس ہوتی ہے یہ تو روزانہ کی تبدیلیاں ہیں جن کو تم معلوم کرتی ہو۔ اب سالانہ انقلاب کو خیال کرو جو فصل کے بدل جانے پر تم کو محسوس ہوتا ہے گرمی کے دنوں میں جلتی ہوئی لو چلتی ہے اور جاڑوں میں ہوا کی خنکی اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ پالا پڑتا ہے۔ سوائے اس کے ایک ملک کی آب و ہوا کا دوسرے ملک کی آب و ہوا سے موازنہ کرو تو تم کو اور زیادہ حیرت ہوگی۔ کوئی ملک ایسا ہے جہاں ہمیشہ گرمی پڑتی ہے اور کوئی ملک ایسا ہے جہاں کی ہوا برابر سرد رہتی ہے۔ یہ کل انقلاب صرف ایک سورج کی کرن کے سیدھی اور ترچھی پڑنے سے تعلق رکھتا ہے جس وقت سورج سر پر ہوتا ہے اور اُس کی شعاع زمین کی جانب سیدھی آتی ہے تو حرارت زیادہ محسوس ہوتی ہے اور جسوقت وہ افق پر جھکتا ہوتا ہے اور زیادہ اونچا نہیں ہوتا تو اُس کی کرنیں آڑی پڑتی ہیں اور گرمی کم ہوتی ہے۔ سرد ملکوں میں آفتاب دوپہر سے زیادہ اونچا نہیں ہوتا جس کے سبب سے اُس کی کرن نہایت ترچھی ہو کر زمین پر آتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا یخ ہو جاتی ہے اور برف باری ہوتی ہے۔

باقی آیندہ

وہ چیز جو دلوں کو فتح کرتی لوگوں میں اپنا سکہ بٹھاتی اور دوسروں کی گردنیں اپنے آگے جھکوا لیتی ہے بادشاہی ہے نہ امیری سلطنت ہے نہ ملک بلکہ محض ہمدردی ہے۔

زنانہ دستکاری

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

(سلسلے کے لئے مئی ۱۹۰۹ء کا پرچہ ملاحظہ ہو)

معزز بہنوں! اس نمبر میں بتانا چاہتا ہوں کہ اون۔ ریشم۔ لٹھہ سوت اور سمور جنپر تمھاری دستکاری کی عمدگی کا دارومدار ہی۔ اور مختلف قسم کی جالیاں اور کپڑے جنپر عجیب غریب نفیس بیل بوٹے پھول پتے وغیرہ بنائے جاتے ہیں وہ کن ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں کس طرح طیار کیے جاتے ہیں کتنے اقسام اور رنگوں کے ہوتے ہیں اور کون کس کس کام کے لیے موزوں ہی۔ اُن کے انگریزی اور اُردو نام کیا ہیں۔ ہر ہنرمند بی بی کے لیے ان باتوں کا جاننا نہایت ضروری ہی نہ جاننے سے بڑی دقتوں کا مقابلہ ہوتا ہی میموں اور دیگر انگریزی تعلیم یافتہ بی بیوں کو ان باتوں کا علم ہوتا ہے اور ہر کام میں اُس کے مناسب چیزیں استعمال کرتی ہیں بلکہ ایک کام کو مختلف طرح سے مختلف چیزوں پر کرکے ہر ایک کا امتیاز سمجھتی ہیں اس کے برعکس پردہ نشین بہنوں کو نہ ان باتوں کا علم ہوتا ہی نہ اُن کو سمجھانے کی کوئی زحمت گوارا کرتا ہی۔ مختصر یہ کہ جس طرح بھی کسی نے سکھا دیا اُسی طرح ہمیشہ کرتی جاتی ہیں اُن کو اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ آیا اُس میں کسی قسم کی ترقی یا جدت پیدا ہو سکتی ہی یا نہیں۔ یہی وجہ ہی کہ اعلیٰ درجے کی ہنرمند پردہ نشین بیبیوں کی تیار کردہ چیزیں بھی میموں کے مقابلے میں بھدی قرار

…تا ہیں۔ میری ناچیز رائے میں اس کی اصلاح ازبس ضروری ہی اس لیے
ان چیزوں کی کامل تشریح کرنے کی میں کوشش کرتا ہوں خدا کامیاب کرے۔
اون (wool) اونی لباس کے لیے ریشم کے بعد سب سے زیادہ قیمتی شے اور بمقابلے دوسری چیزوں کے زیادہ مستعمل ہی یہ ایک خاص خوبی میں ریشم سے بھی بڑھ کر ہی یعنی یہ گرم ہی۔ اور موسم سرما میں یہ بڑی آرام اور راحت رساں چیز ہی یہ بھیڑوں کے باریک بالوں سے دھن کر طیار کیا جاتا ہی جیسے نالیدہ یہ بنا ہوا نہیں ہوتا ہی بلکہ دھن کر بالوں کو ملا دیا جاتا ہی۔ اون اور بال میں یہ فرق ہی کہ بال کی سطح چکنی اور صاف ہوتی ہی لیکن اونی بال کی سطح ناہموار اور کھردری اور دندانہ دار ہوتی ہی اور اسی وجہ سے ایک دوسرے سے چمٹ کر بخوبی ملجاتی ہی۔ یہ مختلف قسم کا اور مختلف رنگوں کا ہوتا ہی۔ ہندوستان میں بھی علاقہ کشمیر اور دیگر کوہی بلاد میں بکثرت ہوتا ہی لیکن ہندوستانی اون یورپ کی طیار کردہ اون کے مقابلے میں بہت گرا ہوا ہی۔ یورپ کی تیار کردہ اون مختلف ناموں اور وزن کے ہوتے ہیں اور مختلف چیزوں کی تیاری میں مختلف اقسام کے اون استعمال ہوتے ہیں۔ یہ مناسب اور موزوں نہیں کہ کسی چیز کی طیاری میں جیسا بھی اون ملے استعمال کر لیا جاوے۔ ذیل میں ایک فہرست اقسام اون اور اُن کے استعمال کی چیزوں کے متعلق نہایت اختصار سے پیش کرتا ہوں اسی طرح ریشم وغیرہ کا بھی ذکر کروں گا۔

(۱) ورسٹڈ اون (worsted wool) یہ وہ اون ہی جس کا ریشہ بڑا

اور قدرے موٹا ہوتا ہے اس لیے اس میں معمولی اون کی نسبت ملاحت کم ہوتی ہے اس کی گچھیاں لانبے لانبے ریشوں کے اونی سوت کی ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کو ورسٹڈ اون کہتے ہیں یہ زیادہ تر فوجی گوروں کے موزے بنیائن۔ کوٹ اور تسمہ وغیرہ بنانے میں کام آتا ہے۔

(۲) سکوچ فنگر نگ ڈول (scotch Fingering) اس نام کے اون کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک دو لڑی بہت ہی ہلکی مختلف رنگوں کی بنی ہے جو بچوں کے لباس۔ شال اور خواتین کے نیچے پہننے کی عمدہ پوشاک کے لیے موزوں ہے اور اتفاقاً ایمبرائڈری کے کام میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

اس کی دوسری قسم سہ لڑی ہوتی ہے جو مندرجہ بالا سے قدرے مضبوط اور پائدار ہوتی ہے اور ہلکی بنیائن بچوں کے موزے اور مردوں کی نازک جرابوں کے لیے موزوں ہے۔

اس کی تیسری قسم چولڑی ہے جو بہت مضبوط ہوتی ہے اور موسم سرما کے دستانے۔ موزے۔ جرابیں بنیائن۔ بند پاٹی وغیرہ کے لیے نہایت موزوں ہے

اس کی چوتھی قسم پانچ لڑی ہے جو بہت گرم اور بہت مضبوط ہوتی ہے۔ اور اکثر مردوں کے دورہ کرنے کے زمانے کے موزے۔ کرکٹ وغیرہ کھیلنے کے موزے بنیائن اور موسم سرما کے پاجامے۔ دستانے واسکٹ جیکٹ وغیرہ بنانے کے لیے موزوں ہے۔

اس کی پانچویں قسم چھ لڑی ہے جو کوہستانی ملکوں میں موسم سرما میں شکاری موزے۔ بہت گرم دستانے۔ گلنا ور سفری ٹوپی وغیرہ کے لیے موزوں ہے۔

(۳) پٹی کوٹ فنگرانگ (Petticoat fingering) یہ اون عورتوں کے سائے۔ ڈھیلے کوٹ۔ فرشی سلیپر اور بستر بند وغیرہ کے لیے موزوں ہے

(۴) ڈبل نٹنگ یارن (Double knitting yarn) بہت خوبصورت مضبوط اور گرم اون ہے جو گھٹنے تک کے گرم موزے پسینہ نکالنے والی بنیائن۔ ملاحوں کی بنیائن۔ مونیہ کے مریضوں کی بنیائن۔ گرم ٹوپی گلے کا مفلر اور ہر قسم کی گرم چیزیں بننے کے لیے موزوں ہے۔

(۵) بال مورل فنگرنگ (Balmoral fingering) مضبوط عمدہ اون جو خواتین کی جرابوں اور موزے اور بچوں کے بوٹ جوتے پٹی وغیرہ کے لیے موزوں ہے

(۶) میری نو فنگر نگ (merino fingering) یہ زیادہ تر سیاہ اور سفید رنگوں کا بنتا ہے۔ یہ خواتین کی نفیس جرابیں۔ موزے۔ بوٹ اور شال کے لیے موزوں ہے۔ یہ بھی سہ لری اور چولری اور پانچ لری ہوتی ہے۔ اور بچوں کے موزے۔ جرابیں بیچے کے لباس دستانے وغیرہ چیزوں کے لیے موزوں ہے

(۷) اسکوچ وہیلنگ یارن (Scotch wheeling yarn) یہ اون سفید اور مختلف رنگوں کا ہوتا ہے۔ جو مردانی ہر چیز۔ موزے۔ بنیائن۔ پاجامے مفلر اور ٹوپی وغیرہ کے لیے موزوں ہے۔

(۸) آیڈر یارن (Eider yarn) یہ اون دھونے پر بھی سمٹتا نہیں اس لیے زیادہ تر شال اور بچے کے لباس کے لیے مستعمل ہے۔ یہ بھی دو لری۔ سہ لری اور چولری ہوتی ہے

(۹) اسکوچ لیمب وُل Scotch lamb wool یہ اون صرف چولری بنتا ہی۔ یہ عموماً خواتین کے نیچے کے لباس کے لیے موزوں ہی۔

(۱۰) سائکل یارن (cycle yarn) یہ اون زیادہ تر سفید۔ نیلا۔ پیازی رنگوں کا ہوتا ہی اور سونے کے وقت کی جاکٹ اور فرشی موزے کے لیے اور فرشی سلیپر کے لیے موزوں ہی۔

(۱۱) رگ وُل (Rug wool) یہ اون غالیچہ وغیرہ جیسی چیزوں کے لیے موزوں ہی اسمیں جہاز کے رسوں کی سی اینٹھن ہوتی ہی۔

(۱۲) سنگل برلن وُل (Single Berlin wool) یہ اون ہر قسم کے رنگوں کا ہوتا ہے یہ جرمنی کے پایہ تخت برلن میں بنتا ہی۔ یہ بچوں کے موزے جوتے ٹوپی وغیرہ کے لیے موزوں ہی۔

(۱۳) وُل اگسٹا (wool augusta) یہ مختلف رنگوں کا ہوتا ہی۔ اور بچوں کے نفیس موزے۔ جرابیں کھلونے وغیرہ بنانے کے لیے موزوں ہی۔

(۱۴) وُل وینس (wool venus) یہ بھی مختلف رنگوں کا عموماً دولری ہوتا ہی اور اس قدر نازک اور لطیف ہوتا ہی کہ موسم گرما کے ہلکے نفیس لباس کے لیے غیر موزوں نہیں۔

باقی آیندہ

وہ سودا جس میں زیان کا اندیشہ نہیں اور وہ تجارت جس میں نقصان کا احتمال نہیں سچی خیرات ہے

اے ایمان والو جو کچھ اپنے ہاتھ سے ہمارے پاس بھیجوگے وہ تمھاری امانت ہی۔ جس وقت ہمارے پاس واپس آوگے اپنی امانت لے لینا۔ (قرآن مجید)

سیدۃ النساء

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

اب سیدۃ النساء کی پرورش بی بی سودہ کی نگرانی میں شروع ہوئی وہ اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ پیغمبر اسلام سے نکاح کرنے کی عزت مجھ کو صرف بے ماں کے بچوں کی پرورش کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ گو کسی تاریخ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بی بی سودہ کی عمر نکاح کے وقت کتنی تھی۔ مگر قبول اسلام اور سنہ وفات سے تقریباً پچاس سال کی عمر معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ ایک جہاندیدہ معمر تجربہ کار خاتون تھیں انھوں نے اپنا فرض منصبی حضرت سیدہ کی پرورش سمجھا اور اگرچہ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اس خاندان کو جو نقصان حضرت خدیجہ کی موت سے ہوا اُس کی تلافی بی بی سودہ کے آنے سے ہو گئی۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ سوتیلی ماں نے پرائی اولاد کو ہمیشہ اپنے پیٹ کے بچوں کی طرح رکھا اور اسباب کی نہ کبھی متوقع ہوئیں نہ خیال آیا کہ سرور کائنات کی نگاہ میں اپنی عزت اور دل میں محبت پیدا کروں جب تک زندہ رہیں اچھی طرح سمجھتی رہیں کہ مجھ کو پیغمبر اسلام کی بیوی ہونیکا فخر اتنا کافی ہے کہ اب میں کسی دوسری عزت کی محتاج نہیں۔

قریش اس بات پر تلے بیٹھے تھے کہ جس طرح بھی ہو بانی اسلام اور ہر اُس شخص کو جس کا اسلام سے تعلق ہے ایسی ایسی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچاؤ کہ یہ زندگی سے بیزار ہو جائیں ایسی حالت میں آنحضرت کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ گھر میں تشریف لا کر بیوی

اور بیٹی کا دکھڑا سنتے اور دریافت فرماتے کہ کے وقت کا فاقہ ہے اور اگر معلوم ہو بھی جاتا اور کیا معلوم ہوتا نہ ہوگا تو کر کیا سکتے تھے کیا جو کر سکتے تھے اور دیا جو دے سکتے تھے۔ دوسرے وقت تیسرے وقت کچھ تھوڑا بہت بچھڑ دیکھڑ آجاتا اور بی بی سودہ اور سیدۃ النساء دونوں ہیں باس پیٹ بھر لیتیں۔ ماں کی زندگی میں اتنا غنیمت تھا کہ فاقوں تک نوبت نہ آئی تھی۔ مگر اب تو ایک ور ڈو کیا تین تین وقت صاف گزر جاتے اور دانہ نصیب نہ ہوتا۔

تین سال پورے اس طرح گزرے لیکن اس عرصہ میں کوئی روایت ایسی سُننے میں نہیں آئی جس سے یہ معلوم ہو کہ کبھی تو اس صابر و شاکر سیدہ نے باپ سے اپنی تکالیف کا شکوہ کیا ہو۔ اس بچی کے واسطے جسکے سر سے ماں کا سایہ اُٹھ چکا تھا باپ کی زندگی ایک نمونہ تھا جسنے طبیعت کو پارس اور عادات کو کندن بنا دیا۔

جب قریش کا ظلم حد سے گزر گیا اور آنحضرت صلعم کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ناقابل برداشت اذیتیں پہنچنے لگیں تو ہجرت کی تجویز ہوئی اور جو لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے رسالت مآب سے اجازت لیکر یثرب کو جو اُسوقت ایک گاؤں تھا اور اب مدینہ کہلاتا ہے روانہ ہونے شروع ہوئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے سوا سب پہنچ گئے اُس وقت کفار نے ایک عام جلسہ کیا اور یہ رائے ہوئی کہ جس طرح بھی ہو آج پیغمبر اسلام کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ رات کے وقت ننگی تلواریں لیکر اس مکان کو گھیر لیا جہاں سرورِ کائنات آرام فرماتے تھے۔ سرتاج سیدۃ النسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عشق کو دیکھنا۔ آنحضرت کا لباس زیب تن کیا اور اُن کی جگہ پر لیٹ کر عرض کیا۔ خدا کے سچے رسول اب آپ تشریف لے جایئے میں یہاں موجود ہوں جو مصیبت آئیگی اُس کو بھگت لونگا

جب سالت مآب مدینہ پہنچ چکے اور قبا میں رہنے سہنے کا پورا انتظام ہوگیا تو بال بچوں کو بلا لینے کو جی چاہا۔ چنانچہ ابو واقد لیثی کی زبانی حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ مع سیدۃ النساء کے یثرب آجائیں۔ حضرت سیدہ اور حضرت علی کی والدہ اور فاطمہ دختر زبیر یہ تین خواتین ساتھ ہوئیں اور شیر خدا یثرب کو روانہ ہوئے۔

شتر سوار اس خیال سے کہ مبادا قریش پیچھے نہ آجائیں جلدی جلدی جا رہا تھا حضرت علی نے اس سے کہا کہ یہ عورتیں شاید اس عجلت و سرعت کو اچھی طرح برداشت نہ کر سکیں آہستہ چل ہم کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔

یہ چھوٹا سا قافلہ اس وقت ضجنان کے قریب تھا کہ دفعتاً ایک شخص جناح[لے] مع سات سواروں کے نمودار ہوا اور با واز بلند حضرت علی سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورتیں تیرے ساتھ جا کر بچ جائیں اس کے بعد تلوار نکال کر چاہتا تھا کہ حضرت علی پر حملہ آور ہو۔ شیر خدا نے مقابل میں آکر ایک ایسا تلوار کا ہاتھ دیا کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ آقا کی یہ کیفیت دیکھ کر سوار بھی بھاگ گئے اور حضرت علی مع ان خواتین کے مدینہ تشریف فرما ہوئے۔

اس وقت حضرت سیدہ کی عمر تقریباً چودہ برس کی ہوگی۔ گو تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام نہ ہوا تھا مگر محض صحبت اور مقدس باپ کی زندگی ایک ایسی مثال تھی جس نے دنیا بھر کی خوبیاں طبیعت میں پیدا کر دیں۔ وقت کا بیشتر حصہ خدا کی عبادت میں بسر ہوتا۔ اس سے فرصت پاتیں تو چکی پیستیں اور کپڑوں میں چمڑے کے پیوند لگاتیں۔

لے ناسخ التواریخ ۱۲

مدینہ میں چونکہ رفع حاجت کے واسطے گھروں میں کوئی انتظام نہ تھا اس لیے قصبے کی شریف زادیاں تک اس غرض سے جنگل میں جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر کو یہ طرز اچھا نہ معلوم ہوا اور انھوں نے کئی دفعہ پردے کے واسطے رسالتمآب کی خدمت میں عرض کیا۔

ایک روز شام کے وقت بی بی سودہ چلی جارہی تھیں اور اُدھر سے حضرت عمر آرہے تھے اُن کو دیکھکر ہر چند جھکیں دوبکیں مگر چونکہ موٹی تازی اور لمبی تھیں حضرت عمر نے تاڑ لیا اور کہا سودہ میں نے تم کو دیکھ لیا۔ بی بی سودہ اسوقت توخاموش چلی گئیں لیکن واپسی پر آنحضرت کیخدمت میں حضرت عمر کی شکایت کی اور کہا "کیا ہم اپنی ضرورتوں کو بھی باہر نہ نکلا کریں"

چونکہ پردے کے متعلق اسوقت تک کوئی وحی نہ آئی تھی سرور کائنات نے فرمایا میں عورتوں کو اُن کی ضروریات کے لیے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا۔

راشد الخیری

ایک شریف بی بی کے کام کاج

سویرے سے اٹھی وفادار بیوی — نماز اس نے سب سے پہلے ادا کی
ادھر خادمہ چولہا سلگا رہی ہے — اُدھر بیوی بچوں کو بہلا رہی ہے
کوئی گود میں ہے کوئی پاؤں پاؤں — چمن میں ٹہلتی ہیں تازگی چھاؤں
کوئی رو رہا ہے کہ بسکٹ کھلاؤ — کوئی رو رہا ہے کہ کپڑے پہناؤ
غرض اس نے اک اک کا منہ کو دھلایا — کھلائی انہیں روٹی پانی پلایا
جو فارغ ہوا ہات منہ دھو کے شوہر — تو کھانا رکھا سامنے اس کے جھک کر
سدھارا وہ جب اپنے کاموں کو دفتر — تو فارغ ہوئی آپ بھی کھانا کھا کر
اٹھا لائی سیتی اٹھا لائی کپڑے — انہیں اپنے ہاتوں سے خود بچھا کر

جتر بیوی کپڑوں کو سی کر رکھ آئی — ظہر کی نماز اسنے دل سے ادا کی
نماز و وظیفے سے جب پائی فرصت — تو لے بیٹھی پڑھنے کو خاتون عصمت
جو تہذیب میں حیثیت پردہ کی تھی — تو تیوری بہت اسنے جل کر چڑھائی
یہ چاہے تو جنت ہی گھر کو بنادے — یہ چاہے تو دوزخ سے اسکو بڑھا دے
یہ چاہے تو عزت ہماری بڑھا دے — یہ چاہے تو ذلت میں ہمکو گرا دے
یہ چاہے تو رسوا زمانے میں کر دے — یہ چاہے تو عزت کے پھٹ جائیں پردے
اسی کے تو ہاتوں میں ہے کھانا پینا — اسی کے تو ہاتوں میں ہے مرنا جینا
زمانے کی رفتار بتلا رہی ہے — صدا چار جانب سے آ رہی ہے
کہ تعلیم نسواں ترقی کا در ہے — کہ تعلیم نسواں ترقی کا سر ہے

(سید محمد یوسف قیصر)

حق پہ چل

مولوی مقتدیٰ خاں صاحب شروانی نے انگریزی کی ایک مشہور ناصحانہ نظم کا جو بچوں کی درسی کتابوں میں درج ہی اور جسے اکثر بچے انگریزی میں حفظ کیتے ہیں۔ اردو میں ترجمہ کیا ہی۔

باندھ ہمت بھائی اور ٹھوکر نہ کھا ۱ راستہ تاریک ہو گو راست سا
ہی ستارہ رہنما تسکین کا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

راہ گو سنسان و ناہموار ہو ۲ اور سرا اُس کا نظر کے پار ہو
حال کچھ بھی ہو قدم آگے بڑھا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

مکر و حیلہ دل سے اپنے دور کر ۳ اور جہاں ہو نور حق لے بے خطر
نفع و نقصان کا خیال اصلا نہ لا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

آسرا غیروں کا ہی بالکل فضول ۴ جنگ میں تم افسروں کو جاؤ بھول
بلکہ مسلک یہ ہو قول و فعل کا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

نفس کے ہتھے نہ چڑھنا اے عزیز ۵ چاہیئے دیو اور فرشتے میں تمیز
رسم و فیشن پر بھروسہ ہی خطا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

چال سیدھی اور سادہ زندگی ۶ دل کی تسکیں اور قوت قلب کی
اور پھر ان کے ساتھ اچھا رہنما حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

باد ماہی بعض اور خدا بعض ۷ مدح و ذم میں تیرے ہیں شاعر بعض
چھوڑ ان سب کو نظر اوپر اٹھا حق پہ چل اور رکھ خدا کا آسرا

لہ یہ نظم بزم اردو لاہور کے جلسے منعقدہ ۴ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء میں پڑھی گئی۔

بزمِ عصمت

سب بہنیں جن کی نظر سے رسالہ عصمت گزرتا ہے۔ یہ خبر سُنکر خوش ہوں گی کہ صوبہ پنجاب کے صیغہ تعلیم کے اعلیٰ افسر یعنی ڈائرکٹر صاحب بہادر نے حال میں ایک سرکلر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۹ء جاری کیا ہے جس کی رُو سے زنانہ نارمل سکولوں اور مڈل سکولوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ رسالہ عصمت لڑکیوں کے لیے موزوں اور مفید ہے۔ ہم اس عنایت اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتی ہیں۔ اس قسم کا ایک سرکلر اس سے قبل رسالہ مخزن کے متعلق جاری ہو چکا ہے جس کی رُو سے لڑکوں کے مدارس کے لیے اس کی سفارش کی گئی ہے۔ (جائنٹ ایڈیٹر)

خواہر مکرمہ سیدہ طاہرہ خاتون صاحبہ کی یہ تجویز کہ "سب بہنیں اگرچہ آنے کے ٹکٹ یعنی ڈاک کا خرچ اپنے ذمے لے لیں تو عصمت کی صورت سیرت اور حجم میں بہن اڈیٹر صاحبہ کچھ اضافہ کر سکیں" جون میں شائع ہو چکی ہے۔ اس تجویز کی تائید میں بہت سے خطوط آئے اور بعض بہنوں نے ٹکٹ بھی روانہ کیے۔ اسلیے اگست کا رسالہ بجائے ۵۶ صفحے کے ۶۴ صفحے پر روانہ کیا جاتا ہے اور آیندہ ۶۴ صفحے پر نکلا کریگا۔ چونکہ جون اور جولائی کے وی پی صرف تین روپے کے بھیجے گئے تھے اس لیے اُمید ہے کہ جن بہنوں کی قیمت وصول ہو چکی ہے وہ باقی چھ آنے بذریعہ ٹکٹ بھیجکر ممنون فرمائیں۔

جائنٹ ایڈیٹر

ناظرات عصمت میں سے اگر کوئی بہن واقف ہوں تو براہ کرم بذریعہ رسالہ ہذا آگاہی بخشیں۔

(۱) نورجہاں بیگم۔ زیب النسا بیگم۔ سلطانہ رضیہ بیگم۔ اور سلیمہ سلطان بیگم شاہ ہمایوں کی پھوپی زاد بہن کی تصانیف سے کون کون سی کتب ہیں اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ (۲) ٹیلرنگ یعنی سلائی و تراش وغیرہ کے متعلق اردو زبان میں کوئی مکمل کتاب ہے اور اگر ہے تو کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

(۳) پیاز کی پکیر یا فیرنی پکانے کی عمدہ ترکیب
(۴) کس دوکان سے عمدہ قسم کا اون ٹائی بننے کے ہر قسم کے دھاگے بننے کی دھاتی اور ہڈیوں کی سلائیاں۔ کروشیا۔ کروچٹ۔ امبرو آئیڈری ورک مشین یعنی گلکاری بنانے کی مشین اور دیگر کشیدہ کاڑھنے اور فینسی ورک کے سامان بکفایت ملسکتے ہیں اگر اس لسٹ ہم پہنچ سکے تو بہتر ہوگا (۵) کیا سنگر کمپنی کی سیونگ مشین سے بھی زیادہ ارزاں اور دیرپا مشین مستورات کیلئے ہلکی چلنے والی آجکل مل سکتی ہے۔ اگر مل سکتی ہے تو کارخانہ کا کیا نام ہے اور کہاں سے ہم پہنچ سکتی ہے۔
(مسز ڈاکٹر محبوب علیخاں)

مولوی تمیز الدین خانصاحب کے مضمون "زنانہ دستکاری" سے ہمکو خاص دلچسپی ہے مگر نہایت افسوس ہے کہ جون گزشتہ سے انہوں نے اپنے سلسلے کو منقطع کر دیا ہے۔ اُمید ہے کہ بہت جلد اپنے مضمون کا سلسلہ جاری کرکے ہم لوگوں کو ممنون فرمائیں گے۔
(راقمہ مسز اسلام)

پہلے جون کے عصمت میں ایک بہن صاحبہ سیدہ طاہرہ خاتون کی تجویز پڑھی مجھے بہت پسند آئی میں بڑے زور سے تائید کرتی ہوں کہ عصمتی بہنیں اس طرف توجہ کریں اور عصمت کے ڈاک کا خرچ اپنے ذمے لیں جو ایک نہایت حقیر رقم چھ آنے سالانہ کی ہے۔ چھ آنے کے ٹکٹ روانہ کرتی ہوں۔ (خاکسار نواب بیگم آف سچین)

پہیلی

اے حکیم از تو بپرسم تو ہستی پر ہنر + اندروں صحرا دیدم یک عجائب جانور + پائے ناقہ سُم آہو مار دُم کژدم شکم سینہ شیر و پشت فیل و غوک گردن اسپ سر + ناظرین بہنیں یا بھائی اسکی توجیہ بتلائیں ممنون ہوں گی۔
خاکسار رابعہ بیگم

مکرمی تسلیم۔ مجھسے خواہش کی گئی ہے کہ میں دی دکن زنانہ اسٹور کے متعلق چند سطریں لکھکر آپ کی خدمت میں ارسال کروں ازراہ مہربانی رسالہ عصمت کے آیندہ پرچے میں درج فرما کر اسکے بانیوں کی ہمت بڑھایئے۔ یہ اسٹور کسی ذاتی منفعت کے خیال سے نہیں قائم کیا گیا ہے بلکہ اس کے قائم کرنیوالوں نے جو یہاں کے بعض سر برآوردہ خوشحال خاندانوں کی روشن خیال خواتین ہیں محض بہنا پے ہمدردی اسکی

فہرستِ کتب موجودہ مخزن الحینی دہلی

(مفصد ذیل کتب کا مطالعہ اور رکھنا ہر شخص کی لوازمات زندگی میں شامل ہے)

اُردو زبان کا بہترین سفرنامہ

سرخہ عنوان فقرہ گویا ان بیشمار خیالات اور رایوں کا عطر ہے جو ملک کے معزز اخبارات اور معزز
اہل الرائے نے شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا کی جدید علمی کوشش

مقامِ خلافت (یعنے) سفرنامہ استنبول

کے متعلق ظاہر کی ہیں۔ اور بالاتفاق یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت
تفصیل کے ساتھ دارالسلطنت قسطنطنیہ کے حالات آجتک نہ صرف اردو بلکہ کسی مشرقی زبان میں
نہیں لکھے گئے۔ شیخ صاحب ممدوح کو اپنی سیاحت قسطنطنیہ میں حسن اتفاق سے مشہور مقامات
کی سیر اور معتقد اصحاب کی ملاقات کے وہ موقعے میسر آئے جو بڑے بڑے یورپین سیاحوں
کو مشکل سے نصیب ہوتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے اول تو ہر جگہ کے حالات اور ہر ایک بات
کے متعلق تفصیلی نوٹ لیے۔ اور اس کے بعد سفرنامہ کی تحریر میں اپنی مشہور طرز ادا کے
جوہر اس خوبی سے دکھلائے ہیں کہ اصل چیز کا صحیح نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے
پڑھنے والے کی طبیعت مطالعہ کتاب سے وہ حظ اُٹھاتی ہے گویا وہ بھی ہر وقت
مولف کا رفیق اور ہر موقع کے لطف میں شریک تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے
قریب قریب ہر باب کے ساتھ ایک ہاف ٹون عکسی تصویر لگائی ہے جسکی وجہ سے چھبیس
تصویروں کا ایک مرقع گویا کتاب کے ساتھ مفت ہاتھ آتا ہے۔ پھر کتاب کی تیاری کا اہتمام

بھی قابل قدر و لائق دید ہے کتابت نہایت خوشنما۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا چکنا ولایتی تصویریں نفیس آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور سب پر طرہ دو سرورق جو اپنی اپنی جگہ لیتھو کی چھپائی کے نادر نمونے ہیں۔ ایک پر سنہری و روپہلی بیل مع طغرائے شاہی اور دوسرے پر خوشرنگ انگوری بیل نہایت پسندیدہ ضخامت مع تصاویر تین سو صفحے سے زیادہ۔ المدعا کتاب ہر پہلو سے ایسی ہے کہ ممکن نہیں جو اِسکی خوبیاں دل کو گرویدہ نکرلیں باوجود اِن خوبیوں کے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ہے معہ محصول ڈاک۔ دفتر مخزن دہلی سے منگائیے +

فہرست مضامین مقام خلافت

مقام خلافت۔ استانبول۔ سرائے ہمایوں باب عالی۔ ایا صوفیہ خزینہ وسترا قدیم چشمہ سلطان احمد چشمہ امپراطوریات میدان عجائب خانہ چری۔ جامع احمدیہ مشہور مسجدیں بازار مسقف۔ خان والدہ۔ جامع ایوب و ہفت برج۔ کاغذ خانہ۔ بوغاز وطرابلس۔ حربیہ۔ مکاتب و مدارس حمیدیہ خستہ خانہ اطفال۔ دار العجزہ۔ مطبع عثمانی اخباری دنیا۔ تربیت اطفال تعلیم نسواں عثمانی معاشرت۔ عیسائیوں سے تعلقات عثمانیوں کی عام حالت۔ دور حمیدیہ روزنامچہ کا خلاصہ۔

فہرست تصاویر مقام خلافت

حضرت ایوب انصاری۔ غلطہ کا پل غلطہ مینار قصر یلدیز۔ جامع حمیدیہ و سلاملق۔ سلطان المعظم کی گاڑی۔ جامع ایا صوفیہ۔ خزینہ ہمایوں کا دروازہ چشمہ سلطان احمد چشمہ امپراطور شیخ الاسلام۔ ینی چری۔ صدر اعظم ینی چری میدان سرعسکرت۔ جزیرہ ہلکی۔ مکتب بحریہ کے طلبا حمیدیہ خستہ خانہ اطفال۔ ایک ترکی خاتون ترکی برقعہ افسران توپخانہ۔ درویشان طریقت مولویہ والی بردسہ کے ساتھ تین مہمان۔ شیخ عبد القادر۔ جلال بے السنی۔ شیخ مشیر حسین قدوائی۔ علو جامع بروسہ۔ مدرسہ صنعت ابریشم۔ کارخانہ بروسہ۔ ہز ہائی نس عباس حلمی پاشا خدیو مصر۔

حیات جاوید

یعنی سوانح عمری سرسید مرحوم بالتصویر۔ مصنفہ مولنا حالی اس کتاب کو اسقدر شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی ہے کہ اب مزید تعریف کی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ کہ سرسید کے حالات ولادت سے وفات تک نہایت شرح وبسط سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور دوسرے حصے میں سرسید کی لائف اور تصنیفات اور ان کے کاموں پر نہایت مفصل ریویو کیا گیا ہے۔ مولنا حالی کی کامل دس برس کی مسلسل محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ ضخامت (۱۰۰۰) صفحوں سے زیادہ ہے قیمت صرف (سہ)

حیات سعدی

شمس العلماء مولنا حالی کی بے نظیر تصنیف جس میں شیخ سعدی شیرازی کے زندگی کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور شیخ کی تصنیفات نظم و نثر پر نہایت محققانہ ریویو کیا ہے شیخ سعدی کی کوئی سوانح عمری اِس سے بہتر اِسوقت موجود نہیں قیمت (عمر)

الفاروق

یہ ضخیم اور مشہور و معروف کتاب مولنا شبلی کی برسوں کی جانکاہی کا نتیجہ ہے۔ حضرت عمر فاروق کی مفصل سوانح عمری جس کے مطالعہ ہی سے سچا جوش اور قومی حمیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نیا اڈیشن قیمت (ع۲)

یادگار غالب

مولنا حالی کی تصنیف جس میں اُنہوں نے حیات سعدی کیطرح اول میرزا غالب مرحوم کے واقعات زندگی تحریر کئے ہیں۔ پھر میرزا غالب کی اُردو اور فارسی نظم و نثر کا انتخاب شامل کیا ہے۔ اور ہر ایک صنف کلام پر نہایت خوبی سے ریویو کیا ہے۔ میرزا کی تصویر بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ طبع جدید قیمت صرف۔ (ع۱)

دعوت اسلام یعنے ترجمہ پریچنگ اوف اسلام مصنفہ ٹی ڈبلیو آرنلڈ۔ مترجمہ منشی محمد عنایت اللہ بی۔اے۔ تمام ان کتابوں میں جو فی زمانا تاریخ اسلام پر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ خاتمہ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت کے اسباب کیا تھے اور پھر اسلامی اعتقادات کی سادگی اور صفائی اسلام کی روشن خیالی و پابندی اعمال پر بحث کی گئی ہے انگریزی میں یہ کتاب اب میسر نہیں۔ صرف اردو میں موجود ہے۔ بقیمت (تے) مل سکتی ہے۔

علم الکلام حصہ اول مرتبہ مولانا شبلی نعمانی۔ جسمیں علم کلام کی ابتدا اور اس کے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی اور تغیرات کی نہایت تفصیل تاریخ اور علم الکلام کے تمام شعبوں کی تقریظ و تنقید ہے قیمت ۱۲؍

سفرنامہ سیّد سید احمد خاں نے ۱۸۸۴ء کے آغاز میں مدرسۃ العلوم کی امداد کے لیے پنجاب کا جو سفر کیا تھا اس کے حالات جمع کیے گئے ہیں اور بہت سے لکچر اور تقریریں بھی شامل ہیں قیمت بغرض (۸؍)

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ایک فرانسیسی عالم ڈاکٹر برنیر نے شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ہندوستان کا سفر کرکے یہ سفرنامہ فرانسیسی زبان میں لکھا تھا۔ اسکا ترجمہ انگریزی میں ہوا۔ اور انگریزی سے اردو میں خلیفہ سید محمد حسین صاحب سی۔آئی۔ مرحوم نے مع بہت سے مفید حاشیوں کے ترجمہ کیا۔ دو جلدیں قیمت (عہ)

مسدس حالی
یہ نئے مولنا حالی کی نہایت مشہور اور مقبول نظم
جس میں انہوں نے مسلمانوں کی گذشتہ
ترقیوں اور موجودہ تنزل کو نہایت فصاحت اور بلاغت سے بیان
کیا ہے طبع جدید مع ضمیمہ فرہنگ قیمت (۸ر)

نظم حالی
اِس میں مولنا حالی کی چودہ بے نظیر
نظمیں شامل ہیں۔ قیمت ۸ر

مناجات بیوہ
مولنا حالی کا مشہور قطعہ بند ہے۔ نہایت دردناک
اور مؤثر پیرایہ ہے قیمت ۲ر

کنیز فاطمہ
مصنفہ قاضی عزیز الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر
اِس کی نسبت یہی کہنا کافی ہے کہ بوجہ اپنی
خوبی کے سول سروس کلاس کا اردو کورس مقرر رہا ہے۔ نہایت
اخلاقی ناول ہے قیمت (عہ)

رسومِ دہلی
(متعلقہ مسلمانان) از تالیفات مولوی سید احمد صاحب
دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ) اِس کتاب کی خوبی
کے لیے اسکے مولف کا نام ہی کافی ضمانت ہے، فرہنگ آصفیہ کے مرتب کرنے سے
مولوی سید احمد صاحب نے جو احسان اردو زبان پر کیا ہے اسکی کافی داد
نہیں دیجاسکتی۔ مولوی صاحب کی معلومات رسوم قدیمہ کے متعلق
حیرت انگیز ہیں۔ اِس کتاب میں مولوی صاحب نے بچہ کی پیدائش کی معلومات سے
لیکر شادی اور میت کی تمام رسومات نہایت شرح اور بسط سے لکھی ہیں
زبان عورتوں کی لکھی ہے۔ جو اسقدر پیاری اور دلچسپ ہے کہ کتاب چھوڑنے
کو دل نہیں چاہتا۔ اور بے اختیار داد منہ سے نکلتی ہے مستورات کے لیے

یہ کتاب زیادہ باعث دلچسپی ہے اور اسکا مطالعہ ان کے لیے زیادہ مفید ہے اور با مطلب ہی قیمت فی جلد ۱۲ ار علاوہ محصول ڈاک۔

رباعیات اکبر

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج کے کلام نے جو شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے محتاج توصیف نہیں۔ مخزن پریس دہلی نے حال میں ان کی تمام اخلاقی رباعیات کا مجموعہ نہایت خوش قلم اور خوشنما چھاپکر شایع کیا ہے۔ ہر صفحہ پر ایک رباعی نہایت اہتمام سے لکھی گئی ہے۔ اور بہت احتیاط اور صفائی سے چھپی ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قیمت صرف ۱۲ ار علاوہ محصولڈاک ہے

منازل السائرہ

یعنے جناب مولوی عبد الراشد صاحب الخیری دہلوی کی مقبول کتاب جس کا پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گیا تھا اور جس کی دوبارہ اشاعت کے متواتر تقاضے آتے رہے۔ اب مخزن پریس میں نہایت خوبی کے ساتھ دوبارہ چھپی ہے۔ اِس کتاب میں سائرہ کی زندگی کی مختلف منازل کے حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی مشہور طرز تحریر کا یہ ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اخبارات نے نہایت اچھے اچھے ریویو لکھے ہیں مستورات ہی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اور اسکا مطالعہ خصوصاً ان کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا قیمت (۱عہ) علاوہ محصولڈاک۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی سب چیزیں اعلیٰ درجہ کی ہے۔

مثنویات میر حسن

میر حسن کی مثنوی بے نظیر جو منیر کا جو پایہ اردو زبان میں ہے وہ محتاج بیان نہیں

رائڈل صاحب کا بوارنیوال

زمانہ قدیم سے صدہا جڑی بوٹیاں ان امراض کے لیئے استعمال میں آرہی ہیں۔ ان میں سٹولیرین کی جڑ بہت مشہور ہی چند سال ہوئے ڈاکٹر رائڈل نے ایک ترکیب خاص سے اس کا جوہر لطیف نکالا ہی۔ یہ جوہر اصلی دوا سے سوگنی زیادہ طاقت رکھتا ہی۔ اس عمدہ جوہر کا نام بوارنیوال ہی۔ یہ ایک قسم کا عرق ہی جس میں کافور اور ولیرین کی ہلکی سی بو ہی۔ اور یہ دوا سرخ جھلی کی چمکدار شفاف گولیوں میں بند ہے۔ اس دوا کو ڈاکٹر تریاقِ اعصاب سمجھتے ہیں۔

بوارنیوال قلب کے بے قاعدہ عمل مثلاً اختلاج بے چینی۔ تنگی تنفس پست ہمتی پریشان خاطری۔ رعشہ۔ دوران سر جملہ امراض کے لیئے مفید ہی۔ خواہ یہ عارضے نظام عصبی کے کسی فتور سے پیدا ہوئے ہوں یا خون کی کمی سے اس دوا کے استعمال کرتے ہی نبض قوی ہو جاتی ہی۔ درد تھم جاتا ہی۔ اور طبیعت میں سکون آجاتا ہی۔ مہینوں کی تکلیفیں ۲۰-۲۵ گولیاں استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں۔ ایک مریض کو بیخوابی کی اسقدر شکایت تھی کہ وہ بالاخانے سے گر کر مرنے کو تیار تھا۔ کہ چھ روز بوارنیوال استعمال کرنے سے اسنے شفا پائی

مستورات کے لیئے ابتدائی اور اخیر زمانے میں جو تبدیل حالت ہوتی ہی اسوقت **بوارنیوال** خاص طور پر بیش بہا دوا ہی۔ اس کے استعمال میں کوئی ضرر نہیں عصبی دردِ ذیابیطس اور خون کی کمی میں جو بے اعتدالیوں سے پیدا ہو جاتی ہی۔ بوارنیوال نہایت سریع التاثیر اور حسکی دوا ہے۔

خوراک دو یا تین گولیاں ایک قند۔ گرم دودھ چائے۔ کافی۔ کوکو وغیرہ کے ہمراہ

قیمت ۲۴ گولیوں کی فی شیشی عہ علاوہ محصولڈاک

شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو یا

اے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے خریدو

اسٹرلنس سپریما کریم

یہ نہایت موثر غازہ ہے۔ اس کے استعمال سے چہرہ کی جلد ملائم اور صاف رہتی ہے کیل مہاسے۔ جھائیاں۔ جھرّیاں سب رفع ہو کر رنگت میں خوشنمائی آجاتی ہے۔ دھوپ سے چہرہ سانولا پڑ جائے تو اس کے استعمال سے پھر اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ پھٹے ہوئے ہاتھ اور ہونٹوں کے لیے بھی عجیب چیز ہے۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ (عہ)

اسٹرلنس ہیڈیک کیور

یہ دوا سر کے درد کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ استعمال کرتے ہی فوراً آرام ہوتا ہے خواہ کسی قسم کا درد کیوں نہ ہو۔ زیادہ تکان سے پیدا ہوا ہو یا بیخوابی سے۔ بدہضمی۔ کثرت مطالعہ وغیرہ سے یا مستورات کی حالت میں کسی خاص قسم کے ضعف سے ہر صورت میں یہ دوا تیر بہدف ہے۔

سر کے درد کی جو جو سب سے عمدہ دوائیں آج تک اطبا اور ڈاکٹروں کو معلوم ہیں۔ وہ اس نسخہ میں شامل کی گئی ہیں لطف یہ کہ ذرا بد ذائقہ نہیں نہ اس سے معدہ میں کوئی جلن پیدا ہوتی ہے۔ نہ متلی۔ بالکل بے ضرر چیز ہے۔ قیمت فی بکس (۱۲) آنہ

زائمول ٹروکیز

واعظوں تقریر کرنیوالوں لکچر دینے والوں اور گویوں کے لئے سب سے عمدہ حلق کو طاقت دینے کی دوا۔ یہ بالکل انوکھی دوا ہے۔ اس کا اثر منہ میں رکھتے ہی فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ کھانسی تھم جاتی ہے اور چند منٹ میں گلے کی خراش میں افاقہ ہو جاتا ہے۔ ان قرصوں میں کوئی مفرد دوا نہیں۔ نہ ان سے معدہ میں کوئی فتور پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک دفعہ تجربہ کرینگے تو یہی کہینگے کہ بس اس کا ایک بکس ہمیشہ گھر میں موجود رہنا چاہیے قیمت فی بکس (۱۲)

مندرجہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروش سوداگروں سے خریدیا
نائلس لیڈ ورڈ ٹائیزنگ ایجنسی دہلی سے طلب کرو

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسران نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سُرمہ کی تصدیق فرمائی ہو کہ یہ سُرمہ امراض ذیل کے لیئے اکسیر ہے ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند - جالا - پڑوال - غبار - پھولا - سبل - سُرخی - ابتدائی موتیا بند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہیں - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھجاتی ہو اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سُرمہ یکساں مفید ہو - قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سُرمہ سے فایدہ اُٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہو عا - ممیرے کا مفید سُرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ عہ مصری سُرمہ فی تولہ ۱ہ خرچ ڈاک ذمہ خریدار - درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں ✦ **المشتھر** پروفیسر میاں سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

اِن سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

۱ - میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میاں سنگھ اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہو بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہی بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہو آنکھوں کے پانی کا بہت جانا - دُھند - سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن یعنی کمزوری - نظر - ناخنہ - باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور ان سے پیپ کا گرنا - چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شئی نہیں ہے اسلئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہو مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا محال ہو وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیئے اس لئے میں بلا شک و شبہ کہدیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ ضروری مفید ہو **راقم** ڈاکٹر ایم - بی سانگلی صاحب بہادر ایم ڈی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ امرتسر

۲ - جناب سردار صاحب! تسلیم - میں نے آپ کا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا - میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کے لئے بہت مفید ہو - میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں اور میں ایک پہر کام کرنے سے معذور ہو جاتا تھا اب میری یہ کیفیت ہو کہ صرف چار روز کے استعمال سے تمام دن بخوبی کام کر سکتا ہوں **راقم** میاں خورشید محمد خان خلف نواب یسین محمد خان صاحب بہادر سرامیل

پانچہزار روپیہ انعام اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اسکو مبلغ پانچہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو لاہور کے بنک میں اسی مطلب کے لئے مارچ سنہ ۱۹۰۲ سے جمع کیا گیا ہے

جلد ۳
نمبر ۳

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے یعنی

ستمبر ۱۹۰۶ء

اُردو میں

پاکیزہ خیالات علمی اور ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور

ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے

طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات اور مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

ایڈیٹر رسالہ شیخ محمد اکرام
جائنٹ ایڈیٹر مسز محمد اکرام

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک (۲ روپے) فی پرچہ ۴؍

فہرستِ عصمت ماہ ستمبر ۱۹۰۹ء

تصویر شمرو کی بیگم



عصمت

عِشا کی نماز

محترمہ زاہدہ بیگم صاحبہ الخیریہ نے جن کے وعظ سے دلّی کی خواتین اکثر مستفیض ہوتی رہتی ہیں یہ قابلِ قدر مضمون عصمت کو عطا فرمایا ہے۔ جو نہایت خوشی سے درج کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ زاہدہ بیگم صاحبہ اپنے بیش بہا مضامین سے عصمت کو اکثر فائدہ پہنچاتی رہینگی ۔

وہی آفتاب جو صبح کے وقت مشرق کی طرف سے تروتازہ اور چمکتا دمکتا بلند ہو رہا تھا اپنا فرضِ منصبی ادا کر چکنے کے بعد شام کو پژمردہ نڈھال زرد چہرہ پھیکی رنگت آشیانہ مغرب میں جا سویا۔ رات کی تاریکی آدھی دنیا پر چھا چکی۔ اس شہنشاہ سے لیکر جو دن بھر ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک رہا ایسے مزدور تک جس نے دس گھنٹے جلتی بھلستی دھوپ میں ٹوکری ڈھوئی سب پر نیند کا جادو چلگیا مصیبت کے مارے دن بھر کے تھکے ہارے بے گھر بے در تندوروں پر روٹیاں کھا کہیں پڑ کر ڈھیر ہوگئے خوشحال و فارغ البال انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر بستر استراحت

پر لیٹ چکے۔

قدرت کے انتظام اور رب مطلق کی شفقت قابل غور ہے۔ دن کے بارہ گھنٹوں کی لگاتار محنت کے بعد دماغ کو تر و تازہ کرنے کے واسطے رات بنائی کہ صبح سے شام تک کے تھکے ہارے سو کر خوشحال ہو جائیں۔ اور صبح اٹھتے ہی پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہوں۔ نیند جیسی نعمت کی قدر کی طرف ہم آج آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے بیماری میں معلوم ہوتی ہے اور خالق حقیقی کے اس احسان کا احساس اُس وقت ہوتا ہے جب آنکھیں ترستی ہوں اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے جھپک نہ سکیں۔ راتیں سینکڑوں آرہی اور جارہی ہیں پیٹ بھر کر سوتے اور خراٹے لیتے ہیں لیکن صانع حقیقی کی اس صنعت کی طرف کبھی بھول کر بھی دھیان نہیں آتا۔

کارخانۂ قدرت کی ہر چیز اپنا کام کر رہی ہے۔ سورج وقت مقررہ تک دنیا کو روشن کر کے رخصت ہوا۔ چاند اپنی نورانی شمع لئے ہوئے ساعت معینہ پر موجود ہے۔ تارے بساطِ فلک پر کھل گئے۔ خوشرنگ پھول جو صبح کو منہ بند کلیاں تھیں شام کو کھل کر اور اپنی بہار دکھا کر مرجھا چکے۔ طائران خوش الحان اپنی بولیاں سنا نغمۂ توحید گا اپنا پیٹ بھر بچوں کا پیٹ پال گھونسلوں میں جا دبکے لیکن خالق الموجودات کی اشرف و اعلیٰ مخلوق انسان میں بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنا فرض ترک کیا تہذیب و انسانیت کو طاق پر رکھا جس کی نعمت و عنایت سے آج خوشحال و مالامال ہیں اس سے ایسے فرنٹ ہوئے کہ شکریہ تو درکنار اس کا دھیان بھی گناہ سمجھا۔

عزیز بہنو! خانہ داری کے جھگڑوں سے فراغت پانے کے بعد رات کو پلنگ پر لیٹ کر خیالات دنیا کے بہت سے جھگڑے آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گھنٹوں اسی ادھیڑبن میں گذر جاتے ہیں۔ لیکن کسی روز اگر دنیا کے دھندے سے فرصت نہیں تو اس نازک وقت کا بھی تو خیال کرو جب یہ تمام تعلقات ختم اور خیالات بیکار ہونگے ایک محسن حقیقی کا آمنا سامنا ہوگا۔ یہی دست و پا جسمانی جو آج بڑے بڑے معاملات سلجھا رہے اور تمام کاروبار میں مدد دے رہے ہیں بغلی گھونسوں کی طرح کچا چٹھا بیان کرینگے۔[1]

شب و روز کے واقعات اور عزیزوں کا فراق اس آنے والے وقت کا یقین دلا رہا ہے لیکن ہماری آنکھوں پر کچھ ایسے غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ کبھی بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔

کیا وہ احکم الحاکمین جو ہمارے تمام اقوال وافعال سے خبردار ہے وہ خدائے برحق جس نے ہم کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں اس کا مستحق نہیں کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت تو اپنا سر جھکا کر اس کے حضور میں عاجزی کا اظہار کریں لیکن عقل و ہوش والی بہنو! قادر قدیر عظمت والا قدرت والا کسی طاقت کا ہو کہ دم بھر میں جو چاہے کچھ کر دے کس چیز پر بھول کر اسکو دل سے بھلایا۔ رات کے وقت جب بال بچے پڑ کر سو جائیں اور گھر میں چپ چاپ ہو جائے وضو کر کے جا نماز پر تو کھڑی ہو پھر دیکھنا کہ یہی دل جو سیاہی سے گھرا ہوا ہے کیسے زبردست شہنشاہ کی تصویر آنکھ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ فرض سمجھو حکم سمجھو۔

---

[1] یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

لیکن نیند کے غلبہ میں تو اور میں دونوں برابر تھے۔ نہ تجھے کچھ خبر تھی اور نہ مجھے۔ یہ حصہ رات کا میرا اور تیرا برابر گذرا۔ لیکن جس وقت تنور کی آگ بجھ گئی تو سردی کی شدت سے میری آنکھ کھلی اور میں دبک سکڑ ایک کونہ میں بیٹھ گیا نیند تو آ ہی نہ سکتی تھی میں نے سوچا کہ اس وقت کچھ ذکر خدائے برحق ہی کا کروں جس کے حضور میں ایک روز حاضر ہونا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب تو بے خبر پڑا تھا اور میں معبود حقیقی کو یاد کر رہا تھا۔ محمود! رات کا یہ حصہ میرا تجھ سے بہتر گذرا۔

میری پیاری بہنو! خدا جیسے شفیق کی مہربانیوں پر خاک ڈال کر محسن کش نہ ہو۔ اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ایک پہیلی لکھتی ہوں جسکی بوجھن نماز ہے اس پر غور کرنا اور سوچنا کہ نماز کیا چیز ہے:

چار پھول پو پھاٹے پھولیں بارہ ڈھلتی بار
چار پھول چو گھڑیا تیرین ساتوں سنجی بار
سترہ کلی بن نیند نہ آئے سیج چڑھن کی بار

زاہدہ بیگم

اگر تمہاری خواہش ہے کہ تمہارے بچے تم سے جھوٹ نہ بولیں تو تم خود ان سے کبھی جھوٹ نہ بولو وہ مائیں جو آج مصلحتاً اپنے بچوں سے جھوٹ بولتی ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے پیارے بچوں کی طبیعتوں میں جھوٹ اور دغا کا بیج بو رہی ہیں۔

اے ماں بننے والی بیٹی وہ سلوک یاد رکھیو جو تو اپنے ماں باپ سے کر چکی اور کر رہی ہے۔ تجھے کوئی حق نہیں ہے کہ تو اپنی اولاد سے اس بھلائی کی توقع کر جو تو نے اپنے ماں باپ سے نہ کی۔

کپڑے دھونا

گو ہندوستانی رسم و رواج کے مطابق گھر میں کپڑے دھونا نہ صرف افلاس و تنگدستی ہی کا الزام سر لینا ہی بلکہ سوم کنجوس اور کمینی بنتا ہے۔ جیسا ویس ویسا ہیں ادنیٰ سے اعلیٰ اور فقیر سے امیر تک مشکل سے ایک رانی بھی ایسی نکلیلی جو کپڑے دھو لینے کے فن سے اچھی طرح واقف ہو۔ حالانکہ ان انگلستانی خواتین میں یہ ماہر فعل آج شرف و فضل سمجھا جا رہا ہی۔ شاید بدقت ایک ایسی ملے جو آپ کپڑے نہ دھو سکتی ہو اور ایسی تو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ملینگی جو آپ دھوتی ہیں۔ وجہ؟ صرف رواج کی پابندی۔ چاہے روپوں اور اشرفیوں کا نقصان ہو جائے مگر کنبہ بھر میں ذلیل اور محلہ بھر میں بدنام کون ہو۔ بسا اوقات سننے میں آتا ہی کہ بچہ کا اونی کرتہ دھوبن نے بھٹی چڑھا کر غارت کر دیا بارہا دیکھا ہی کہ بنی جھکون کا دوپٹہ پٹیل نے چاک کر بتی بتی کر دیا۔ اگر کوئی غیر معمولی ایسا کپڑا جس کا اندیشہ ہو کہ دھوبی یا دھوبن کے ہاں بگڑ جائیگا گھر میں دھو لیا جائے تو گناہ نہیں آخر زچہ خانے میں بچہ کے پوتڑے نہالچے وغیرہ خوشحال گھروں کی مامائیں اور معمولی گھروں میں مائیں خود دھوتی ہی ہیں جس طرح وہ معیوب نہیں اسی طرح رفتہ رفتہ یہ بھی جائز ہو جائیگا۔

گو انگلستان کے اکثر گھروں میں اس کام کے واسطے ایک دن مقرر ہی جس روز ماں بیوی اور لڑکیاں مل جلکر ہفتہ بھر کے میلے کچیلے کپڑے دھو دھلا لیتی ہیں

لیکن ہندوستان کے واسطے اس کی تقلید مشکل ہی نہیں بلکہ قبل از وقت اور سہ رست بیوی کی ذمہ داریوں میں ایک تکلیف دہ اضافہ ہے تاہم اگر اتنا ضروری نہیں تو مناسب ضرور ہے کہ لڑکیاں خاص خاص کپڑوں کو دھو لیں۔ یا ضرورت ہو تو دھو سکیں۔

فلالین وغیرہ کے کپڑے معمولی دھوبنوں کے ہاں علی العموم خراب ہو جاتے ہیں اور سکڑ کر بگڑ جاتے ہیں۔ اس لئے سب سے بڑی احتیاط جو فلالین میں ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ کپڑا قطع کرنے سے پہلے اسکو دھو لیں۔ تاکہ جتنا سکڑنا ہو پہلے ہی سے سکڑ لے اور دھلنے کے بعد کپڑا تنگ یا اونچا نہ ہو جائے۔ فلالین یا اونی کپڑا جب پہننے کے بعد دھلنے کے قابل ہو تو پہلے برش سے صاف کریں پھر اس کو گرم پانی میں ڈال دیں ۔ مگر پانی کنکنا ہو نہ کہ اتنا گرم کہ تمام میل کپڑے ہی میں جذب ہو جائے۔ اس پانی کو جس وقت گرم کرنے کے واسطے چولہے پر رکھیں تو تھوڑے سے صابون کے ٹکڑے اور سوڈا بھی ڈالدیں۔ بیس پچیس منٹ کپڑا اس میں بھیگا رہے اس کے بعد نکال کر یہ بڑی احتیاط کا کام ہے کہ نہ اسکو زور سے رگڑو نہ نچوڑو ورنہ اون کے تار الجھ جاینگے اور ٹوٹ جاینگے۔ آہستہ سے نچوڑنا چاہیئے تاکہ جو پانی کپڑے میں موجود ہے وہ نکل جائے۔ اس کے بعد گرم پانی میں آہستہ آہستہ صابون سے دھوؤ اور پانی نچوڑ کر سوکھنے کے لئے لٹکا دو۔

بلقیس

پہلی دُلہنیں

(بُڑھیا سہیلیوں کی خط کتابت)

سمدھن! تمہارا حکم ٹالتی تو رہتی کہاں۔ بی نصیبن کے ہاں گئی اور سر آنکھوں سے گئی مگر ہاں نہ نا نا شادی کیا ایک بگار تھی کہ ٹھیر اپیچکی کر کر الگ کی اور یہی کیا کنگالی کا کوڑا تھی کر جھاڑو دے دلا نکال باہر کیا۔ منگنی مایوں جوڑا چڑھاوا مال بھی تو کچھ نہ ہوا۔ موئے غریب مفلس بھی تو بیٹی کا مان رکھ لیتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کے آدمی اتنے بڑے عزت دار گانوں گوین جائداد املاک اللہ کا دیا سب کچھ اور ایک بات ڈھنگ کی کرنی نصیب نہ ہوئی جو رسم وُہ فضول اور جو دستور وہ غلط۔ جانتی ہوں کہ تم بھی آخر جنٹ صاحب ہی کی بہن ہو ان ہی کی سی کہو گی۔ مگر سمدھن منہ پر آئی نہیں رکتی۔ ایسی عقل بھی کس کام کی کہ تمام دنیا میں تھڑی تھڑی ہو جائے اور کان پر جوں نہ چلے۔ اللہ امین کی بیٹی اور داماد کو جوڑا تک نصیب نہیں۔ بتاؤ تو سہی ناک رہی یا کٹی۔

کیوں بوی! جب مایوں مبہوب ساچق گناہ چوتھی کفر چالے حرام تھے تو یہ باتیں کہاں سے جائز ہو گئیں۔ جب روپیہ کا اٹھانا ہی فضول خرچی تھی تو یہاں کیوں صرف ہوا۔ یا وہاں روپیہ سونے کا تھا اور یہاں مٹی کا۔ رسموں سے بچنا تھا کہ رقم ضائع نہ ہو تو یہ انگریزی باجے کل کی گاڑیاں بجلی کی روشنی کیا مفت آگئی تھی۔ کچھ بھی نہ ہوتا تو صبر آجاتا۔ نہ شکوہ نہ شکایت نہ بدنامی نہ ذلت مگر اب تو ایک

میں کیا دُنیا بھر یہی کہیگی کہ کیا اور کرنہ جانا۔ روپیہ کے متعلق تو بحث ہی نہیں میں آپ کہتی ہُوں جو کیجے وُہ اچھا جو رہے وُہ بہتر مگر اس کا جواب کیا دیتی ہو کہ کیا جو کرنا تھا اور کیا جو نہ کرنا تھا۔ انگریزی کا اثر ایسا چڑھا کہ اپنے ذاتی جوہر بھی کھو بیٹھے

آخر تم بھی تو غدر میں خاصی گیارہ بارہ برس کی تھیں۔ خود دلہن بن چکی ہو بیبیوں بنائیں سینکڑوں دیکھیں۔ ایمان سے کہنا کیا وقت تھا وہ جُھکی جُھکائی رکی دبکائی دلہنیں تو اب دیکھنے ہی میں نہیں آتیں۔ ایک ہمیں کیا جدھر دیکھتی ہُوں عالم ہی اور ہے۔ ایک وُہ دن تھے برسوں بہو کی آواز کان میں نہ آتی تھی ایک آج کا دن ہے کہ اِدھر بہو آئی اور اُدھر کہو لو میاں مقنّع اور گھر سنبھالوں اپنا" عورت کا سب سے بڑا سلیقہ سب سے اچھا زیور سب سے بہتر جوہر شرم وحیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے لوگ دنوں بہو کا گھونگھٹ نہیں اُٹھاتے تھے۔ مہینوں کی بیاہی بھی سُکڑی سُکڑائی اِدھر اُدھر ہولے ہولے پھرتی ہُوئی اچھی دکھائی دیتی تھی۔ یہ تو معلوم ہوتا تھا کہ اِس گھر میں بہو آئی ہے۔ اب تو الٰہی توبہ حقّاقہ وقاقہ چیرو تو چار بگھارو تو پانچ تڑاق پڑاق یہ حیا وہ حیا غضب خدا کا چوتھی کی دلہن دو دِن کی بیاہی اور بیٹھی میاں کے رومال پہ نام لکھ رہی ہے۔

کچھ ایسا زمانہ پلٹا کہ وُہ بات ہی نہ رہی تعجب تو یہ ہے کہ جن رسموں پر آج چاروں طرف سے لعن طعن اور لے دے ہو رہی ہے۔ ان میں بعض تو کیچڑ میں دبے ہُوئے ہیرے ہیں سلمہٰ! ہمارے بڑے بیوقوف نہ تھے جو باتیں مقرر کی ہیں ایسی جانچ تول اور پرکھ کر کہ جس وقت یہ بالکل نیست و نابود ہو جائینگی اُس وقت اُنکی قدر معلوم ہوگی۔

آج جبکہ آزادی کی ہوا بھی نہیں جھکڑ چل رہے ہیں مائیوں بٹھانا بلاؤں میں شمار ہو مگر میں تو ہانکے پکارے کہتی ہوں کہ جو لڑکی چار دن میں میکے سے نکل کر سسرال جانیوالی ہو ان کا باپ بھائیوں کے سامنے خوش خوش پھرنا اور جنھوں نے پال پوس کر اس لائق کیا ان کی جُدائی سے تیوری پر بل تک نہ لانا کیسی بُری بات ہے۔ اسی کا نام شرم وحیا ہے کہ اس کے خیالات کا اظہار عام طور پر نہ ہو۔ رنگ نکھرنے اور خون بڑھنے کے لئے غیر معمولی خوراک اُبٹنے اور خوشبوؤں وغیرہ کا استعمال کھلّم کھلا کرنا بیحیائی نہیں تو بیحیائی کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں۔ خیالات کے یکسو اور آنے والے وقت کے تمام نشیب و فراز پر خوب اچھی طرح غور کر لینے اور ہر پہلو پر نظر ڈالنے کا تنہائی سے بہتر کوئی اور ذریعہ ہو سکتا ہو تو تم مجھے بتاؤ۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ دلہن کو سسرال میں جا کر جھکنے کی خاموش بیٹھنے کی گھٹنے کی عادت پڑ جائے۔

سلمہ! خُدا کی قسم بڑی بڑی ہڑونگیوں کے چہروں پر جو سارے دن اور آدھی رات تک خاک اُڑاتی پھرتی تھیں کچھ ایسا نُور برسنے لگتا تھا کہ غیروں کا دیکھ کر دل خوش ہو۔ خوشبو کی یہ کیفیت تھی کہ جدھر سے دلہن نکل گئی گھر بھر مہک گیا۔ اب تو وہ شہاب اور کسوم سب غارت ہو گئے۔ بہت کیا انگریزی شیشی کھولی اور چھڑک لی۔ تمہارے اپنے جہیز کا اگر کوئی پھٹا پھٹایا اُدھڑا اُدھڑایا کپڑا پڑا ہو تو سونگھ کر دیکھو پچیس تیس برس کے بعد بھی اتنا پتہ دے رہا ہوگا کہ مجھے کسی دلہن کے زیب تن ہونے کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ اُن ہی وقتوں کی پلی پلائی ایک میں بھی ہوں۔ گو بڑھیا پھوس ہو گئی قبر میں

پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوں۔ گو جاہل ہوں یا بیوقوف یقین جاننا آجتک غیر مرد سے بات کرتے ہوئے جی ڈرتا ہی۔ میں مرنے کو تیار آپا جان مردے سے بدتر مگر خدا گواہ ہی اگر کبھی آنکھ ملا کر بات کی ہو۔ آجکل کی لڑکی بالیوں کو دیکھتی ہوں چولہے میں گیا پردہ بھاڑ میں گیا لحاظ رستہ میں فقیر ہے تو بلا سے ڈیوڑھی پر نوکر بیٹھا ہی تو بیٹھنے دو۔ سڑک دیسی اُن گھر سے اس گھر اور اس گھر سے اُس گھر روز بھی آتا ہی منشی بھی آتی ہو۔ بی زینب ماشاءاللہ یوں تو انگریزی اور فارسی سب میں طاق جلسوں میں سب سے آگے تہذیب میں سب سے اوّل مگر پرسوں جو ماما بیمار پڑ گئی اور چاول پکانے اٹھیں تو یہ تک خبر نہیں کہ پسا کر کھانڈ ڈالتے ہیں یا یُوں ہی موآن منہ پانی میں کھانڈ ڈال پتیلی کی پتیلی ہی غارت کی۔

ہماری تو خیر جس طرح گذرنی تھی گذر گئی۔ مگر اس ننھی پود کا کیا ہوگا جن کا دیدہ ابھی سے ہوائی ہو رہا ہی خدا کی یہ نہیں رسُول کی یہ نہیں ماں سے لگاؤ نہ باپ سے تعلق بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کی محبت غضب خدا کا ٹانگ برابر کی لڑکی اور گز بھر کی زبان۔ جمیلہ کل ماں سے کہتی ہی کہ گڑیا میری تھی آپ کو مجھ سے پوچھنے کا کیا حق حاصل ہی کر کیا کی؟

بس بُوا سلمہ! چلنے کی تیاریاں کرو اب دُنیا ہمارے رہنے کی جگہ نہیں خُدا عزّت و آبرو سے اُٹھالے تو سب کچھ بھر پایا۔

ر - ب

دے کر احسان نہ جتاؤ

ہم مستورات میں یہ ایک بہت بڑا عیب ہے۔ کہ اگر کسی غریب کی کچھ ذرا سی مدد کی تو فوراً سب سے کہینگے۔ ہم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ہم جو کچھ بھی راہِ خدا میں دیتے ہیں۔ صرف اس توقع پر کہ آخرت میں ہمیں اس کا اجر ملے۔ مگر افسوس ہے ہم خیرات کرنے کے طریقہ سے بالکل ناواقف ہیں۔ ان پڑھ بیبیاں ہماری تو مفت میں بدنام ہیں۔ کہ یہ جاہل ہونے کی وجہ سے خیرات کا نیک کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتیں۔ مگر میں تو تعلیم یافتہ بیبیوں کو بھی دیکھتی ہوں وہی بری عادت ان میں بھی ہے۔ شاید فیصدی پانچ بیبیاں ایسی ہونگی۔ جو خوشی کے ساتھ خدا کے واسطے دیتی ہوں۔ ورنہ ہم سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

دے کر احسان جتانے کا ایک سچا واقعہ یہاں لکھتی ہوں۔ اس سے ہماری خیرات کا صاف حال معلوم ہوتا ہے۔ ایک شریف خاندان کی بی بی گردشِ زمانہ کے ہاتھوں بہت ناداری کی حالت میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ایک اور بی بی جو خدا کے فضل سے صاحب مقدور ہیں۔ اُن کے گھر کے قریب رہتی ہیں۔ اور انکے خاندان سے خوب واقف ہیں۔ اور اُنکی حالتِ زار پر رحم کرکے کچھ تھوڑی بہت مدد بھی کرتی ہیں۔ لیکن جہاں کسی تقریب پر دس بیس بیبیاں جمع ہوئیں۔ سنو تو انکی بیچاری غریب بی بی کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ بی بی اس غریب بہن کی طرف

اشارہ کرکے دُوسری بیبیوں سے مخاطب ہوکر کہہ رہی ہیں۔ اے بی یہ بیچاری بہت غریب ہیں۔ اکثر فاقہ کیا کرتی تھیں۔ مگر اب تو ہر مہینے میں انکو پانچ سات روپیہ دیدیتی ہوں اور اکثر پرانے کپڑے وغیرہ دیدیتی ہوں۔ اب تو ان کی حالت بہت درست ہوگئی ہو۔ اُنہوں نے تو اپنی ہمدردی جتانے کے لیئے اس طرح کی گفتگو کی لیکن اس غریب کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ کیسی سخت ندامت اور صدمہ ہُوا ہوگا۔ اور اُنکو کیا خاک ثواب ہوگا۔

کہتے ہیں خیرات اس طرح کرنی چاہیئے کہ ایک ہاتھ سے دیوے تو دُوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ لیکن برعکس اس کے ہم خیرات کرتے ہیں تو تمام دُنیا کو دکھا کر۔

اگر ہمارا کوئی عزیز فوت ہوجاوے تو حسب حیثیت ہم اس کے پیچھے خدا کی راہ میں دیتے ہیں کہ میت کو اس کا ثواب پہنچے۔ لذیذ کھانے اور قیمتی کپڑے اُس کے پیچھے تقسیم کیئے جاتے ہیں۔ تاکہ ہمارے عزیز کو اس کا ثواب ہو۔ اور ہمارا نام روشن ہو۔

مگر اس طرح کی خیرات سے ہرگز ثواب کی اُمید نہیں کرنی چاہیئے۔ میری ناقص رائے میں جو کچھ بھی خُدا راہ دینا ہو۔ خواہ میت کے پیچھے ہو۔ یا کسی اور طرح کی خیرات ہو۔ بہت خاموشی کے ساتھ غریبوں کو دینا چاہیئے۔

ہر محلہ میں دوچار غریب پردہ نشین بیبیاں رہتی ہیں۔ اور اکثر سلائی وغیرہ پر گذارہ کرتی ہیں۔ کچھ پردے کی اور کچھ اپنے خاندان کی بدنامی کی وجہ سے جس کس مپرسی کی حالت میں وہ رہتی ہیں۔ اگر ان کی داستان سُنو تو بہت ہی خُدا کا خوف آتا ہو۔ کہ یہ بیچاریاں کیسی مصیبت میں زندگی بسر کررہی ہیں۔ انکی

...اری سب سے افضل ہی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکا دینے والا اور بخل کرنے والا اور دوسرے کو احسان جتانے والا یہ تینوں شخص جنت میں داخل نہ ہونگے۔"

افسوس تھا کہ ہم مستورات میں یہ عیب ہی ذرا کسی کی کچھ مدد کی تو ضرور دوسروں کو سنائینگے۔ اکثر میں نے یہ بھی دیکھا ہی کہ بعض بیبیاں غریبوں کو ماہوار دیتی ہیں۔ لیکن جہاں کسی دوسری بی بی نے آکر کہا اے بہن! وہ تمہیں بہت سخت باتیں کہتی ہیں بس پھر کیا تھا۔ فوراً انہوں نے اس غریب کا ماہوار بند کر دیا۔ کہ واہ وہ تو مجھے برا کہے اور میں اس کی مدد کروں۔ خدا راہ دیکھا دیتی تھیں۔ گویا جب تک اس غریب نے ان کی تعریف کے گیت گائے اور خوشامد کی تو انہوں نے بھی مدد کی اور جہاں اس نے ان کی تعریف کم کی تو خیرات دینی بھی بند۔

اول الذکر خیرات کا طریقہ بہت برا ہی۔ اور اس میں اصلاح کی از حد ضرورت ہے۔ میں مدت تک رسالہ "عصر جدید" میں اصلاح تمدن وغیرہ پر بہت اچھے مضامین دیکھتی رہی تھی۔ اور مجھے امید تھی کہ جب اس طرح کے مضامین لکھے جاتے ہیں۔ تو اس کا ہم پر بے انتہا اثر ہوگا۔ اور ہماری حالت میں کچھ نہ کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ اور آخر کوئی مفید نتیجہ نکلیگا۔

لیکن برخلاف اس کے میں تو ویسا ہی لوگوں کو خیرات کرتے دیکھتی اور سنتی ہوں۔ اور ہر حالت میں نام و نمود کا بہت خیال کیا جاتا ہی۔

اکثر قومی اخبار "وکیل" میں بھی اس طرح کی خیرات پر مضامین لکھے جاتے

ہیں۔ اور جو لوگ کہ مستحق ہیں۔ اُنکو خیرات نہ ملنے اور بے فائدہ نام و نمود پر روپیہ لُٹانے کا بہت ہی افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہی جب تک ہم خود اِس پر عمل نہ کریں۔

لہٰذا میں اپنی قابل تعظیم اخباری بہنوں کی توجہ اِس طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ اگر ہم سب مل کر کوشش کریں اور خیرات کا طریقہ بدلنا چاہیں تو کچھ بھی مشکل نہیں ہی۔ مرد تو اصلاح خیرات پر بہت زور دیتے ہیں۔ اور کسی حد تک اُنہوں نے خیرات کا طریقہ بدلا بھی۔ مگر پھر بھی زیادہ تر خیرات وغیرہ انجام دینے کے اختیارات ہم مستورات کو ہیں۔ کھانا پکا کر ہی دینا ضروری نہیں۔ نہ معلوم غریبوں کو کس چیز کی ضرورت ہو۔ اِس لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہی کہ جو کچھ ہمیں خیرات کرنی منظور ہو وہ نقد دیویں تاکہ حاجتمندوں کی تکلیف رفع ہو۔ اور ہم نے جس غرض سے خیرات دی تھی وُہ مقصد حاصل ہو۔

خ۔ ج

بہت کم مرد اور عورتیں آرام لینے سے اچھی طرح واقف ہیں حالانکہ وُہ کتنے ہی تندرست اور کیسے ہی توانا کیوں نہ ہوں۔ آرام کے بغیر صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ بہت سے آدمی کہتے ہیں کہ ہم نہیں تھکتے اور ہم کو اتنی نیند اور آرام کی ضرورت نہیں جتنی اوروں کو لیکن درحقیقت جن لوگوں کو وُہ آرام کرنیوالا سمجھتے ہیں خود اُن سے زیادہ آرام کرنیوالے نکلینگے کیونکہ جلد اپنے خیالات کو دُوسری طرف متوجہ اور اپنے تفکرات کو آسانی سے دُور کر سکتے ہیں گویا اُنکے دماغ اور دل میں ایک کمانی تھی کہ اسکو نکال کر تمام پریشانیوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ہیں وُہ لوگ جو واقعی آرام کرتے ہیں۔ وُہ لوگ جو آرام سے واقف نہیں وہ ہیں کہ جہاں جگہ ملی پڑ کر ڈھیر ہو گئے حالانکہ دل دماغ میں تمام خیالات کا اثر موجود ہی۔ خیالات کی اُلجھن میں رہنے والی عورتیں اگر یقین کرلیں تو وُہ ہرگز اپنے تئیں زندہ درگور نہ کریں اور کوشش کریں کہ اپکو ساتھ ہی دل و دماغ کو آرام پہنچائیں۔

قوم پارسی

اس قوم کی ترقی کے اسباب میں ایک بڑا سبب دولتمند پارسیوں کی وُہ بینظیر فیّاضی ہے جو وُہ ہمیشہ خیراتی کاموں کے متعلق ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ پارسی پنچایت کی رپورٹوں سے ان رقموں کا میں نے خلاصہ انتخاب کیا ہے جو گذشتہ چند سالوں میں پارسیوں نے خیراتیں دی ہیں۔ رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۹-۱۹۰۰ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرڈی۔ ایم۔ پٹیٹ نے ایک لاکھ ستائیس ہزار چھ سو روپیہ دیا۔ اس کے بیٹے مانک جی پٹیٹ نے بارہ ہزار پانسو تیرہ روپیہ۔ مسز فرام جی پٹیٹ نے چودہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپیہ اور بائی فیروز بائی واڈیا نے تیس ہزار روپیہ خیرات کیا۔ ان رقوم کے علاوہ متفرق خیراتی رقمیں اس سال میں چار لاکھ اٹھارہ ہزار پانسو تک پہنچیں۔ سرڈی۔ ایم پٹیٹ نے جو رقم دی وُہ غریب پارسیوں کے محلّوں میں مدرسے کھولنے کے واسطے تھی اور بائی فیروز بائی کی رقم اس ہسپتال کی توسیع کے واسطے دی گئی تھی جو وضعِ حمل والی پارسی عورتوں کے لئے بنا ہوا ہے۔ اور جس میں وُہ غریب عورتیں جو خود طبّی امداد حاصل کرنے کی توفیق نہیں رکھتیں آرام پاتی ہیں۔ اور بہتر سے بہتر طبّی امداد انہیں ملتی ہے ان سب فیاضیوں سے بڑھکر مسٹر جے این ٹاٹا کا وُہ عظیم الشان عطیہ یعنی مبلغ تیس لاکھ روپیہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ[۵۱] کے لئے اسی سال کے کارناموں میں درج ہے۔

۵۱ یعنی جستجوئے علمی کا مرکز۔

۱۹۰۰ تا ۱۹۰۱ء میں پارسیوں کی خیراتی رقوم کی کل میزان گیارہ لاکھ روپیہ ہو۔ اس میں ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بھتراں پر ایک شفاخانہ بنانے کیلئے بیرام جی جی جی بھائی نے دیا۔ بڑوں میں جو شوق رفاہ عام کے کاموں کا ہو وہ ہر طبقہ میں کم و بیش پایا جاتا ہو۔ اس سال میں سر جمسٹھ جی جی جی بھائی انسٹیٹیوشن کے طالب علموں نے اپنے مدرسے کی جوبلی کا جشن کیا۔ اِس موقع پر انہوں نے اپنے جیب خرچ سے چار ہزار چھ سو اٹھائیس روپیہ چندہ کیا اور اسی چندہ میں سے اپنے پرنسپل مسٹر ڈی۔ این واڈیا کو ایک سونے کی گھڑی اور زنجیر اور سر جمسٹھ جی کو ایک ایڈریس اُنکے احسانات کے اعتراف کے طور پر پیش کیا۔

۱۹۰۱ تا ۱۹۰۲ء میں تین لاکھ روپیہ عام خیرات کی مد میں اور ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ عطیاتِ خاص میں درج ہے۔ اس سال کے دوسرے قابلِ ذکر کاموں میں لندن کے قریب مقام ووکنگ میں ایک اگیاری کا بنانا ہو جس سے پارسیوں کی بلند ہمتی ظاہر ہوتی ہو۔ چونکہ کچھ پارسی کاروبارِ تجارت یا تعلیم کی غرض سے لندن میں مقیم رہتے ہیں۔ اِس لئے پارسیوں نے ایک اپنا مدفن ووکنگ میں بنا رکھا ہو جو رنگارنگ کے پھولوں سے آراستہ ہو۔ یہیں ایک عمارت آنریبل مسٹر وادیا۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کی یادگار میں بنی ہے۔ جس کی طرزِ تعمیر میں زرتشتی مذہب کی ساتویں بہشت کا نقشہ اُتارا گیا ہو۔ چار سڑکیں اس عمارت کی طرف آتی ہیں۔ جنوبی سڑک پر ایک دروازہ نظر آتا ہو۔ جس پر اسفندیار کے محل کے کھنڈروں کی تصویریں کندہ ہیں اسی سڑک سے تھوڑے فاصلہ پر اگیاری بنی ہو۔ اس کی رسمِ افتتاح بہت دلچسپ تھی سب حاضرین پہلے پندرہ منٹ تک دُعا میں مصروف رہے پھر دستور نے

مذہب کے مطابق دعا دیگر رسوم ادا کیں۔ اس کے بعد سر جارج برڈ وڈ کی طرف سے تین تحفے پیش ہوئے۔ سر جارج پارسیوں کے معاملات سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کی رسموں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اسی لئے انہوں نے تحفے بھی ایسے انتخاب کئے جو ایسے موقع کے لئے مناسب ہوں۔ ایک تو ہوم کے درخت کی شاخ دوسرے "ہنروئن" کا ٹکڑہ جو بارہ سو برس ہوئے۔ پارسی اپنے ساتھ ایران سے لائے تھے۔ تیسرے صندل کی لکڑی کا ایک کندہ چودہ سو برس ہوئے کاٹا گیا تھا۔ اس کے بعد سب لوگ مسٹر واڈیا کے مدفن کی طرف گئے جہاں سر جارج نے پارسیوں کی کامیابی اور اقبال مندی پر تقریر کی۔

سنہ ۱۹۰۱-۱۹۰۲ء میں رقوم خیرات ایک لاکھ دس ہزار اور عام خیرات میں ایک لاکھ پچاس ہزار دیا گیا۔ سنہ ۱۹۰۳-۱۹۰۴ء میں یہ رقوم پھر سات لاکھ پچاس ہزار تک پہنچیں اور عام خیرات میں دو لاکھ چھہتر ہزار دیا گیا۔ اسی سال میں مسٹر این۔ ایم واڈیا نے دس لاکھ روپیہ دینے کا اعلان کیا جو اس کے فوت ہونے کے بعد خیرات میں لگایا جانے کو تھا۔ سنہ ۱۹۰۴-۱۹۰۵ء میں خیرات کی تعداد چھ لاکھ اور سنہ ۱۹۰۵-۱۹۰۶ء میں نو لاکھ۔ مگر سنہ ۱۹۰۶-۰۷ء غیر معمولی فیاضی کا سال ثابت ہوا۔ اور خیرات انیس لاکھ تک پہنچی جس میں پٹیٹ خاندان کا حصہ سات لاکھ روپیہ تھا۔ سنہ ۱۹۰۷-۱۹۰۸ء میں خیرات کی تعداد چودہ لاکھ درج ہے۔ اس کے علاوہ بعض پبلک اور تجارتی کاموں میں پارسیوں نے بڑی بڑی رقمیں صرف کیں مثلاً سر کاؤس جی جہانگیر نے لارڈ لامنگٹن صاحب گورنر بمبئی کو ان کی رخصت کے وقت پانچ لاکھ روپیہ نذر کیا کہ جس مفید کام میں مناسب سمجھیں لگا دیں۔ ٹاٹا برادرز نے آئرن[1] اینڈ سٹیم کمپنی کے

[1] یعنی آہنی اور دخانی کاموں کی کمپنی ۱۲

نام سے اپنی کمپنی رجسٹری کرائی جس کا سرمایہ ایک کروڑ روپیہ تھا۔ اس سال کے رفاہ عام کے کاموں میں بعض حیثیت اپنی نوعیت کے قابل ذکر ہیں۔ مثلاً چوالیس ہزار چھ سو روپے کی ایک رقم جوزرتشتی انجمن تعمیرات میں دی گئی تاکہ غریب پارسیوں کو سستے گھر بنا بنا کر دیئے جاویں۔ ایک مخیّر پارسی لیڈی نے جس کا نام رتن بائی ایڈل جی بام جی ہے دو ہزار چار سو روپیہ عورتوں کو دستکاری سیکھنے کی ایک جماعت کھولنے کے لئے سال بھر کے خرچ کے واسطے دیا۔ اسی عالی ہمتی اور سچی قومی ہمدردی کا یہ نتیجہ ہے کہ پارسی باوجود تعداد میں کم ہونے کے ہندوستان کی قوموں میں اس درجہ ممتاز ہیں اور ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ⁂

عطیہ فیضی

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے بعد ایسی یادگار چھوڑ جائیں کہ آنے والی نسلیں اُن کے نام پر فخر کریں غیر انکے کاموں اور ایجادوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ عزیز انکی یاد اپنے دل سے بھلا نہ سکیں۔ نورجہاں بیگم گو اُس کی ہڈیاں بھی آج گل کر خاک ہوگئیں مگر جب تک دُنیا اور دُنیا میں زیب و زینت کا صحیح مذاق رکھنے والے موجود ہیں اُس کا نام فراموش نہیں کرسکتے۔ موجودہ زیوروں کی نزاکت۔ لباس کی قطع وضع فرش فروش ہمیشہ اس کا نام زندہ رکھینگے۔ جہانگیر کا بیان ہے کہ جب تک نورجہاں میرے گھر میں نہیں آئی۔ میں زیب و زینت سے قطعی ناآشنا تھا ⁂

ایک شہید تُرک کی ماں کا خط

کہتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو ایک مسلمان عورت اس مقام پر آئی جہاں شہدا کی لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ جس چیز پر اس خاتون کی نگاہ سب سے پہلے پڑی وہ اس کے ایک جوان بیٹے کی لاش تھی۔ آگے بڑھی تو دوسرا بیٹا شہید نظر آیا۔ ٹھٹکی اور آگے بڑھی تو بھائی اور داماد یہ دو اور بُزرگ نظر آئے۔ چار عزیز اور وہ بھی کلیجے کے ٹکڑے اور ماں کا پیٹ۔ سکتہ کیا اور زمین پر بیٹھ گئی۔ جب ہوش آیا تو ایک شخص سے پُوچھا کہ پیغمبر اسلام کا جسم اطہر کس جگہ ہے تاکہ میں زیارت کر لوں۔ اس شخص نے جواب دیا الحمدللہ رسُول خدا زندہ ہیں اور شہادت کی خبر غلط تھی۔ خُدا معلوم ان الفاظ میں کیا اثر تھا کہ وہ نیم مُردہ سی عورت سُنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ آسمان کی طرف دیکھا اور کہا الہ العالمین! اگر یہ خبر صحیح ہے کہ تیرا رسُول زندہ ہے تو یہ چاروں اس پر قُربان کئے۔

اس بیان سے اُس محبت کا حال معلوم ہوتا ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے مُسلمان عورتوں کو اپنے مذہب اور بانی مذہب سے تھی۔ گو ان باتوں کو مدتیں گزر گئیں تاہم یہ خط جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ آج بھی ایسی مُسلمان عورتیں موجود ہیں جو اپنے ملک و قوم پر نہ صرف اپنا مال و متاع ہی لُٹا نا فخر

سمجھتی ہیں بلکہ اپنے بچہ تک فدا کرنے کو موجود ہیں۔ یہ خط ایک ایسی خاتون کے قلم سے نکلا ہی جس کا لڑکا اسمٰعیل سلطنت عثمانی کے دستور ملنے میں کام آیا۔ ناشاد ماں اپنے بچہ کی خبر موت سُنکر اُس کے سپہ سالار کو اس طرح لکھتی ہی:-

خط

آپ جیسے سردار ہماری قوم کے واسطے مایہ ناز ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہمیشہ آپ کو بزرگی کے ساتھ یاد کیا جاوے۔ ہم تاقیامت آپ کے بہادر کمانڈر ان لشکر کے مشکور رہینگے۔ جو جرأت آپ لوگوں نے ظاہر کی ہی اسکا نقش صفحات تاریخ ہی سی کیا بلکہ قوم کے دلوں سے بھی مٹنے والا نہیں۔

میں اپنے اسمٰعیل کو روتی ہوں لیکن کیوں؟ غم سے نہیں۔ بلکہ میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہیں۔ خصوصاً جب آپ کے مبارک کام کے ساتھ درجہ شہادت کا خیال آتا ہی تو بے اختیار چلا اُٹھتی ہوں کہ بہادران وطن میں سے کوئی شخص بھی اس سعادت سے محروم نہ رہے۔ جسوقت سے آپ کا خط پڑھا ہی بے اختیار دل میں خوشی کا دریا لہریں لے رہا ہی۔ اُن بہادران لشکر کے مزار جنھوں نے اپنے ملک و قوم کے لیے اپنی جانیں فدا کیں تمام قوموں کے ہمیشہ زیارت گاہ رہینگے۔ لشکر منصور کی مہربانی ہوگی اگر آستانہ کو اپنا سب سی بڑا تحفہ پیش کریگا یعنی شہیدان عزیز کی نعشیں جنکو وہ آستانہ ہی میں ہمیشہ کے واسطے میٹھی نیندیں سونے دے۔ میں اب اپنی بدنصیب بیٹوں حسین اور علی اور نیازی پر روؤنگی جو اس شرف کے حاصل کرنے سے محروم رہے۔

میں اپنے بہادر اسمٰعیل پر جس نے ملک اور قوم کی شاندار خدمات انجام دیں مطلق غم نہیں کرتی اس لئے کہ اولاد حدود ملک پر اپنی اُن ماؤں کی حفاظت کرتی ہی جو گھروں میں رہتی ہیں۔ آپ نے اپنی بہادری سے یہ دکھا دیا بلکہ صفحات تاریخ پر لکھدیا کہ آپ فی الواقع اُن بہادروں کی اولاد میں جنھوں نے

سیرِ یورپ

(از ہر ہائی نس بیگم صاحبہ جزیرہ جبشان)

۱۰۔ جون ۱۹۰۹ء۔ بدھ | افسوس ہو کہ یہاں صبح کو کچھ نہیں کر سکتے۔ گیارہ بجے سے پہلے کوئی جگہ کھلتی نہیں۔ دوکان وغیرہ سب پر خاموشی چھائی ہوئی۔ اس لئے گیارہ بجے کے بعد نکلنا پڑتا ہو۔ چلتے پھرتے لنچ کا وقت ہوگیا تو کہیں کھا لیا چار کا وقت آیا تو کہیں پی لی۔ یہ طریقہ کسی وقت مجھے پسند آتا ہو اور کسی وقت جی بہت بیزار ہوتا ہو۔ کھانا پینا اور سب کام عوام کی موجودگی میں کرنا انسان کو ہر وقت کیسے پسند آسکتا ہو۔ انگلستان میں ہوٹلوں اور دیگر اس قسم کی آسائش گاہوں کی زندگی بے طرح بڑھ رہی ہو۔ یعنی گھر کے جنجال سے اور نوکروں کی کھٹ پٹ سے لوگوں کا جی اُکتا جاتا ہو اور اسی طریقہ کو زیادہ پسند کر رہے ہیں۔ کسی کو فرصت نہیں کہ خانہ داری کرے جسے انگریزی میں ہوم لائف یعنی گھر گرست کی زندگی کہتے ہیں وہ خاص لندن میں کم ملتی ہو۔ البتہ دیہات میں ہو۔ اہل لندن تو بہت آزاد ہو رہے ہیں۔ بچوں کو مدرسوں میں بھیج دیتے ہیں۔ آپ جس طرح بن پڑا کھا پی لیا۔ اسی روز مسٹر یوسف علی کہہ رہے تھے کہ میری بی بی کو ہوٹل کی زندگی بہت پسند ہو۔ خیالوں میں کتنا فرق ہو۔ ہندوستان کے بہت سے لوگ ایسے ہونگے جنہیں خواب خیال نہ ہوگا کہ یہاں امیر اُمرا اور عمائدین شہر

کی زیست کا طرز کیا ہو۔ عیش و عشرت تماشہ کھانے پینے ناٹک گھر کا دورہ کرنے ضیافتیں دینے دعوتوں میں شریک ہونے اور قمار خانوں کا مزا اُڑانے میں اس قدر مصروف ہیں کہ انہیں دم بھر کی فرصت نہیں۔ پھر بھی مرد دانائی سے چلتے ہیں ورنہ انگلینڈ اس قدر متمول اور سرسبز حالت میں کیونکر ہوتا۔ ایک روز مس ٹاٹا نے ایک لارڈ کی بیوی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ غضب ہے یہ بی بی اس قدر روپیہ خراب کرتی ہو کہ حد ہی نہیں۔ اس کے ساتھ حسرت انگیز بات یہ ہو کہ خیرات کرنے میں بھی ویسی ہی دلیر ہو۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے اس کی طرف سے ہر قسم کے آرام کا انتظام کر دیا جاتا ہو۔ اہل لندن میں یہ مقصد اعلیٰ ہو کہ کوئی بھی آرام دہ چیز ایجاد ہو وہ ہر گھر میں موجود ہو جائے۔ بطور مثال بجلی کی روشنی لیجئے۔ اب قریب قریب ہر گھر میں ہر بورڈنگ ہوس میں ہر ہوٹل میں وہی نظر آتی ہو۔ وجہ یہ ہو کہ اگر نہ لیں تو کوئی کرایہ دار رہنے کو راضی نہ ہوگا میری عقل میں نہیں سماتا کہ سب باتوں کا لحاظ رکھ کر یہ لوگ کیونکر کماتے ہیں! سیر اور ملک بینی مجھے ایک حد تک پسند آئی ہو۔ لیکن ان دو شعروں کو ورد کرتے ہوئے:۔

چلے جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے ہم دشت غربت میں
وطن اپنا ہمیں منزل بہ منزل یاد آتا ہے
گذرتا ہی نظر سے جب کوئی پھولا پھلا گلشن
تو پہروں ہم کو اپنا رنگ محفل یاد آتا ہے

ہندوستان کے خطوں میں یہ شعر ہمارے حسب حال کسی بہن نے لکھ بھیجے

منہیں سب امور دوں سمجھ کر درج کرتی ہوں۔ واقعی حال یہی ہے۔ جوں جوں ان ترقی یافتہ ملکوں کی سیر کرتی ہوں توں توں اپنے وطن کی خوبیاں منکشف ہو کر نظر آتی ہیں مگر وہ اب تک اندھیرے میں ہے اور سالہا سال پس ماندہ۔

لنچ کے لئے مسٹر ڈنٹ صاحب نے ہم چاروں کو بلایا تھا۔ بہت ہی چھوٹا سا مکان ہے لیکن بہت ہی آسائش بھرا۔ لذیذ لنچ دیا جس کو سب نے شوق سے کھایا۔ لنچ کے بعد اُنہوں نے اپنی کتابیں دکھائیں۔ اپنے دوستوں کے خطوط کیسے اچھے ڈھب سے چپکائے ہیں۔ چالیس سال کا ذخیرہ اُنکے پاس موجود ہے حیرت تو مجھے یہ معلوم ہوئی کہ انہیں فرصت کیسے بہم پہنچتی ہے کہ اپنے ضروری اور لازمی کام کالج کے بعد شوقیہ اتنا وقت اس قسم کے کام کرنے کے لئے نکالتے ہیں اور اُنکو جاری رکھنے کے لئے طبیعت میں کتنی چستی و چالاکی ہونی چاہئے ورنہ ایسی چیزوں کا نباہ مشکل ہے۔ عمر دیکھو تو ۶۰ برس کی۔ اور یہ استقامت ہم کو تو ہمیشہ کم فرصتی کی فریاد کرنا ہی آتا ہے ذرا غیر معمولی کام ہوا اور ہم نے شکوے کرنے شروع کر دیئے۔ مگر یہ ایسے حضرات کے نزدیک ہر کام کے لئے وقت ہے۔ اس قسم کی مختلف کتابیں جاری ہیں۔ ایک میں اخبار سے کٹے ہوئے ٹکڑے چپکا دئے ہیں۔ بہت ہی کم سنی سے یہ شوق اُنہیں لاحق ہوا اور زیادہ آفرین ہے کہ تمام زندگی بھر اسے جاری رکھا۔ کبھی زیادہ طومار جمع ہونے نہیں دیتے یہ سب سے بڑا بھید ہے۔ کیسے شوقین طبع آدمی ہیں کہیں سے خوبصورت تصویر ہاتھ آگئی تو وہ بھی اپنے ذخیرے میں چپکا لی۔ ہم واپس جلد چلے آئے کیونکہ میں نے اُن عنایت فرماؤں کو چاء کی دعوت دی تھی۔ جنکی مہمان نوازی

سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ مگر افسوس کہ بہت تھوڑا مجمع ہوا۔ تاہم مسٹر اور مس کوبین اور مس سامیوئل مس ساسون اور مس ساسون نرمل مس کینرڈ جنکے بھائی لارڈ کینرڈ ہیں بھائی قمرالدین بھی وزیرالدین بھی۔ نسیمہ خاتون۔ بھائی ازہر۔ مسٹر محمد اقبال اور ایم پی۔ کے۔ رے موجود تھے۔ نہایت لُطف کا وقت کٹا مس سامیوئل بہت لیاقت والی اور اچھی محبت بھرے دل والی ہیں اور انہیں یہ بھاتا ہے کہ ہمارے لئے ہر طرح کی مدد کریں۔ شنبہ کو اُنکے ساتھ ہاسپٹل ملاحظہ کرنے کو چلینگے۔ مسٹر بوکین ہم کو ہوس آف کامنز دکھانے والے ہیں۔ تاریخ بعد کو مقرر کرینگے۔

کئی مہمانوں نے دستخطوں کی کتاب میں اپنے دستخط اور عبارتیں لکھیں۔ مسٹر اقبال نے اُس روز یہ شعر فی البدیہ کہکر میری کتاب میں درج کر دیئے۔ جنہیں یہاں نقل کرتی ہوں:۔

اے کہ تیرے آستانے پر جبیں گستر قمر | اور فیض آستاں بوسی سے گل بر سر قمر
روشنی لیکر تری موج غبار راہ سے | دیتا ہے لیلیٰ شب کو نور کی چادر قمر
کاروانِ قوم کو ہے تجھ سے زینت اسطرح | جس طرح گردوں پہ صدر محفل اختر قمر

شمع بزم اہل ملت را چراغ طور کن
یعنی ظلمت خانہ ما را سراپا نور کن

سُنتی ہوں کہ کپور تھلہ کے مہاراج اپنی نئی دولہن رانی انیتا کے ساتھ ۲۹ تاریخ کو آئینگے ٹھیک اُسی روز جس روز ہم لندن چھوڑینگے۔

۱۱۔ جون ۱۹۰۹ء | آج صبح تھوڑا وقت تھا تو بھائی اور میں والس کولکشن یعنی مجموعہ تصاویر جو والس صاحب کے نام سے مشہور ہے دیکھنے گئے۔ یہاں تصویریں

...ی بھی موجود ہیں کہ شاید انگلستان میں اور جگہ اتنی عمدہ تصویریں اور نہیں ہونگی۔
...س صاحب نے زندگی بھر عمدہ اشیاء بہم پہنچائیں اور بعد میں اُنہوں نے بااُن کی ...وں نے لاولد ہونے کی وجہ سے قوم کو ہبہ کر دیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے میں ممکن نہیں کہ انسان ایک کمرہ بھی دیکھ سکے مگر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے ہم چلے گئے۔ یہاں ...باب چینی کا بہت اچھا مجموعہ ہے۔ اسی طرح ناس رکھنے کی ڈبیاں بھی کوئی سو یا ڈیڑھ سو ہونگی۔ بے نظیر ہنر کا نمونہ تھیں۔ ہر ایک کی مینا کاری دیکھکر جی خوش ہوگیا۔ ...کنوں پر باریک چھوٹی تصویریں مینا کاری سے نکالی ہوئی ہیں۔ وہاں سے واپس آکر ہم وقتِ معینہ پر ڈیوک اور ڈچس آف کانٹ کی ملاقات کے لئے نکلے حضور اور میں گئے۔ عطیہ بہن شہزادی صوفی کے ساتھ لنچ کھانے کو گئیں۔ چونکہ نہایت اصرار سے بلایا تھا۔ حضور نے ہندوستانی پوشاک زیبِ تن کی تھی اور بندی نے سیاہ زرّین سنہری روپہلی کا کام کیا ہوا جوڑا پہنا تھا۔ سر کرزن وائلی منتظر ٹھہرے ہوئے تھے ایک اور صاحب ڈیوک کے گھرانے کے بھی موجود تھے جن کا نام ذہن سے اُتر گیا ہے صاحب موصوف سے پہلے تعارف کرایا گیا اور وہ ہمیں گول کمرے میں لے گئے۔ شاہی خاندان کے محلات اور اسباب تقریباً ایک ہی قسم کے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ سب بہت ہی گراں قیمت و...ن مگر کوئی خاص خوبصورتی نہیں پائی جاتی ہے۔ سوائے تھوڑی تصویروں کے۔ ہم مشکل بیٹھے ہونگے کہ ڈیوک اور ڈچس صاحبہ تشریف فرما ہوئے ...بہت ہی تپاک اور گرم جوشی سے ملے اور دستور کے مطابق وہی معمولی سوال

کیے جو بادشاہ نے اور ولیعہد نے کیے تھے اور اسی طرح میری انگریزی گفتگو پر پسند ظاہر کی۔ یہ ایک رسمی بات ہو ورنہ غالباً ڈچس کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ جب لیڈی ریے بمبئی میں تھیں تب ہم ملے تھے۔ پوچھا کہ تمہارے ساتھ اور کون کون ہم سفر ہیں میں نے کہا بھائی اور عطیہ اور ایک سردار اور ڈاکٹر وغیرہ۔ ڈیوک خود اچھی اردو بولتے ہیں۔ دس پندرہ منٹ یہاں گذار کر سر کرزن کو ہمراہ لیکر پارلیمنٹ میں گئے وہاں ہمارے ہمراہی سب حاضر تھے سوائے عطیہ کے اور بھائی از حد بھی تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ عطیہ شریک نہ ہوئی گو کہ وہ پیشتر دیکھ چکی ہو۔ لیکن ہمارے ساتھ دیکھتی تو اور بھی لطف آتا۔ مسٹر لوکینن نائب وزیر ہند موجود تھے اور ہمارے منتظر۔ مسز لوکینن بھی آنے والی تھیں۔ انکو ذرا دیر ہوگئی۔ خیر ہم تو موجود رہنما اور ہمراہیوں کو ساتھ لیکر چلے۔ اور ایک نہایت وسیع کمرہ میں داخل ہوئے جس کا نام وسٹ منسٹر ہال ہو۔ یہ کمرہ بہت ہی تاریخی ہو اور چھ سو سال سے بنا ہوا ہو اور بادشاہان انگلینڈ کی تاج پوشی کے وقت یہاں کھانا وغیرہ ہوتا ہو کیا شاندار اور شاہانہ کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ اونچی چھت جس پر سنہری کام بنا ہوا انکی دولت کی ایک ظاہری نشانی تھی! وہاں سے ہوس آف لارڈز میں گئے۔ تمام فرنیچر ارغوانی رنگ کا جس پر زمانہ گذرنے کے آثار موجود تھے! اس کمرے کے سرے پر دو شاہی چوکیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سال میں ایک دفعہ جب افتتاح پارلیمنٹ کی شاہی رسم ادا ہوتی ہو۔ تب بادشاہ اس چوکی پر متمکن ہوتے ہیں۔ بہت ہی شان ان کمروں سے نمایاں تھی۔ اس کے بعد ہمیں ایک اور کمرے میں لے گئے۔ جہاں مرحومہ ملکہ وکٹوریہ کی شاہی کرسی دھری ہوئی تھی۔ مسٹر لوکینن نے کہا کہ اس پر آپ

تھے میں نے کہا کہ اچھا یہ بھی ایک یادگار رہیگی کہ ایک وقت میں کوئن وکٹوریہ کی جگہ پر بیٹھی تھی۔ وہاں سے کتب خانے میں لیگئے۔ میں کس طرح بیان کروں کہ یہ کمرہ کیسا تھا قیمتی کتابوں سے اوپر نیچے تک بالکل بھر پور یہاں سے منظر بھی نہایت عمدہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ لارڈوں کے لئے کتب خانہ تھا۔ اسی طرح بہت سی غلام گردشوں اور گذرگاہوں سے گذرتے ہوئے ہوس آف کامنز کی طرف گئے۔ یہاں کا کتب خانہ بھی بہت بڑا ہے مگر امرا کے کتب خانہ کی طرح عالیشان نہیں گو کہ سچا کام کرتے تو یہی لوگ ہیں۔ اب اس حد تک پہنچے یہاں سے مرد اور بیبیاں الگ ہو جاتے ہیں بیبیوں کے علاقے میں مرد نہیں جا سکتے ہیں سوائے اراکین کے۔ حضور انور یہاں سے اوپر مردانہ گیلری میں گئے اور ہم بیبیوں کی جالیدار گیلری میں ٹھیک ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا پردے کا انتظام ہو۔ ہم نے اپنی جگہ لی اور نیچے جو مباحثے ہو رہے تھے ان کو سننے کی کوشش کی۔ افسوس کہ اسوقت کی بحث میں کوئی لطف نہ تھا۔ زراعت کے متعلق کچھ ضابطہ کی بحث تھی جس میں ذرا بھی حظ نہ آیا۔ یہ لکھنا میں بھول گئی کہ پہلی لابی جہاں ہم کو لیگئے تھے وہاں بہت سے ممبر کھڑے تھے ان میں سے کئی لوگوں کے ساتھ تعارف ہوا۔ سرجان جارڈائس جو ایک زمانے میں بمبئی میں تھے اور سر ولیم وڈربرن کے ہمراہ جزیرے بھی آئے تھے ہمسے ملے۔ اور ایک صاحب سے شناخت حاصل ہوئی جو برسوں علی باغ میں رہ چکے ہیں۔ اور حضور کے والد ماجد کے وقت میں جزیرہ حبشان گئے تھے۔ اسی عجیب تلوار کا ذکر جو ریاست جزیرہ کی ایک نایاب چیز کرتے تھے

انکو تھوڑی سی اُردو آتی تھی۔ ایک دفعہ تلوار کی بابت کہنا چاہتے تھے کہ بڑی مشہور چیز ہے تو بے ساختہ کہدیا کہ بہت بیوقوف تلوار ہے! ہنسی ضبط کرنے میں میرا بُرا حال ہوا۔ پھر انگریزی میں اپنا مطلب سمجھایا۔ تب میں نے کہا کہ آپکا مطلب مشہور سے ہے۔ تو کہنے لگے ہاں ہاں۔ ایسے وقت میں ہی ہنسی کو ضبط کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اوپر جانے سے پیشتر مسٹر لوکین نے ہم کو وزیرِ اعظم سے اُنکے کمرے میں لیجا کر ملایا۔ مسٹر ایسکوائتھ جو آج کل اس عہدے پر ممتاز ہیں۔ بڑے قابل آدمی ہیں۔ اِنکے چہرہ سے متانت و استقلال نمایاں تھا۔ گفتگو وہی معمولی ہوئی جو سب کے ساتھ ہوتی ہے۔ کوئی دس منٹ ہم وہاں ٹھہرے اور اُنکے خُلق کا بہت اچھا اثر دل پر لائے +

مُغلی دُکھ یا پسلی کا عارضہ جسکی اصل ڈاکٹر نمونیا اور حکیم ذات الریہ کہتے ہیں۔ جاڑے کے موسم میں اکثر بچوں کو ہوجاتا ہے اس کا علاج کستوری (مُشک کی ایک قسم) اور لال کا خون مفید ثابت ہوا ہے۔ چونکہ یہ مرض سردی اور کھانسی وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اِس لئے ماؤں کو مناسب ہے کہ ایسے مُہلک مرض سے بچوں کو بچانے کی مناسب تدبیریں عمل میں لائیں۔ اگر کھانسی کے ساتھ بخار ہوجایا کرے اور سانس میں خفیف سی زیادتی دیکھیں تو سخت احتیاط کریں۔ غذا ایسی دیں جو مقوی ہو مگر فوراً ہضم ہوجائے۔ معمولی خوراک سے کچھ کم دیں۔ ایک ہی کروٹ بچہ کا پڑا رہنا بھی اچھا نہیں۔ سینہ پر روئی دار کپڑا یا فلالین ضرور ہو نیم گرم ایک مرتبہ کافور کا تیل سہتا سہتا ملکر روئی سے سینک دیں

روزے کا فلسفہ

جن زندہ دل بہنوں نے دُنیا کے کھیڑوں سے جدا ہو کر تھوڑی دیر بھی سوچا ہوگا وُہ پا گئی ہونگی کہ ہمارے وجود میں اِس جسم اور نفس کے علاوہ جس کی غرض حیوانوں کی طرح کھانے پینے اور رہنے کے سوا کچھ بھی نہیں ایک چیز ہی جو ہمیں اُن بہت سی اچھی چیزوں کی ہدایت کرتی ہی جن کی تعلیم سے عمدہ سے عمدہ اخلاق اور مہذب سے مہذب قانون بھی عاجز ہی۔ اور اُن بہت سی بُری باتوں سے روکتی ہی جن سے زبردست قانون اور پسندیدہ اخلاق بھی نہیں روک سکتا۔ وُہ جان گئی ہونگی کہ اُس چیز یعنی رُوح کا بناؤ سنگار صرف شائستہ مذہب ہی کے ہاتھ میں ہی۔ یہی وجہ تو ہی کہ دُنیا کی بہت بڑی آبادی نے مذہب کی ضرورت پر اتفاق کر لیا ہی۔ بلکہ نکتہ رس لوگ تو مذہب کو فطرتی چیز سمجھتے ہیں اور بجا سمجھتے ہیں۔ اُن کا یہ بھی دعویٰ ہی کہ مذہب کے ایک ایک حکم میں بڑے بڑے فائدے اور اچھی اچھی مصلحتیں پوشیدہ ہیں علما جنہیں اب تک سمجھ سکے ہیں۔ اُنکی گنتی ہی لاکھوں تک پہنچتی ہی اور جنہیں اب تک نہیں سمجھا ہی اُنکی گنتی تو خُدا ہی کو معلوم۔ اُن سیکڑوں احکام میں سے اِس وقت ایک روزہ ہی پر غور کیجئے۔ اِتنی سی بات میں کہ رمضان کے تیس دن روزے رکھے جائیں کتنی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ پہلے دُنیاوی فائدے پر نظر ڈالیں تو طب پُکار پُکار کے چلا رہی ہی کہ اگر اصُول سے روزہ

رکھا جائے تو صحتِ جسمانی کے لئے سال میں مہینہ بھر کے روزے بہت ہی مفید ہیں۔ وہ ردی رطوبتیں جنکی کثیر مقدار سال بھر جسم میں جمع ہوتی ہے روزہ انہیں چھانٹتا ہی۔ خون کو صاف کرتا۔ قوتِ ہاضمہ کو بڑھاتا اور ضعفِ معدہ کو گھٹاتا ہی۔ بغیر جلاب جلاب کا فائدہ دیتا۔ دماغ کا تنقیہ کرتا ذہن کو ترقی دیتا ہی اور بعض بیماریوں کا بجائے خود ایک علاج بھی ہی جسکی کافی دلیل مشاہدہ ہی۔ اب مذہبی حیثیت سے لیجئے تو آدمی کے سارے کمالاتِ انسانی کا دار و مدار مذہب پر ہی اور مذہب کی بنا روحانی ترقی پر۔ اور روحانی ترقی اس پر موقوف ہی کہ جسمانی گندگیوں سے اسکو پاک صاف کیا جائے اور یہ جسم کو اپنے پاکیزہ احکام کا بڑی آزادی سے پابند کر سکے۔ جسم و نفس کا مادہ ایسا سرکش ہی کہ جب تک اس کی غذا ہی میں کمی نہ کیجائے اور بار بار اس کی خوراک کم کر کے زبردستی اسکو مجبور نہ کیا جائے اُس وقت تک یہ ستھرے روحانی احکام کو نہ مانیگا اور پاک روح کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے دھرنے ہی کا نہیں اسی لئے ہر زمانہ میں ہر قوم اور ہر مذہب نے روزہ کو مختلف صورتوں میں ضروری سمجھا ہی۔ مگر ہمیں اس وقت یہ دیکھنا ہی کہ روزہ کی جو صورت اسلام نے پیش کی ہی اس غرض کے لئے اس سے اچھی صورت پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو ممکن نہیں کہ غذا یک قلم موقوف ہو جائے رہی کمی اس کی دو صورتیں ہیں۔ معمولی انداز سے کم غذا کیجائے۔ یا معمولی وقت سے دیر دیر میں باری آئے۔ پہلی صورت تو ناقص ہی اس سے جسم کی سرکشی نفس کی نافرمانی کم نہیں ہو سکتی۔ معمولی غذا کا ذرا کم ہو جانا تو معمولی

ہیں اور اس صورت میں نہ تو کوئی ایسا مضبوط قاعدہ ہی بن سکتا ہے جس کی پابندی ہر شخص بلا تکلف کر سکے اور نہ کوئی ٹھیک پیمانہ بچ سکتا ہے کیونکہ جتنے آدمی اُتنے پیٹ اور جتنے پیٹ اتنی غذا۔ ہر ایک کی غذا جدا جدا خوراک الگ الگ کسی مسکین کی غذا آدھ پاؤ کی ہے تو کسی دولتمند کی سیر سے کم نہیں۔ اب کمی غذا میں آدھ پاؤ کا حساب رکھیے کہ آدھ پاؤ سے کم ہو تو ایک سیر کی غذا کرنے والا بیچارا دو نوالوں ہی سے سیر ہو گیا نہ ؟ اور جو سیر کا پیمانہ مقرر کیجئے کہ سیر سے کم غذا کھائے تو آدھ پاؤ والے کی تو چاندی ہی ہے۔ اور جو گول مول رکھیے کہ جسکی جو غذا ہو بس اس سے کم کھائے تو گویا اپنے ریوڑ کی رکھوالی بھیڑیئے کے سپرد کی۔ اس لیے اصول کے خراد پر چڑھ سکتی ہے تو دوسری ہی صورت۔ مگر انسانوں کی طبیعتیں ہیں رنگ برنگی۔ اب بھی یہ خوف لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی اسکی کمی میں اتنی زیادتی نہ کر دے کہ صحت جسمانی ہی بگاڑ بیٹھے اور اُلٹے لینے کے دینے پڑیں اور اس کے برعکس کوئی اتنی آسانی نہ برتنے کہ معمولی وقت ذرا ٹلا اور کھا لیا تو اب اس کے بھی قاعدے مقرر کرنے پڑے کہ کبھی طلوعِ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانا پینا حرام۔ اس قاعدہ کا فائدہ دیکھنا! کہ اگر وقت کی پہچان گھڑی گھنٹے جیسی چیزوں پر رکھی جاتی تو جو بیچارے جنگل میں ہیں وہ گھڑی کہاں سے پائیں۔ مگر طلوع غروب تو ایسی چیز ہے کہ جنگل نہیں پہاڑ کے کھوہ میں جا بیٹھو اور وہیں سے وقت کا صحیح پتہ چلا لو۔ رات کا وقت اس لئے نہیں چھانٹا کہ شب کو تو اکثر آدمی بن کھائے پیئے سو رہتے ہیں اور انہیں پروا بھی نہیں ہوتی اور اکثر تو عصر ہی کو کھا لیتے ہیں۔ شب کو کھاتے ہی نہیں اور

یہاں مقصود ہی کہ بھوک کے کوڑے مار مار کر نفس کو سیدھے رستہ چلایا جائے اِس لئے یہ وقت مقرر کیا کہ حضرت کو پتہ بھی تو چلے اور اپنی سرکشی کا یہ مزہ بھی تو چکھیں۔ اور اِس سے زیادہ دیر کرنے میں اکثر لوگوں کی صحت بگڑ جانے کا خوف تھا۔ اب یہ بھی سوچئے کہ ایک آدھ دِن کے بھوکے رہجانے میں برسوں کے سرکش نفس کی سرکشی کیا کم ہوسکتی ہو۔ ضرور ہی کہ بھوک پیاس کا یہ دِن بار بار آئے اور سلسلہ سے آئے۔ نہیں تو ہفتہ دو ہفتہ میں ایک آدھ دِن بھوکے رہ جانا کوئی بڑی بات ہی؟ اِس کی مدت ہفتہ دو ہفتہ مقرر کیجئے تو ایسا قابلِ قدر سودا خریدنے کے لئے ہفتہ دو ہفتہ کی بھوک کچھ قیمت نہیں رکھتی۔ ہاں مہینہ دو مہینہ کی جفاکشی البتہ اس رُوحانی سودے کا حقدار بناتی ہو۔ لیکن اسلام نہیں چاہتا کہ ایسے سخت سخت ناقابلِ برداشت احکام جاری کرے۔ جسے ہر شخص آسانی تعمیل نہ کرسکے۔ چونکہ اسلام فطرتی مذہب ہو فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا اِسلام نے کوئی ایسی بات فرض نہیں کی جو سلیم الطبع اِنسان کو ناگوار گذرے۔ تو اِس لئے اِسلام نے دو مہینہ کی بڑی مدت مقرر نہیں کی بلکہ تمام سال میں صرف ایک مہینہ کے روزے فرض کئے وُہ بھی کبھی اُنتیس کا کبھی تیس کا۔ اسکی حکمتوں کو تو دیکھئے مہینہ کا حساب قمری کیوں رکھا شمسی حساب بھی تو تھا؟ یہ محض ہماری آسانی کی خاطر۔ اِسی کا یہ اثر ہے کہ اُدھر ہلال نے مُسلمانوں کو جُھک کر سلام کیا اور اِدھر بچے بچے کی زبان پر گلی میں شور مچ گیا کہ "رمضان آیا رمضان آیا" بھلا شمسی حساب ہوتا تو تعلیم یافتہ بہنوں کے سوا کسے خبر ہوتی کہ رمضان کب آیا اور کب گیا۔ پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ ایک

مہینہ ہی جو مقرر کیا تو اس حساب سے کہ تمام دنیا میں اُسی ایک مہینہ میں روزے رکھے جائیں۔ یہ نہ ہو کہ پٹنہ کے لوگ شعبان میں روزے رکھ رہے ہیں اور دلی کے حضرات رجب ہی میں روزہ سے فارغ ہو چکے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام کو یہ منظور تھا کہ ہر مسلمان کو ایک دوسرے کے ساتھ اسلام کی زرّین زنجیر میں جکڑ دے چاہے وہ مشرقی ہو یا مغربی جنوب کا ہو یا شمال کا! اور اس لئے کہ انسانی طبیعت کے باریک خاصہ سے وہ واقف تھا کہ ریس کرنا اس کے جزجز میں رچا ہوا ہے اور اسلئے کہ وہ چاہتا تھا کہ بلند ہمتوں کا نمونہ دکھا کر پست ہمتوں کی ہمت بندھائے! اور چونکہ اس کی یہ غرض تھی کہ اس ادنیٰ سی مشابہت ہی کے ذریعہ دنیا والوں کے زنگ آلود آئینہ کو اللہ والوں کے روحانی آفتاب کی تیز تیز کرنیں گرماتی اور چمکاتی رہیں!! اور چونکہ اس کا قاعدہ ہمیشہ عام اور نہ ٹوٹنے والا ہوتا ہے۔ اور خاص کر اسلئے کہ مسلمانوں کے دل میں اُس پاک مہینہ کی یاد تازہ کرتا رہے جسمیں قرآن پاک کا اُترنا اور اسلام کی بنا پڑنی شروع ہوئی تھی اور جس پاک مہینہ میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کو قابل یادگار آسمانی دعوت دی گئی تھی اور اسی طرح ہر سال ہماری اُس دن دونی رات چوگنی ترقی کو یاد دلا دلا کر غیرت دلاتا رہے ان وجوہ سے بارہ مہینوں میں رمضان مبارک کو خاص کیا۔

لیکن بہنو! یہ سب کچھ سہی مگر سچ تو یوں ہے کہ ساری خوبیاں اُسی وقت تک خوبیاں ہیں جب تک ہم اپنے کو انکا اہل ثابت کریں ورنہ وہی خوبیاں بُرائیاں اور وہی ہنر عیب شمار ہوتے ہیں صرف پدرم سلطان بود سے کام نہیں چلتا۔ اگر قرآن پاک کے پاکیزہ احکام کی ہم تعمیل نہ کریں تو قرآن ہمیں کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ اگر ہم رمضان مبارک میں تمام دن سوتے کاٹ دیں اور افطار میں اسقدر کھالیں کہ جسے غریب معدہ ۲۴ گھنٹے سے کم میں ہضم ہی نہ کر سکے تو کیا فائدہ۔ سنا ہو گا کہ معصیت سے روزہ جاتا رہتا ہے

بچوں میں جھوٹ کی عادت

جھوٹ بظاہر کسی بات کے خلافِ واقعہ بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ صرف زبان ہی جھوٹ بولتی ہی۔ ہمارے تمام اعضا۔ ہاتھ پیر۔ کان۔ ناک۔ سر غرض ہر عضو جھوٹ بول سکتا ہی اور اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی بُرا ہو سکتا ہی جیسا زبان کے جھوٹ کا۔ بالخصوص بچوں والے گھر میں جھوٹ بات کا جیسا بُرا اثر ہوتا ہی قابلِ بیان نہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اس بُرائی سے اپنے تمام اعضار کو بچائے رکھنا مناسب ہی۔

بچوں میں نقل کا مادّہ قدرتًا اس قدر زیادہ ہوتا ہی کہ وہ جو کچھ کرتے دیکھتے ہیں وُہی کرتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ انکی طبیعت میں اس قدر جم جاتا ہی کہ تھوڑے دنوں کے بعد اس کا طبیعت سے نکلنا ہی ناممکن ہو جاتا ہی۔ اُس وقت ماں باپ جنہوں نے شروع بچپن میں کچھ تو اس وجہ سے کہ بچے کی ہر بات بھلی معلوم ہوتی ہی اور کچھ پیار لاڈ کی وجہ سے بچے کو اچھی بُری بات نہیں سمجھائی تھی۔ روک ٹوک کرنے لگتے ہیں۔ بچے میں تو عادت پڑ چکی ہی نکلنا کیسا۔ اس لئے وہ آسانی کے لئے والدین سے خلافِ واقعہ بات کہدیتا ہی۔ یہ جھوٹ بولنے کی ابتدا ہی اور اسی وجہ سے لڑکوں کو جھوٹ بولنے کی عادت اور خواہش ہوتی ہی۔ ایک بہن کی عادت تھی کہ وہ اپنے نوکروں کو پاجی بہت کہا کرتی تھیں۔ اُن کا ایک بہت چھوٹا بچہ جسکو اچھی طرح

ے بات بھی کرنی نہیں آتی تھی۔ سُنتے سُنتے ایک دن اپنی زبان سے بھی باجی کہہ بیٹھا۔ اتنی سی عمر اور اس کا باجی کہنا سب لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ کہا نہیں جاتا اور ماں نے تو اُس کو اُٹھا کر گلے ہی سے لگا لیا اُس پر طرّہ یہ کہ جو کوئی نیا آدمی آتے اسکو سُنانے کے لئے بچّے سے باجی کہلاویں اور بعض اوقات خود ہی تفریح طبع کے لئے نوکر سے کہیں کہ بچّہ کو چھیڑ اور جب نوکر چھیڑے اور لڑکا پریشان ہو تو خود ہی بچّہ سے کہدیں کہ بیٹا کہدو " باجی ہٹ " بچّہ فوراً کہدے۔ اُس وقت تو خیر مذاق اور دل بہلاؤ کی بات رہی بچّہ نے سمجھا کہ باجی کہنا کوئی اچھّی بات ہی اور یہ بات اُس کی طبیعت میں کچھ ایسی جم گئی کہ بڑے ہونے پر جب کبھی وہ بہن اس پر کسی کام کے لئے خفا ہوتی تھیں تو وہ اُنکو بھی باجی کہدیتا تھا۔ ہرچند مارا۔ ہرچند سزا دی مگر اُس نے باجی کہنا بند نہ کیا۔ ایک دن لڑکا باہر نوکر کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ نوکر نے آ کر گھر میں شکایت کی کہ دیکھئے مجھ کو باجی کہا۔ ماں نے بچّے کو بُلا کر کہا کہ کیوں تُو نے باجی پھر کہا۔ لڑکے نے کہدیا کہ میں نے نہیں کہا۔ نوکر جھوٹا ہے۔ جسکو ماں نے مان لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ دیکھنے میں گو بظاہر کچھ نہیں ہوا نہ کچھ اُن بہن کا گیا اور نہ نوکر کا لیکن لڑکے کو جھوٹ بولنے میں مزا آ گیا اور اس کی تمام آئندہ زندگی کی خرابی کی تمہید پڑ گئی۔ یہ ایک واقعہ تو میں نے جو دیکھا وہ لکھا۔ لیکن بہنیں اگر غور کریں تو اُنکو معلوم ہو گا کہ روزمرہ کی زندگی میں ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات بہت پیش آتے ہیں جن پر ہم اگر خیال کریں تو بہت اچھی اچھی باتیں وقوع میں آسکتی ہیں۔

غصہ کے ساتھ بچوں سے یہ پوچھنا کہ یہ کام تم نے کیا ہے؟ بظاہر تو نہیں لیکن ورحقیقت بچوں کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرنا ہے۔ کیونکہ بچہ سزا کے خوف سے جھوٹ بولنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جو کچھ دریافت کرنا ہو ایسے طریقہ سے دریافت کرنا چاہئے کہ بچہ کی کمزوری اُسکو جھوٹ بولنے کی طرف مائل نہ کرے۔ اگر بچہ نے کوئی نقصان کیا ہوا اور پھر دریافت کرنے پر وُہ سچ بات بتا دے تو اُس پر اظہارِ مسرّت کر کے یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ چیز کا نقصان ہوگیا یہ بہت بُرا ہوا۔ لیکن چُونکہ تم نے سچ کہدیا اس سے خوشی ہُوئی ہے۔ سنا ہے انگلستان میں جارج واشنگٹن ایک بہت مشہور آدمی ہوا ہے۔ جب وُہ بچہ تھا تو ایک دِن وُہ کلہاڑی ہاتھ میں لئے ہُوئے باغ میں چلا گیا اور وہاں جا کر ایک بہت ہی قیمتی پھلدار درخت ضائع کر دیا۔ دُوسرے دِن اُس کے باپ نے سب سے دریافت کیا جارج سے بھی پُوچھا۔ جارج تھوڑی دیر تک تو کچھ سوچتا رہا مگر پھر بولا کہ اباجان! مَیں جھُوٹ نہیں بول سکتا۔ یہ درخت مَیں نے ضائع کیا ہے۔ باپ نے خوش ہوکر کہا کہ سچ بولنے کی قیمت اِن سب درختوں سے زیادہ ہے۔ چاہے اِن میں سونے کے پھُول اور چاندی کے پھل لگے ہُوں۔

ن۔ ا۔ بیگم ہردوئی

حمد باری تعالیٰ

صنعت تری ہر خار دکھا دیتا ہے — ہر غنچۂ گل تری صدا دیتا ہے

ہر اصل اصولِ معرفت ہے۔ یارب — پتّہ پتّہ تیرا پتہ دیتا ہے

سید احمد حسین امجد

شمرو کی بیگم

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

دوسرے کونے پر ایک جوان خوبصورت عورت کھڑی ہے جس کے ہنستے ہوئے چہرہ سے خوشی و خرمی اور ترو تازگی ظاہر ہوتی ہے۔ اُلٹے ہاتھ میں ایک ظرف ہے اُس میں طرح طرح کے پھول وضع وضع کے خشک و تر میوے قسم قسم کے غلوں کے خوشے بھرے ہوئے ہیں۔ سیدھے ہاتھ میں ایک خوشنما ترو تازہ گلدستہ ہے جو بیگم کو دکھا رہی ہے۔ یہ خوشحالی کی مورت ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ بیگم کا مُلک نہایت سرسبز و شاداب تھا اور رعایا ازبس آسودہ حال و فارغ البال۔ یہ سب عورتیں ایسی صفائی اور صحت کے ساتھ بنائی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بس جان ڈالنے کی دیر ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بول اُٹھینگی۔ آذر کے بتخانہ میں اگر ایسی مورتیں ہوتیں تو حضرت ابراہیم کے ہاتھ سے برباد نہ ہوتا۔

یہ مورتیں ڈیو ڈاکٹر لونی واس سومبر نے بیگم کی وفات کے بعد اُسکی یادگار کے واسطے اٹلی کے مشہور شہر روم میں بنوائی تھیں اور ۱۸۲۴ء میں لاکر اس گرجا میں رکھی گئی تھیں۔ گول چبوترہ کے تین طرف تین زبانوں میں لکھا ہوا ہے۔ دائیں طرف انگریزی میں آگے فارسی ہیں۔ بائیں طرف لاطینی میں انگریزی کتبہ پڑھوا کر اُس کا ترجمہ پوچھا تو معلوم ہوا۔ جو کچھ فارسی میں لکھا ہے

وہی انگریزی میں ہی۔ بائیں طرف کا کتبہ پڑھا نہیں گیا۔ غالبًا اس میں بھی یہی ہوگا پہلے زمانہ میں تحریر کے واسطے فارسی زبان مخصوص تھی۔ اِس وجہ سے یہ کتبہ فارسی میں ہی۔ اُس وقت انگریزوں کی فارسی ایسی ہوتی تھی جیسی آجکل اُنکی اُردو۔ چنانچہ مُلاحظہ سے ظاہر ہوگا۔ فارسی کتبہ کی نقل بعینہٖ یہ ہی:-

از برائے ذکرِ جناب جوانا زیبن النسا بیگام را

سومبرہ ملقب بنامور میان الشرفا وختر السلطنۃ عزیزہ کہ از دارِ فنا در عالمِ بقا رحلت نمود مکرم ومتاسف از ہزارہا از فدویان مخلص او در سرائے اش درسر دھنہ در روز ۲۷ از ماہ جانوری ۱۸۳۶ء برسال انقریب بنود سال لاشس او مدفون بود در این کلیسہ کہ مرحوم بناکرد بخصوص حکومت کہ مرحوم کرد بقوۃ عقل و ادراک مشہور وکلمہ وعدل وانصاف او بمدۃ بیشتر از پنجاہ سال این حقیر را کہ مرحوم بیشتر از ما در بود او را لائق نیست کہ ستائش کند ولکن از برائے احترام ذکرش این یادگار نصب کرد و با تواضع اُمیدوار کہ او را تاج پیوستہ تازہ جلال را خواہد یافت۔

دائیں طرف کتبہ انگریزی ہی

گرجا کا بیچ کا کمرہ جس میں نماز ہوتی ہی بہت بڑا ہی اس کا فرش بھی سنگ مرمر کا ہی اور اندر مشرق کی طرف سنگ مرمر کا ایک چبوترہ ہی جس پر سنگ موسیٰ کی پچی کاری ہی۔ چبوترہ پر سنگ مرمر کا ایک خوشنما آلٹر یعنی منبر ہی جس پر بیش قیمت نگینہ جڑکر نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنائے ہیں۔ پیچھے دیوار میں منبر سے

ذرا اونچی محراب ہو۔ اس میں حضرت عیسیٰ کی چھوٹی سی مورت آسمان کی طرف ہاتھ جوڑے کھڑی ہو۔ جو کوئی دس گرہ کی ہوگی۔ معلوم نہیں کاہےکی ہو۔ مورت کے دائیں طرف سینٹ جوزف کی تصویر ہو اور بائیں طرف سینٹ فرانسس اف اسیس کی۔ یہاں چند خوبصورت بلوری ہنڈیاں لٹکی ہوئی ہیں جنمیں سے ایک شب و روز روشن رہتی ہو۔ منبر پر ایسی موٹی موٹی موم بتیاں لگوں پر لگی ہوئی ہیں کہ بڑے سے بڑے ہاتھ کی مٹھی میں بھی نہیں آسکتیں۔ مگر انکو کبھی جلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور نہ حالت سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ان میں کبھی کوئی جلی ہوگی سب ثابت کی ثابت ہیں۔ شاید زینت کیواسطے رکھی ہونگی۔ منبر کے اوپر ایک بڑا گنبد ہو۔

اس بیچ کے کمرہ میں جانب شمال و جنوب ایک ایک دروازہ کا ایک ایک کمرہ ہو۔ جنوبی کمرہ میں ایک چھوٹے سے منبر پر حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھے ہوئے ہیں اور سینٹ چارلس کھڑے ہوئے ایک مریض کو اچھا کر رہے ہیں۔ مریض بیٹھا ہوا ہو۔ یہ تینوں چھوٹی چھوٹی مورتیں ہیں۔

شمالی کمرہ میں منبر پر حضرت مریم کی تصویر ہو جو حضرت عیسیٰ کو گود میں لئے کھڑی ہیں۔ دو آدمی جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے ہیں سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اُن میں سے ایک کو بپتسمہ دے رہے ہیں (یہ منبر جے پور سے بنکر آیا تھا) گرجا کے شمالی دروازہ پر لاطینی زبان میں ایک کتبہ لکھا ہوا ہو جو پڑھا نہیں گیا۔ اور اس دروازہ کے آگے برآمدہ پر فارسی زبان میں ایک کتبہ ہو۔ فارسی کتبہ سے جو حسب ذیل ہو گرجا کی تعمیر کی تاریخ ظاہر ہوتی ہو۔ لاطینی کتبہ کا بھی غالباً یہی مطلب ہوگا۔

بامداد خدا فضل مسیحا	بسال ہجدہ صد عشرین و اثنا
بدل زیب النساء عمدہ اراکین	بنا فرمودہ عالی شان کلیسا

حامدہ بیگم الخیری

بیماری اور تیمارداری

اٹھواں باب

باڈمنٹن گراونڈ

گذشتہ اشاعت سے آگے

یہاں تو یہ چرچا ہو رہا تھا. وہاں سجاد حسین حسب دستور ہر روز باڈمنٹن کھیلنے جایا کرتے تھے. ایک دن کا ذکر ہے کہ سجاد اور انوری ایک طرف احمدی اور کاظمی دوسری طرف باڈمنٹن ہو رہا تھا۔

سجاد۔ فور نو

اب ایک مرتبہ احمدی نے سرو کیا۔ سجاد حسین بال نہ لے سکا۔

احمدی۔ ون فور پھر کاظمی نے سرو کیا انوری کے کورٹ میں انوری نے لے لیا جب گیند کاظمی کے کورٹ میں گئی وہ نہ لے سکی گر پڑی پھر سجاد اور انوری کا ایک زیادہ ہو گیا۔ سجاد نے کہا اب فائف ون ہے دیکھنا اب کی دن اور گیم نہ ہو تو کچھ بات نہیں ہے۔ لاؤ کاظمی گیند مجھ کو دو میری باری ہے یہ کہکر اُس نے سرو کیا۔ احمدی کے کورٹ میں مگر گیند کاظمی کے کورٹ پر جا پڑی اس لیے وہ آوٹ ہو گیا اور احمدی کا ایک نمبر اور بڑھ گیا۔ احمدی نے کہا اب تو فائف ہو گیا۔ پھر انوری نے کاظمی کے کورٹ میں

سرد کیا۔ کاظمی نے نہ روکا۔

سجاد نے کہا ہمارا بھی ایک نمبر اور بڑھا اور اب ٹو سکس ہو گیا۔ اسی طرح کھیل جاری رہا۔ یہاں تک کہ سجاد نے کہا ٹوینٹی ون (یعنی اکیس) ہو گئے آپ کے ابھی تین ہی گیم ہیں لیجیے ہم لوگ جیتے یہ کہکر تالیاں بجائیں۔ انوری نے کہا اب میں تھک گئی ہوں میں کرسی پر بیٹھتی ہوں تم لوگ کھیلتے رہو۔

سجاد نے بیٹ حامد علی کے ہات میں دیدیا اور کہا تم کھیلو میں بھی ذرا ستاتا ہوں۔ بہت سی کرسیاں باہر پڑی ہوئی تھیں۔ ایک پر انوری بیٹھی ہوئی تھی۔ سجاد بھی وہیں آنکر بیٹھ گیا۔ اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ انوری سے پوچھا کچھ پیجیے گا۔ سوڈا واٹر یا پانی کچھ لے آؤں۔ انوری نے کہا ہاں سوڈا واٹر پیوں گی۔ سجاد اُٹھ کر خود سوڈا واٹر کی بوتل کھولکر گلاس میں اونڈیل کر لے آیا۔ انوری نے تھوڑا سا پیا۔ باقی کا جس قدر بچا تھا گلاس تپائی پر رکھکر کرسی پر بیٹھ گئی

سجاد۔ کاش کہ تم اور احمدی انگلینڈ چل سکتیں۔ قابل دیکھنے کے شہر خصوصاً لندن ایک عجیب طلسم گاہ ہی۔ اس وقت شام کو ہائیڈ پارک میں عجیب تماشا ہوتا ہی۔ خوبصورت خوبصورت کپڑے پہنے مرد عورتیں لڑکیاں بچے چاروں طرف پھرتے نظر آتے ہیں۔ کم سن لڑکے لڑکیاں مرد عورتیں سب ہمراہ ہوتے ہیں۔ پکیڈلی میں بہت امیر لوگ رہتے ہیں۔ میں ایک ہفتہ وہاں رہا تھا کیسی اچھی جگہ ہی۔ میں اکثر ہفتے میں ایک مرتبہ شہر دیکھنے جاتا تھا۔ شہر کیا ایک طلسم خانہ ہی۔ ہر چیز قابل دید ہی۔

انوری۔ بھلا ہم کیونکر جا سکتے ہیں۔ وہاں پردہ کہاں۔

سجاد - کیوں جانے کو کیا ہوا۔ ہمارے ہندوستان سے مسلمان عورتیں وہاں جا چکی ہیں اور دوسری جگہ سے روم مصر وغیرہ سے اکثر جاتی ہیں۔ انگلینڈ جا کر مجھ کو یہاں کے تمام عزیزوں کی عنایتیں کثرت سے یاد آئیں گی۔

انوری۔ کیا آپ جلدی جانے والے ہیں؟

سجاد - ہاں جلدی جانا پڑیگا۔ آپ لوگ خط کے جواب دینے کا وعدہ ابھی سے کر لیجئے تاکہ مجھے اطمینان رہے۔ احمدی بیگم تو مجھے پہلے بھی اکثر خط لکھتی تھیں۔ لیکن اب کی مرتبہ تو مجھ کو حق ہو گیا ہی کہ آپ سے بھی خط لکھنے کا اقرار کروالوں۔ جب سے میں بیمار ہو کر آیا ہوں آپ اور احمدی بیگم میری ہمیشہ سے زیادہ بہن رہی ہیں یقین ہی کہ اس بات میں بھی میری خاطر کرینگی۔

انوری۔ ہم لوگ بہت خوشی سے آپ کو خط لکھینگے۔

سجاد۔ میرے بعد آپ لوگ باڈمن ٹن کھیلنا نہ موقوف کیجئیگا۔ جب سے آپ نے باڈمن ٹن شروع کیا ہی آپ کی حالت بہت درست ہوئی ہی۔ مجھ کو ہر ہفتہ میں باڈمن ٹن کا حال لکھیئگا۔

یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ احمدی حامد علی وغیرہ بھی باڈمن ٹن کھیل کر کرسیوں پر آکر بیٹھے اور اندر سے علی نقی خاں جمیلہ بیگم بھی درختوں کے نیچے کرسیوں پر آکر جلوہ افروز ہوئے۔ نوکروں نے چائے اور

طرح طرح کے میوے میزوں پر لاکر رکھ دیئے۔ انوری اور احمدی نے سب کو چائے بنا کر دی۔ سجاد حسین سب کے سامنے میوہ اور بسکٹ کیک وغیرہ کی تشتریاں لیجا کر دینے لگے۔ اِتنے میں گاڑی کی آواز آئی علی نقی خاں نے گاڑی وہیں رُکوا دی۔ گاڑی وہیں ٹھہرائی گئی۔ حیدری بیگم نمودار ہوئیں۔ سلام پیام کے بعد وُہ بھی بیٹھ کر جلسے میں شریک ہوئیں۔ کاظم حسین صاحب بھی بڑے بھائی کے یہاں اکثر شام کو آجایا کرتے تھے۔ اِتفاق سے حیدری بیگم کے آنے کے دس منٹ بعد وُہ بھی آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ بعد تھوڑی دیر کے کاظم حسین صاحب اور علی نقی خانصاحب اُٹھ کر روشوں پر ٹہلنے لگے اور آپس میں شادی کا ذِکر چھڑا۔

کاظم حسین صاحب۔ واللہ بھائی جان! ناک میں دم آگیا کچھ کرتے بن نہیں پڑتا۔

علی نقی خانصاحب۔ کیوں! کیا سجاد شادی سے انکار کرتا ہی؟

کاظم حسین صاحب۔ نہیں شادی سے تو انکار نہیں کرتا میں نے بھابی جان اور حیدری بیگم بھابی سے کہدیا تھا۔ کہ سجاد کو شادی کر کے انگلینڈ جانے پر راضی کریں۔ ان سے معلوم ہوا کہ شادی کرنے پر تو نیم راضی ہی۔ مگر رسمیں کرنے سے قطعی انکار کرتا ہی۔ بھائی میں کیا کروں۔

علی نقی خانصاحب۔ کروگے کیا بغیر رسموں کے کردو۔ رسمیں محض خرافات ہیں۔ تمام ہندوؤں سے لی ہوئی ہیں۔ کچھ رسمیں کرنا فرض نہیں۔

(باقی آئندہ)

بچّوں کی پرورش

پروردگارِ عالم نے اپنی کل مخلوق کو دو فرقوں میں تقسیم کیا ہے نر اور مادہ اور دونو فرقوں کے لئے دو کام جُدا جُدا مقرر کئے ہیں۔ پہلے فرقہ کے لئے فکرِ معاش دُوسرے فرقہ کے لئے بچّوں کی پرورش۔ جانوروں چوپاؤں درندوں۔ پرندوں حتّیٰ کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں تک میں مادہ کا کام بچّوں کی پرورش ہی بچّوں کی محبّت جو ماں کے دِل میں ہوتی ہے ایک ودیعت ازلی ہے۔ مُرغی کتنی جانفشانی سے انڈوں سے بچّے نکالتی ہے اور کس طرح اپنے پروں میں چھپائے چھپائے پھرتی ہے اور اُن کے دانہ پانی کی کس قدر نگراں رہتی ہے۔ بندریا اپنے بچّے کو کس طرح چھاتی سے چمٹائے پھرتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں نیز اور جاندار جنکی ہماری نظروں میں کچھ حقیقت نہیں ہوتی کس ہوشیاری اور محبت سے بچّوں کی پرورش کرتے ہیں۔ یہ خدمت خدا نے مادہ ہی کے ذمّہ رکھی ہے۔ اچھا اب حضرتِ انسان کی جانب غور کیجئے۔ ابتدائے زمانہ میں جبکہ انسان محض وحشی تھے اور عورت کا درجہ غلام سے کسی طرح بڑھ کر نہ تھا۔ اسوقت بھی مستورات کا کام انتظام خانہ داری اور بچّوں کی پرورش تھا۔ زمانے نے یکساں ترقی نہیں کی۔ اب بھی دُنیا میں بہت سی وحشی قومیں آسٹریلیا افریقہ کے اضلاع میں بستی ہیں اور سمندر کے دُور دُور کے جزیروں کے وحشی وُہ جو زمین میں اپنے ہاتھ سے

بڑے بڑے گڑھے کھود کر رہتے ہیں - درختوں کی جڑیں پھول پھل کھاتے ہیں یا لینشیا کی وحشی قومیں یا خود ہمارے ہندوستان کی وحشی مثلاً بھیل گونڈ وغیرہ جنہوں نے ابتک ذرہ برابر ترقی نہ کی اور جہاں مستورات کا درجہ مویشیوں غلاموں لونڈیوں سے بڑھ کر نہیں - وہاں بھی انکی وہی خدمتیں ہیں جو سنگ مرمر اور جواہرات کے محلوں اور مہذب ملکوں میں رہنے والی شائستہ کہلانے والی مستورات کے ذمہ ہیں - گو زمانہ گذشتہ کی نسبت اب مستورات کی حالت بہت بدل گئی ہے اور روز بروز تبدیلی ہورہی ہے اور آئندہ ہوتی رہیگی - لیکن ان کے فرض اب بھی وہی ہیں اور رہینگے جو کسی زمانے میں وحشی قوموں میں تھے -

انتظام خانہ داری - پرورش اولاد - ظاہرا تو یہ ایک معمولی سی باتیں ہیں اور ہر ایک عورت کے کان اس سے آشنا ہیں لیکن دراصل نہایت وسیع و مشکل کام ہیں کہا جاتا ہے کہ مستورات کے ذمہ صرف معمولی سے دو کام ہیں اس لئے زیادہ علم کی ضرورت نہیں لیکن یہ خیال محض غلط ہے - جاننا چاہیے کہ انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد بہت بھاری اور اہم کام ہیں جنکے لئے بہت لیاقت درکار ہے - بیشک جاہل مستورات بھی یہ دو کام انجام دیتی ہیں لیکن کچھ ایسی بے قاعدگی سے کہ جسکے خیال سے بے انتہا افسوس ہوتا ہے - انتظام خانہ داری کا مفصل ذکر انشاءاللہ آئندہ کرونگی - اسوقت مجھ کو پرورش اولاد کی بابت کچھ کہنا ہے - پرورش اولاد ایک ایسا لفظ ہے جسکو بالتفصیل بیان کرنے کے لئے بہت وقت درکار ہے - افسوس کہ ہم مستورات بالکل اس سے ناواقف ہیں - پرورش اولاد میں ایسی ایسی غلطیاں بے احتیاطیاں ہوتی ہیں کہ جس کی بدولت نصف سے زیادہ معصوم جانیں تو ایک

سال سے پہلے ہی خارج ہوجاتی ہیں اور باقی ماندہ مریض کمزور جسم اخلاق بگڑے ہوئے غرضکہ ننھے ننھے پودوں کی جن سے آئندہ قوم کی ترقی کی اُمید ہو نہایت بُری طرح پرورش ہوتی ہو۔ جبتک مستورات پرورش اولاد کے عُمدہ و اصلی طریق سے واقف نہونگی ہرگز بچوں کی پرورش اس طریق پر نہیں کرسکینگی جن سے قومی ترقی کی اُمید ہو اور جبتک مستورات تعلیم نہ پائینگی بچوں کی پرورش سے واقف نہ ہونگی پس مرد اگر قوم کی ترقی اور اپنی بہتری چاہتے ہیں تو مستورات کو جو قوم کی مائیں ہیں جن پر قومی ترقی و تنزل منحصر ہی جو شجر ترقی کی جڑ ہیں اعلیٰ تعلیم دیں۔

گو پرورش اولاد کے متعلق بہت سے مضامین لکھے جاچکے مگر بہنوں کی خاطر میں بھی قلم اُٹھاتی ہوں - اسوقت اس ناچیز مضمون میں عنوان دکھلائے گئے ہیں اور آئندہ اسکی کچھ مختصر تفصیل ہوگی - مجھے کافی لیاقت نہ ہونیکا خود اقرار ہو مگر جو کچھ لکھا جاتا ہو وہ صرف بہنوں کی خدمت منظور ہو۔ پس اگر کچھ غلطیاں ہوں تو اس عاجزہ کی کم علمی پر نظر فرماکے ازراہِ کرم چشم پوشی کو کام فرمائیں۔

کارآمد جملے

۱ - اولاد والدین کا نمونہ ہوتے ہیں -

۲ - بچوں کی پرورش پہلے دن سے خاص توجہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ لفظ پرورش میں تعلیم تربیتِ اخلاق بھی شامل ہے -

۳ - بچوں کی تعلیم کا کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جب سے بچہ پیدا ہوتا ہی اسکی تعلیم شروع ہوتی ہو۔

۴ - بچوں کو اس طریق پر چلانا چاہئے جو کہ قدرت ہم کو سکھاتی ہے -

۵ - بچوں سے اُنکے خلافِ مرضی کوئی کام نہ لینا چاہئے - اگر ضرورتاً لیا بھی جائے تو اُسکو ایسا دلچسپ بنانا چاہئے کہ بچوں کا دل اس میں لگے -

۶۔ بچوں کی تعلیم کے وقت اپنی خواہشوں کو بالائے طاق رکھنا چاہئے اپنے آپ کو بھول جائے۔ صرف بچے کی بہتری کو مدنظر رکھے۔

۷۔ لڑکپن ہی میں بچوں کی صحت کا خیال ازبس ضروری ہے اور اس ہی پر انکی آیندہ کی تعلیم تربیت خصلت چال چلن منحصر ہے۔ لفظ صحت کے اندر جسمانی طاقت اور اخلاق کو شمار کرنا چاہئے۔

۸۔ بچے کے اخلاق و عادات کو شروع ہی سے سدہارنا چاہئے۔

۹۔ بچے کی سمجھ میں بُری بھلی جو باتیں ہیں اس کے بزرگوں سے میراث میں ملی ہیں۔ ذرا غور جلد ہے۔

۱۰۔ بچے کی تعلیم کے لئے پہلے اپنی فطرت کو غور کرنا چاہئے۔

۱۱۔ انگریزوں کے بچوں کو سوائے تعلیم و صحت کے ورثہ نہیں ملتا

۱۲۔ بچوں کو بچپن سے صفائی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ جاننا چاہئے کہ صفائی پر زندگی اور صحت سب کچھ منحصر ہے۔

۱۳۔ بچوں کے چھوٹے چھوٹے کاموں اور باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۴۔ جس بات سے بچے کو روکا جائے یہ ضرور غور کر لینا چاہئے کہ ممانعت مناسب ہے یا نہیں منع کرنے میں اپنی بات پر قائم رہنا چاہئے۔

۱۵۔ بچوں کے ساتھ والدین کا برتاؤ اس طرح ہونا چاہئے کہ وہ انکی بات کو بمنزلہ قانون سمجھیں

۱۶۔ بچوں کو مناسب آزادی دینی چاہئے۔

۱۷۔ بچے میں ایذا رسانی خود غرضی ظلم سے محبت کرنے کی عادت ہرگز نہ ہونی چاہئے۔

۱۸۔ بچے میں فرمانبرداری کی عادت شروع سے پیدا کرنی چاہئے پھر مار پیٹ کی ضرورت نہوگی

۱۹۔ بچے کے ساتھ محبت سے برتاؤ کرنا چاہئے

۲۰۔ بچے کے دل میں ڈر بٹھانا سب خرابیوں کی جڑ ہے۔

۲۱۔ بچے کو دلیری سکھانی چاہئے۔

۲۲۔ بچہ گوشمالی سے دھوکر باز بنتا ہے۔

۲۳۔ بچے کو کم حوصلہ بنانے سے سدی خصلتیں بگڑ جاتی ہیں[۱]۔

رابعہ بیگم

(باقی آیندہ)

[۱] ان جملوں میں ایک کتاب سے کچھ مدد لی ہے۔ (رابعہ بیگم)

مس میری کارپنٹر

مس میری کارپنٹر کی زندگی سے ہندوستانی مستورات کو بہت عمدہ اور مفید سبق ملسکتے ہیں اکثر کہا جاتا ہے کہ کیا عورتیں پڑھ لکھکر نوکریاں کرینگی، مگر مس کارپنٹر کی زندگی سے معلوم ہوگا کہ پڑھنا لکھنا صرف حصول زر کیلئے نہیں سیکھا جاتا بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ جس کے ذریعہ انسان بہت کچھ بھلائی دوسروں کے ساتھ کرسکتا ہے۔ مس کارپنٹر نے اپنی تمام زندگی دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں صرف کی، وہ زرین پوشش و قیمتی زیورات کی دلدادہ نہ تھیں بلکہ انہوں نے علم کا بہترین استعمال کیا اور تمام عمر محنت کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ انکی عزت محض اسوجہ سے نہیں کہ وہ ایک فیشن ایبل خاتون تھیں۔ بلکہ اس وجہ سے تھی کہ وہ زیور علم سے آراستہ تھیں، وہ جب تک زندہ رہیں ہمیشہ غریب اور دکھیاوں کی امداد کرتی رہیں بجائے اسکے کہ وہ اُن سے متنفر رہیں اور سختی کے ساتھ پیش آئیں۔ اُنہوں نے ہمیشہ اُن کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا۔

مس کارپنٹر ۱۸۰۷ء میں پیدا ہوئیں، انکے والدین نے جب یہ معلوم کیا کہ لڑکی ہونہار اور ذہین ہے تو اسکو خوب اچھی طرح تعلیم دی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں انہیں غریب اور بیکس لڑکوں پر بہت ترس آتا تھا جب وہ تعلیم سے فارغ ہوچکیں تو انہوں نے ایک انجمن نسوان قائم کی؟ اس انجمن کا یہ مقصد تھا کہ اس کی شریک مستورات اپنے غریب ہمسایوں کے گھروں میں جاکر انکی خبرگیری کیا کریں۔ مس کارپنٹر نے جو گھر اپنے لئے چُنے تھے وہ سب سے زیادہ غریب اور دکھیا تھے، وہ ایسے ایسے چھوٹے گھروں

میں جاتی تھیں کہ جہاں نہ تو بیٹھنے کی جگہ میسر ہوتی تھی اور نہ اُن میں کبھی آفتاب کی روشنی پہنچتی تھی۔ گھروالوں کے جسم اور کپڑوں سے سخت بدبو آتی تھی، اس ہاں اسقدر گندگی ہوتی تھی کہ دماغ پریشان ہوجاتا تھا۔ آہ! یہ تقاضائے محبت تھا جو انہیں ایسی جگہوں میں کھینچکر لیجاتا تھا۔ جب اس انجمن نے اپنا کام شروع کیا تو پہلے مس کارینڑ بھی ایسے گھروں میں جانے سے ہچکچی ہیں، مگر اُنہوں نے اپنا دل مضبوط کیا اور وہاں آنے جانے لگیں۔ گھروں میں انہوں نے بچوں کو لکھانا پڑھانا بھی شروع کیا، مگر کچھ دنوں بعد اس کام کو اُنہوں نے ناقابلِ اطمینان پاکر یہ ارادہ کیا کہ میں اُن بچوں اور گھروں کو سُدھاروں گی جو محض غریبی کی وجہ سے بدافعالیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ جو بچے ارتکاب جُرم کی وجہ سے جیلخانہ میں بھیجے جاتے ہیں وُہ سُدھرنے کے بجائے بدمعاشوں کی صحبت میں رہ کر اور بھی بدتر ہوجاتے ہیں تو اُنہوں نے برسوں سخت کوشش کی کہ ایسے بچے جو کسی جُرم کے مرتکب ہوں جیلخانہ کی بجائے علیحدہ کسی مدرسہ میں رکھے جائیں اور وہاں اُنکی ایسی تعلیم وتربیت ہو کہ وُہ ایمانداری اور محنت ومشقت سے روٹی کمانے لگیں۔ آخر اُنکی محنت ٹھکانے لگی اور پارلیمنٹ نے قانون نافذ کردیا کہ مجرم بچے بجائے جیلخانہ کے مدرسہ میں بھیجے جائیں!

مگر اس قانون کے بعد اُنہیں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسے بچے بھی مدرسہ میں داخل ہوا کریں کہ جنکے ماں باپ کسی جرم کی پاداش میں سزایاب ہوتے ہیں، کیونکہ ماں باپ کی عدم موجُودگی میں اُن کا کوئی نگران نہیں ہوتا۔ اور اس لئے وُہ آوارہ ہوجاتے ہیں۔ اُنہوں نے کوشش کی اور بالآخر یہ قانون بھی نافذ ہوگیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے کئی یتیم خانے بھی کھولے۔

۱۸۳۲ء میں جب راجہ رام موہن رائے انگلستان پہنچے تو دونوں کی باہم ملاقات ہوئی اور اُن سے جب مس کارپنٹر نے ہندوستان کی مستورات کی حالتِ خراب معلوم کی تو اُن کے دل کو سخت صدمہ پہنچا، مگر اسوقت وہ چند وجوہ سے کے باعث کوئی خاص اور عملی حصہ مستورات ہند کی بہتری و بہبودی میں نہ لے سکیں۔ لیکن یہ کانٹا برابر انکے جگر میں کھٹکا کیا، اور جب اُن سے زیادہ صبر نہ ہوسکا تو ۱۸۶۶ء میں جبکہ اُن کی عمر ساٹھ سال کی تھی ہندوستان کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ یہاں کی مستورات کی حالت کو ملاحظہ کر کے کوئی رائے قائم کرسکیں۔ کیسی عجیب اور قابلِ غور بات ہے کہ ساٹھ سالہ ایک ضعیف عورت اپنے مُلک اور اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر ایک غیر مُلک میں آئے جو وطن سے ہزاروں کوس دُور ہے، جہاں کوئی عزیز و یگانہ نہیں، اس دور دراز سفر کے طے کرنے میں کوئی ذاتی غرض بھی ملحوظ نہ تھی، مگر صرف اس لئے آئی کہ مستوراتِ ہند کو کچھ فائدہ پہنچا سکے۔ اگر یورپ والوں کی ترقی کا کوئی راز ہے تو صرف یہی ہمت اور شوق ہے۔ مس کارپنٹر نے ہندوستان میں پہنچکر گورنمنٹ سے جابجا لڑکیوں کے لئے مدارس جاری کرائے، درمیان میں ایک دو مرتبہ ولایت گئیں اور پھر آگئیں اور اپنے ہمراہ تین مددگار بھی لائیں تاکہ سب مل جل کر کام کریں۔ مستقل طور پر بمبئی کی سکونت اختیار کی اور خود سکول کی نگرانی کرنے لگیں اور کئی سوشل ریفارم کی انجمنیں قائم کرائیں کچھ عرصہ بعد پھر ولایت تشریف لیگئیں اور اسدفعہ حضور ملکہ معظمہ نے بھی آپ کو شرف ملاقات بخشا۔ مس کارپنٹر نے اپنی تجویزوں کو حضور قیصرہ کے روبرو پیش کیا اور اُنہوں نے انکے نیک کاموں کی قدردانی فرما کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ اپنی وفات سے کوئی چھ سات روز پیشتر تک مس کارپنٹر انگلستان میں ہندوستان کے بارے میں لیکچر دیتی رہیں۔ ۱۴ جون ۱۸۷۷ء کو رات کے وقت وہ سوگئیں اور ایسی سوئیں کہ پھر نہ جاگیں بہنو! انکی زندگی سے سبق سیکھو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ ہماری زندگی دوسروں کی بھلائی میں صرف ہونی چاہئے ۔ دوسروں کی بھلائی میں اپنی بھلائی ہے ۔

ح ۔ م ۔ ب

زنانہ دستکاری

نمائشی چیزیں بنانے کے اون

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

۱۵ ۔وُول پپاڈُر (Wool Pampadour) اس اون میں ریشم ملا ہوتا ہے اون مختلف رنگوں کا ہوتا ہے لیکن یہ بہت قیمتی ہے اسلئے اوسط درجہ کی چیزوں کے لئے غیر موزوں ہے

۱۶ ۔وُول کرسٹل (Wool Crystal) اس اون میں بھی ریشم ملا ہوتا ہے اور مختلف رنگوں کا ہوتا ہے۔ بھڑکدار اور نمائشی چیزوں کے لئے موزوں ہے مگر قیمتی ہے۔

۱۷ ۔وُول پرِسِلا (Wool Priscilla) یہ اون بھی مختلف رنگوں کا ہوتا ہے اور خاصکر کروشہ کے کام کے لئے نہایت موزوں ہے۔

۱۸ ۔وُول پیکوک فنگرانگ (Wool Peacock Fingering) یہ اون بھی دولری۔سہ لری۔چولری مختلف رنگوں کا ہے بچوں اور زنانہ نفیس لباس کیلئے موزوں ہے مگر قیمتی ہے

۱۹ ۔ڈبل برلن وُول (Double Berlin Wool) یہ اون بھی مختلف رنگوں کا ہوتا ہے۔مردوں کے واسکٹ کی پیش بندی اور دیگر عمدہ نمائشی کام کیلئے موزوں ہے۔

۲۰ ۔برلن فنگرنگ وُول (Berlin Fingering Wool) یہ بھی مختلف رنگوں کا ہوتا ہے شال۔بستر بند۔اور دیگر عمدہ نمائشی چیزوں کے لئے موزوں ہے۔

۲۱ ۔فلیسی وُول (Fleecy Wool) یہ سہ لری۔چولری۔چھ لری اور بارہ لری تک بنتا ہے۔سایہ ٹوپی اور دیگر زنانہ چیزوں کے لئے موزوں ہے۔

۲۲- پیرل فنگرانگ وول (Pearl Fingering Wool) اس اون میں ریشم ملا ہوتا ہے یہ دوری۔ سہ لری ہوتا ہے اور نفیس شال۔ نیچے کے پہننے کی پوشاک کے لئے موزوں ہے بعد دھونے کے بھی اس میں چمک قائم رہتی ہے۔

۲۳- بٹی وول (Betty Wool) یہ اون دوری۔ سہ لری۔ چوری صرف سفید بنتا ہے اور بچوں کی پوشاک۔ شال۔ اور نیچے پہننے کے لباس کے لئے موزوں ہے۔

۲۴- ولیش یارن Welsh Yarn یہ اون صرف سفید ہوتا ہے اور دھونے پر سمٹتا نہیں ہے۔ بچوں کی جاکٹ موزے وغیرہ کے لئے موزوں ہے۔

۲۵- شیٹ لینڈ وول (Shetland Wool) یہ بچوں کے موزے۔ بوٹ نما۔ پاتاوے نیچے کی لباس عمدہ جاکٹ۔ شال۔ اوڑھنی۔ عورتوں کی نقاب اور ایمبرائڈری یعنی بیل بوٹے پھول پتے وغیرہ بنانیکے لئے موزوں ہے۔

۲۶- انڈیلوزن وول (Andalusion Wool) یہ اون کف دستانے بچوں کے کوٹ جرابیں شال اور نیچے کے لباس کے لئے موزوں ہے اور ایمبرائڈری کے کام کے لئے بھی مناسب ہے۔

۲۷- پائرینیز وول (Pyrenees Wool) سب سے اعلیٰ درجہ کا اون جو شال چادر اور نقاب کے لئے موزوں ہے۔

۲۸- کاکاٹو وول (Cakatoo Wool) یہ اون سیاہ۔ سفید۔ خاکستری نقرئی ہوتا ہے۔

۲۹- اوسٹرچ وول (Ostrich Wool) مختلف چمکیلے رنگوں کا ہوتا ہے اور شال کیلئے موزوں ہے۔

۳۰- فیدر وول (Feather Wool) یہ بھی مختلف چمکیلے رنگوں کا ہوتا ہے اور شال وغیرہ کے لئے موزوں ہے۔

۳۱ - ریبٹ وُول (Rabbit Wool) یہ سیاہ - سفید - خاکستری - رنگوں کا ہوتا ہے اور ہاتھوں کے موزے - کف - اور ٹوپیوں کیلئے موزوں ہے -

۳۲ - آئس وُول (Ice Wool) یہ بھی سیاہ سفید - نقری رنگوں کا ہوتا ہے شال اور چادروں کے لئے موزون ہے -

۳۳ - کریول وُول (Crewel Wool) یہ کل رنگوں کا ہوتا ہے اور مختلف قسم کے نمونے بنانے - خانہ بھرنے اور ایمبرائڈری کی مشین کیلئے موزون ہے -

۳۴ - وُول روز فنگرنگ (Wool Rose Fingering) یہ دوارنی - سہ رنگی - چوارنی وغیرہ مختلف خوبصورت رنگوں کا نہایت مضبوط ہوتا ہے اور عموماً پائیدار چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے -

۳۵ - نکر بوکر یارن (Knicker Bocker Yarn) یہ عموماً چھ لڑی ہوتا ہے اور شکاری لمبے موزے کے لئے نہایت موزوں ہے -

۳۶ - وُول وسٹ سپر (Wool Vest Super) یہ بھی دولڑی - سہ لڑی چولڑی وغیرہ مختلف ہلکے رنگوں کا ہوتا ہے اور نفیس زنانے اور بچوں کے لباس کے لئے مستعمل ہے -

۳۷ - آلوا یا ویلنگ یارن (Alloa or Wheeling yarn) یہ اون مختلف رنگوں کا نہایت عمدہ اور نفیس کاموں کے لئے موزون ہے -

۳۸ - وُول سکزونی (Wool Saxony) یہ اون مختلف رنگوں کا ہوتا ہے اور عموماً بازار میں بکثرت بکتا ہے اور قیمت میں بھی بہ نسبت دوسروں کے بہت ارزاں ہوتا ہے - انشاء اللہ اسی تفصیل سے دوسرے نمبر میں ریشم کا حال لکھوں گا +

تمیز الدین خان عظیم آبادی

(باقی آئندہ)

ہَوا

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ایک وجہ تم کو اَور بتاتی ہی جسکے سبب سے ہَوا کی حرارت جلدی زائل نہیں ہوتی وہ یہ رات کو جس وقت سُورج سامنے نہیں ہوتا اور زمین کی گرمی نکل کر فضائے آسمان میں جاتی ہی اسوقت ہَوا کو تخ ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا رات کو بھی کچھ نہ کچھ گرمی باقی رہتی ہی۔ تم سُن چکی ہو کہ ہَوا میں بخارات آبی ملا ہَوا ہی۔ یہ بخارات گرمی کو جذب کر کے روک لیتے ہیں جس کی وجہ سے رات کو گرمی بالکل زائل نہیں ہوتی۔ جن ملکوں کی ہَوا بخاراتِ آبی کے کم ہونے سے محض خشک ہوتی ہی وہاں کی راتیں نہایت سرد ہوتی ہیں تم نے دیکھا ہوگا جس روز رات کو بدلی ہوتی ہی وہ رات زیادہ گرم ہوتی ہی اِس لئے کہ زمین سے جو گرمی نکلتی ہی اسکو بدلی روک لیتی ہی اور حرارت بخارات آبی میں جذب ہو کر قائم رہتی ہی۔

تم نے اپنی جغرافیہ میں مطالعہ کیا ہوگا کہ کرۂ ارضی پر صرف ایک حصّہ زمین ہی جس پر ہم لوگ آباد ہیں باقی تین حصّہ پانی ہی اور اس لحاظ سے ہَوا جو زمین کی چاروں طرف غلاف کی طرح لپٹی ہوئی ہی اُس کا تیسرا حصّہ ایسا ہی جو پانی کی سطح سے ملا ہَوا ہی یہاں کی ہَوا بخارات آبی سے بھری ہُوئی ہی گرم مُلک کے سمندروں کا پانی سُورج کی گرمی سے تاؤ کھا کر کھولتا رہتا ہی اور پانی کی بھاپ اُڑ کر ہَوا میں بھرتی جاتی ہی۔ یہ بخارات آبی سے لدی ہُوئی بڑے بڑے بحرِ ذخار کی سطح پر لہراتی ہُوئی زمین کی جانب آتی ہی اور کیوں آتی ہی۔ آگے بیان کروں گا اور اسی طرح سُورج کی حرارت کو ایک مُلک سے دوسرے مُلک میں پہنچاتی ہی۔

اس جگہ میں تم سے اب یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہوا سورج کی گرمی سے کن کن طریقوں سے گرم ہوتی ہے اور اسکے کیا کیا اصول ہیں۔ سنو جب ایک چیز سے دوسری چیز میں حرارت اس طرح داخل ہوتی ہے کہ ایک ذرہ دوسرے ذرہ میں حرارت پہنچا دیتا ہے اور گرمی تمام پھیل جاتی ہے تو اس اصول کو اشتداد حدت کہتے ہیں۔ مثلاً ایک لوہے کی چھڑ کا ایک سرا آگ میں ڈال دو تو تم دیکھو گی کہ چند ساعت میں دوسرا سرا جو تمہارے ہاتھ میں ہے گرم ہو جائیگا اور حرارت تمام دوڑ جائیگی۔ اسلئے کہ قدرت نے لوہے میں یہ خاصیت عطا کی ہے کہ اس کے ذرات جو باہم پیوستہ ہیں ایک دوسرے کی آگ سے گرم ہوتے جاتے ہیں اور اس طرح حرارت اوپر کو چڑھتی جاتی ہے۔ لیکن یہ بات لکڑی میں نہیں پائی جاتی۔ ایندھن جو تم چولہے میں جلاتی ہو اس کا ایک سرا جلتا ہوتا ہے لیکن دوسرے سرے کو چھو کر دیکھو تو اس کو گرمی کی خبر تک نہیں۔ غرض ہوا میں یہ بات موجود ہے کہ اس کے ذرے لوہے کے ذرات کی طرح ایک دوسرے کی لاگ سے گرم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب زمین سورج کی گرمی سے تپ جاتی ہے تو اس کے اوپر کی ہوا جو زمین کی سطح سے ملی ہوئی ہے اشتداد حرارت کے اصول سے گرم ہوتی جاتی ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ جو چیز گرم ہوتی ہے اس کے ذرے گرمی کو خود لئے پھرتے ہیں اور اس طرح حرارت کو ایک حصے سے دوسرے حصے میں پہنچاتے ہیں اس قاعدہ کو احمال حرارت کہتے ہیں۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ یہ صرف پانی کی سی پتلی یا ہوا کی سی لطیف چیزوں میں ممکن ہے۔ جو چیزیں منجمد ہیں انکے ذرات باہم جکڑے ہوئے رہتے ہیں اور اس وجہ سے ان میں احمال حرارت نہیں ہو سکتا۔ جس وقت تم ادھن کے

لئے پانی گرم کرتی ہو تو پہلے نیچے کا پانی گرم ہوتا ہی جسکی وجہ سے وُہ ہلکا پڑجاتا ہی اور اوپر کو چلا جاتا ہی اور اوپر کا سرد پانی جو بہ نسبت گرم پانی کے بھاری ہوتا ہی تہ نشین ہوجاتا ہی۔ جب یہ عمل جلد جلد ہونا شروع ہوتا ہی تو تمہارا ادھن تیار ہوجاتا ہی اور پانی کھولنے لگتا ہی۔ ہر مرتبہ پانی کے ذرّے حرارت کو لئے ہُوئے اوپر کو جاتے ہیں اور اسی طریقہ سے گرمی تمام پانی میں پھیل جاتی ہی احمال حرارت کے اصُول کو تم نے سمجھ لیا اب یہ خیال کرو کہ جب زمین گرم ہوتی ہی تو ہوا کے ذرّے جو زمین کی سطح سے لپٹے ہوتے ہیں گرم ہوکر اوپر کو صعُود کرتے ہیں اور اوپر کی ہوا نیچے کو آتی ہی اور اس طرح سے سُورج کی گرمی جو زمین میں جذب ہوتی ہی وُہ ہوا میں مل جاتی ہی۔ علاوہ اس کے گرم ملکوں سے جو ہوا کے جھونکے آتے ہیں وُہ حرارت کو ساتھ لئے آتے ہیں۔ ہوا کی موجیں حرارت کو دُور دُور پہنچاتی ہیں اور احمالِ حرارت کے اصُول سے سُورج کی گرمی ہوا کے ذریعہ سے ایک مُلک سے دوسری ملک میں پہنچتی ہی۔

قبل اسکے کہ مَیں تم کو تیسرا اصُول بتاؤں پہلے تم اہتدادِ حرارت اور احمال حرارت کے فرق کو ذہن نشین کرلو۔ اہتداءِ حرارت میں ذرّے اپنے مقام سے حرکت نہیں کرتے بلکہ حرارت خود ایک ذرّے سے گذر کر دُوسری ذرّے میں جاتی ہی لیکن احمالِ حرارت میں ذرّے خود ایک جگہ سے دُوسری جگہ حرکت کرتے ہیں اور حرارت کو اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ لو اب تیسری قاعدی کو سُنو کہ وُہ کیا ہی جب کوئی چیز جلتی ہی تو اس سے حرارت نکلتی ہی جو ہر سمت کو بلا کسی لاگ کے دَوڑ جاتی ہی اس اصول کو اشاعِ حرارت کہتی ہیں جاڑوں میں جب تم ہاتھ تاپتی ہو تو تمہاری انگشت کے دہکتے ہوئے کوئلوں سے حرارت خارج ہوتی ہی اور اسی اصُول کے مطابق تم تک آتی ہی۔ سُورج کی گرمی جو تمام حیوانات اور نباتات کی زندگی کی باعث ہی زمین تک اشاع حرارت کے قاعدہ سے آتی ہی اور رات کو جو گرمی زمین سے نکلکر فضای آسمانی میں جاتی ہی وُہ بھی اسی اصُول کے مطابق ہوتا ہی تم کو سُن کر حیرت ہوگی کہ اشاعِ حرارت میں جب جلتی ہُوئی چیزوں سے گرمی نکلکر دوسری چیزوں میں داخل ہوتی ہی تو ہوا جو درمیان میں حائل ہوتی ہی وُہ گرم نہیں ہوتی چنانچہ

سُورج کی حرارت سے پہلے زمین گرم ہوتی ہی تو ہوا جو زمین اور سورج کے درمیان حائل ہی اس پر مطلق اثر نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو اوپر کی ہوا جسم موم سورج کی کرن زمین تک آتی ہی ہرگز سرد نہوتی جسکو تم اور سن چکی ہو

سید ساحت حسین بی اے

سیّدۃ النّسا

چاہیئے کہ مدینہ پہنچکر آنحضرتؐ کو کوئی دن اطمینان کا نصیب ہوتا۔ تو بہ۔ مکی طرح یہاں بھی وہی روز روز کے قصے جھگڑے اور ہر وقت کی لڑائی جھگڑے۔ خود اہلِ مدینہ اور گرد و نواح کے یہودی اگر ذرا موقعہ پاتے تو مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کسر نہ اُٹھا رکھتے۔ بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور مسلمان کامیاب بھی ہوئے مگر تعصب کی آگ کسی طرح فرو نہ ہوئی

یوں تو شروع ہی سے حضرتِ علی کی محبت رسولِ اکرم کے دل میں جگہ پائے ہوئے تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ بچوں کی طرح پالا۔ بیٹوں کی طرح رکھا۔ لیکن اس پریشانی میں حضرتِ علیؓ نے کچھ ایسا ساتھ دیا اور ایسے کارنمایاں کئے کہ حد درجہ کی محبت میں اعلیٰ درجہ کی وقعت بھی شامل ہوگئی۔ اسوقت حضرت سیدہ بھی بچپن کا زمانہ ختم کر چکی تھیں۔ ہوشیار ہوا تھا کہ چاروں طرف سے نکاح کے پیغام آنحضرتؐ کے پاس آنے لگے۔ لیکن رسالت مآب نے سب کو صاف جواب دیدیا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ دوپہر کے وقت حضرتِ عمرؓ ایک طرف سے آرہے تھے رستہ میں دیکھا کہ حضرتِ علیؓ جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے ہیں۔ حضرتِ عمرؓ نے کہا علی! تم بانیِ اسلام صلعم سے فاطمہؓ کی درخواست کیوں نہیں کرتے۔ میرے خیال میں تم کو ضرور کامیابی ہوگی۔ حضرتِ فاروق کے یہ الفاظ سُنکر حضرت علیؓ کچھ آبدیدہ سے ہوگئے اور فرمایا اَے عُمر! کیوں اس آگ کو بھڑکاتے

ہو جسکو میں مدت سے اپنے سینہ میں دبائے ہوئے ہوں" ۔ اتنا کہکر حضرت علیؓ کے چہرہ سے کچھ اداسی ظاہر ہونے لگی ۔ مگر بالآخر حضرت علی معہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں اسی غرض سے حاضر ہوئے ۔

اس وقت رسالت مآب ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے ۔ حضرت علیؓ نے آکر دروازہ پر ہاتھ مارا ۔ آنحضرت نے اندر بلایا اور حضرت علی شرم کے مارے گردن نیچی کر کے آبیٹھے ۔ کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی ۔ آخر آنحضرت نے فرمایا اے ابو الحسن ! ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کچھ کہنا چاہتے ہو اور شرم اجازت نہیں دیتی جو کچھ کہنا ہی کہو ۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا اے خدا کے سچے رسول ۔ میں بچپن ہی سے اپنے باپ ابو طالب اور ماں فاطمہ بنت اسد سے علیحدہ ہو کر آپکی خدمت میں حاضر ہوا مجھے آپ نے اپنی روٹی سے پالا اور اپنی صحبت میں ادب سکھایا ماں ہیں تو آپ اور باپ ہیں تو آپ ۔ بلکہ دونوں سے بہتر ہیں آپ ۔ آج میری دنیا و آخرت کی پونجی جو کچھ ہیں وہ آپ ۔ مجھے شرف غلامی حاصل ہی کیا یہ ممکن ہی کہ فاطمہ کا نکاح مجھ سے ہو جائے ۔

یہ سنکر آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا اور حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ فاطمہؓ کے نکاح کے واسطے تمہارے پاس کچھ جمع ہی حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے مال و متاع کا حال آپ کو معلوم ہی ایک تلوار ایک اونٹ اور ایک زرہ ان تین چیزوں کا مالک ہوں اور اس کے بعد اللہ کا نام ہی *

باقی آئندہ

راشد الخیری

عصمت

قطعہ

ہیں یہ ہی سب انتظام خانہ داری منحصر — عالم ایجاد میں وہ چیز عورت ہی تو ہے
عورت ایسی جو ہو اپنی خوبیوں سے دلپذیر — ہو خدا جس گھر کو وہ اُس گھر کی زینت ہی تو ہے
زینت ایسی جس سے ہر صورت میں رونق گھر کی ہو — اہل دنیا کے لئے دنیا میں نعمت ہی تو ہے
نعمت ایسی جس سے آسودہ ہو دل عمر بھر — وہ خدا کی دین ہی تو ہے وہ دولت ہی تو ہے
دولت ایسی جس سے روشن ہو جہاں میں گھر کا نام — اپنے گھر والوں میں وہ خوبی قسمت ہی تو ہے
قسمت ایسی خوب جس پر ناز ہو انسان کو — خلق پر وہ خالق عالم کی رحمت ہی تو ہے
رحمت ایسی جو ہو نازل گھر میں باراں کی طرح — جس میں نازل ہو وہ گھر دنیا میں جنت ہی تو ہے
جنت ایسی جس سے نظارے کو حاصل ہو بہار — چشم شوہر میں زن خوشخو کی صورت ہی تو ہے
صورت ایسی جس سے آئینہ ہو زن کا انکسار — قلب شوہر کے لئے تحریک رغبت ہی تو ہے
رغبت ایسی جس سے دل مائل ہو سوئے اتحاد — راغب و مرغوب میں وہ شکل الفت ہی تو ہے
الفت ایسی جس سے باہم ہو نہ رنجش کا ظہور — اتفاق باہمی سے گھر کی عزت ہی تو ہے
عزت ایسی جو کرے پیدا نگاہوں میں وقار — روئے زن کے واسطے وہ حسن غیرت ہی تو ہے
غیرت ایسی خوبی عفت پہ ہو جس کی بنا — خلق میں اے شوق اُسکا نام عصمت ہی تو ہے

احمد علی شوق لکھنوی

بہن!

نیک بخت و نیک طینت ہو وہی پیاری بہن — جو کرے ہر دم بہن کی فکر و غمخواری بہن
جس سے دل کو رنج پہنچے وہ بہن کا ہے کو ہے — کب بہن کی اپنی کرتی ہے دل آزاری بہن
ہے بہن جس کی اُسے کچھ فکر رنج و غم نہیں — کرتی ہے اپنی بہن کی سچی غمخواری بہن
جی لگاؤ علم کی جانب بھی کر کے گھر کی فکر — رکھتی ہے تم کو پریشانی میں بیکاری بہن!
جامۂ ابریشمی تم پہنو گی کیا بھلا — ہو لباس علم و فن سے تم اگر عاری بہن!
ایک سی حالت نہیں رہتی کسی کی دہر میں — غم نہ کھاؤ ہو اگر افلاس و ناداری بہن!
اپنے شوہر کو رکھو خوش تو خدا تم سے ہو خوش — اپنے شوہر کی کرو ہر لحظہ غمخواری بہن!
جو تمہارے واسطے زحمت اُٹھاتا ہے مدام — چاہیئے تم کو بھی اُسکی ناز برداری بہن!
جو بڑا اپنے سے ہو تعظیم تم اُس کی کرو — ہو اگر چھوٹا ہے لازم اُسکی دلداری بہن!
چاہتی ہو اپنی گر عزت تو سیکھو علم بھی — ہر جگہ ہے علم کی سمجھو عملداری بہن!
وقت تھوڑا سا ہے جو کرنا ہے کر لو اب بھی تم — جہل میں تم نے گنوا دی زندگی ساری بہن!
داغ نقص و جہل دامن سے تمہارے کب مٹے — کب تلک دیکھے نہیں آنکھوں سے یہ خواری بہن!

بزمِ عصمت

گو میری رائے میں اُن خطوط کا بزمِ عصمت میں جگہ پانا (جن میں رسالہ کی تعریف کے سوا عام دلچسپی کی کوئی بات نہ ہو) ضروری نہیں لیکن ح۔ب صاحبہ کا خط جو شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب کی حقیقی نواسی ہیں لکھنا اس وجہ سے درج کیا جاتا ہے کہ عصمت کی کوششوں پر پسندیدگی کا اظہار اُس خاندان سے ہوا جہاں سے تعلیم نسواں کی صدا سب سے پہلے بلند ہوئی اور یہ اب تک جو کچھ بھی ہوا اور ہو رہا ہے سب اُسی کی بدولت ہے۔

جائنٹ ایڈیٹر

خواہر عزیزہ! میں نے آپ کو جون میں رسالہ عصمت بند کرنیکی اطلاع دی تھی اس وجہ سے کہ میں اس سال کیواسطے زنانہ رسالوں میں انتخاب کرنا چاہتی تھی چنانچہ میں نے پچھلے پرچے سب کے دیکھے اور مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے عصمت کو صرف عنوانوں ہی کی فوق البھڑکی پر نہیں چھوڑا کہ خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا بلکہ ہر ضروری مضمون پر نہایت مفصل اور مفید بحث ہوتی ہے سب سے زیادہ ضروری بات زنانہ رسالے میں بجائے مردانی اور اخباری زبان کے ہماری اپنی زبان کا ہونا ہے۔ اور اس اعتبار سے جو کامیابی عصمت کو ہوئی مجھے اس پر بہت ہی تعجب ہے۔ کمال یہ ہے کہ شروع سے آخر تک رسالے بھر میں ایک سطر بیکار نظر نہیں آتی۔ میرے خیال میں عصمت قوم کے واسطے ایک نعمت ہے۔ رسالہ جاری فرما کر ممنون کیجئے۔

ح۔ب

ایک علم دوست معزز بہن نے رسالہ عصمت کے اگست نمبر صفحہ ۶۳ میں ایک پہیلی تحریر فرما کر بوجھ دریافت کی ہے جس کا جواب میری ناقص عقل میں یہ ہے:-

عربی زبان میں اس کو جراد اور فارسی میں ملخ اور دکن میں اس کو ٹِڈا کہتے ہیں۔ شاید دہلی میں بھی ٹِڈا ہی بولتے ہوں۔

(محمد عبد الحمید خاں حیدرآبادی)

مکرمہ بہن صاحبہ!

اگست کے پرچہ میں مسز ڈاکٹر محبوب علیخاں صاحبہ نے پیاز کی کھیر کا نسخہ دریافت کیا ہی۔ لہٰذا ایک نایاب نسخہ ارسال ہی:- مسز محمد شمس الدین

پیاز کی کھیر کا نسخہ

نمبر	نام اشیا	وزن	ضروری ہدایات
۱	پیاز	ایک سیر	اس کو حسب خواہش باریک تراش لو
۲	دودھ عمدہ	چار سیر	
۳	شکر	دو سیر	
۴	کھویا	نیم سیر	
۵	مغز بادام	ادھ پاؤ	پوست نکالکر باریک بند تراش لو
۶	گلاب	ادھ پاؤ	یعنی عرقِ گلاب

پیاز کو حسب خواہش باریک تراش کر یا تو اکیس پانی سے دھو کر سات بار پانی بدل بدل کر ابالو اور نچوڑ دو اس طرح کہ پانی باقی نہ رہے یا نمک ڈال کر باریک کپڑے میں باندھ کر لٹکا دو نمک گھلکر متقطر ہو جائیگا اور بو اڑ جائیگی۔ پھر اسکو خوب دھو کر اس طرح کہ نمک کا اثر باقی نہ رہے۔ دودھ میں گلنے تک پکاؤ اگر دھونے میں ذرا بھی اثر نمک کا باقی رہیگا تو دودھ پھوٹ جائیگا۔ پیاز دودھ میں گلنے کے بعد پھر دوسرے اجزا شریک کر کے پکانا ختم کرو اور کھیر زیادہ رقیق نہ رکھو۔ ٹھنڈی کر کے کھاؤ اور ہمیں بھی ضرور یاد کرو۔

مائی ڈیر ایڈیٹر صاحبہ! تسلیم۔ اگست کے پرچہ میں معزز بہن مسز ڈاکٹر محبوب علیخاں صاحبہ نے پیاز کی کھیر پکانے کا نسخہ طلب فرمایا تھا۔ مجرب نسخہ بھیجتی ہوں۔ براہِ عنایت عصمت میں درج فرما کر ممنون فرمائیے۔ (غوثیہ بیگم۔ حیدرآباد)

نمبر شمار	اشیاء	مقدار	کیفیت
۱	سفید پیاز	آدھ پاؤ	تراشی ہوئی بلا پوست
۲	دودھ	۲ سیر	
۳	شکر سفید	½ سیر	
۴	گلاب خالص	۴ تولہ	
۵	بادام	۵ تولہ	بغیر پوست

پیاز کا بالائی پوست دور کر کے مغز کو باریک تراش لو اور چار یا پانچ پانی سے اسکو خوب دھو ڈالو اور تھوڑا اسا پانی ڈالکر پانچ منٹ تک جوش دو۔ اسیطرح چار دفعہ پانی بدلو پھر پیاز جو یونا حصہ گلجا وے۔ اسکو ٹھنڈے پانی سے دو دفعہ دھو ڈالو۔ دودھ کو آگ پر رکھکر جوش دو اور کفگیر سے ہلاتے رہو۔ جب تیسرا حصہ دودھ باقی رہے پیاز مذکور کے بندوں کو اس دودھ میں ڈالکر جوش دو جب حسب مقصود پیاز گل جاوے شکر اور تراشے ہوئے بادام داخل کر کے تھوڑی دیر دم پر رکھو۔ اس کے بعد

[illegible]

عالمِ نسواں

ایک خاتون کی بہادری اور جان نثاری کا عجیب واقعہ میلبورن کے پچھلے جلسہ میں بیان کیا گیا۔ گولبرن ویلی ٹرین جو صبح نو بجکر بیس منٹ پر سیٹمور سے روانہ ہوئی۔ واہرنگ سٹیشن سے دو میل ادھر تھی کہ دفعۃً انجن چلانیوالے نے دیکھا کہ ایک ساڑھے تین برس کا بچہ بیچ میں بیٹھا ہی۔ یہ دیکھکر اُس نے نہایت زور سے سیٹی دی جسکی آواز مسز لیونا کینیڈی کے کان میں پہنچی جو پٹری کی مرمت کرا رہی تھی۔ دیکھا تو چھوٹی سی لڑکی ایلین پٹری کے قریب بیٹھی ہوئی ہی۔ اسوقت ٹرین پچیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جارہی تھی اور لڑکی سے پندرہ گز کے فاصلہ پر تھی۔ دفعۃً خاتون موصوف جھپٹی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر لڑکی کے قریب پہنچ گئی اور گود میں اُٹھالیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے ٹرین ایک پٹری سے دوسری پر بدلی جاتی ہی مسز لیونا کینیڈی اس بچی کو کلیجہ سے لگائے اس طرح پڑی ہوئی تھی کہ انکا سر پٹری سے نو انچ کے اندر تھا۔ نہایت نازک وقت تھا ٹرین کے پہیے مس لیونا کینیڈی کے بالوں کو چھوتے ہوئے پٹری پر سے گذر گئی۔ آرتھر کولمز جھونکنے والے کا بیان ہی کہ جب گاڑی رکی اور ہم نے جاکر دیکھا تو بہادر لیونا کینیڈی اور ایلین دونوں صحیح وسالم تھے۔

اس بہادر عورت کو جس نے محض دوسروں کی خدمت میں اپنی جان تک کی پروانہ کی میلبورن کی کمیٹی نے سونیکا ایک ایسا تمغہ دیا ہی جو آج تک کسی عورت کو نہیں ملا۔

بابہ بنکی کے مدرسہ پارچہ بافی میں ایک زنانہ شاخ کھولی گئی ہی جہاں کشیدہ اور رنگائی کا کام سکھایا جائیگا۔

ٹرکی کے ایوان مبعوثان کو ایک خاتون نے لکھا ہی:۔ ہم آپکی رعیت عورتیں کریٹ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کرنیکو موجود ہیں ہم عورتیں تیار ہیں کہ اپنی بچوںکو اپنے ہاتھ سے ہتھیاروں سے آراستہ کریں اور میدانِ جنگ میں بھیجدیں۔

دو نو عمر ہندوستانی عورتیں تار کا امتحان پاس کرنیکے بعد کراچی کے دفتر تار میں ۵۰ روپیہ ماہوار پر مقرر ہوگئیں۔

فہرست کتب موجودہ مخزن ایجنسی دہلی

(مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ اور رکھنا ہر شخص کی لوازمات زندگی میں شامل ہے)

اردو زبان کا بہترین سفرنامہ

مندرجہ عنوان فقرہ گویا ان بیشمار خیالات اور رایوں کا عطر ہے جو ملک کے معزز اخبارات و نامور اہل آرا نے شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا کی جدید علمی کوشش

مقام خلافت (یعنے) سفرنامہ استنبول

کے متعلق ظاہر کی ہیں۔ اور بالاتفاق یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ دارالسلطنت قسطنطنیہ کے حالات آجتک نہ صرف اردو بلکہ کسی مشرقی زبان میں نہیں لکھے گئے۔ شیخ صاحب موصوف کو اپنی سیاحت قسطنطنیہ میں حسن اتفاق سے مشہور مقامات کی سیر اور معتبر ہستیوں کی ملاقات کے وہ موقعے میسر آئے جو بڑے بڑے یورپین سیاحوں کو مشکل سے نصیب ہوتے ہیں۔ اسلیئے انہوں نے اول تو ہر جگہ کے حالات اور ہر ایک بات کے متعلق تفصیلی نوٹ لیے۔ اور اس کے بعد سفرنامہ کی تحریر میں اپنی مشہور طرز ادا کے جوہر اس خوبی سے دکھلائے ہیں کہ اصل چیز کا صحیح نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور پڑھنے والے کی طبیعت مطالعۂ کتاب سے وہ حظ اٹھاتی ہے گویا وہ دیگر وقت مولف کا رفیق اور ہر موقع کے لطف میں شریک تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے قریب قریب ہر باب کے ساتھ ایک ہاف ٹون عکسی تصویر لگائی ہے جسکی وجہ سے جیسی تصویروں کا ایک مرقع گویا کتاب کے ساتھ مفت ہاتھ آتا ہے۔ پھر کتاب کی تیاری کا اہتمام

بھی قابل قدر و لائق دید ہے کتابت نہایت خوشنما۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا چکنا ولایتی تصویریں نفیس آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور سب پر طرہ دو سرورق جو اپنی جگہ لیتھو کی چھپائی کے نادر نمونے ہیں۔ ایک پر سنہری دو رویہ بیل مع طغرائی شاہی اور دوسرے پر خوشرنگ انگوری بیل نہایت پسندیدہ ضخامت مع تصاویر تین سو صفحے سے زیادہ۔ الغرض کتاب ہر پہلو سے ایسی ہے کہ ممکن نہیں جو اسکی خوبیاں دل کو گرویدہ نہ کر لیں باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ہے مع محصول ڈاک۔ دفتر مخزن دہلی سے منگائیے +

فہرست مضامین مقام خلافت

فہرست تصاویر مقام خلافت

حیات جاوید

یہ سوانح عمری سرسید مرحوم با تصویر مصنفہ مولنا حالی اس کتاب کو استقدر شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی ہے کہ اب مزید تعریف کی ضرورت نہیں مختصر یہ کہ سرسید کے حالات ولادت سے وفات تک نہایت شرح و بسط سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور دوسرے حصے میں سرسید کی لائف اور تصنیفات اور ان کے کاموں پر نہایت مفصل ریویو کیا گیا ہے۔ مولنا حالی کی کامل دس برس کی مسلسل محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے ضخامت (۷۰۰) صفحوں سے زیادہ ہے قیمت صرف ([illegible])

حیات سعدی

شمس العلماء مولنا حالی کی بے نظیر تصنیف جس میں شیخ سعدی شیرازی کے زندگی کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور شیخ کی تصنیفات نظم و نثر پر نہایت محققانہ ریویو کیا ہے شیخ سعدی کی کوئی سوانح عمری اس سے بہتر اسوقت موجود نہیں قیمت (عہ/)

الفاروق

ضخیم اور مشہور و معروف کتاب مولنا شبلی کی برسوں کی جانکاہی کا نتیجہ ہے۔ حضرت عمر فاروق کی مفصل سوانح عمری جس کے مطالعہ ہی سے سچا جوش اور قومی محبت پیدا ہوجاتی ہے نیا ایڈیشن قیمت (عہ)

یادگار غالب

مولنا حالی کی تصنیف جس میں انہوں نے حیات سعدی کی طرح اول میرزا غالب مرحوم کے واقعات زندگی تحریر کئے ہیں۔ پھر میرزا غالب کی اردو اور فارسی نظم و نثر کا انتخاب شامل کیا ہے۔ اور ہر ایک صنف کلام پر نہایت خوبی سے ریویو کیا ہے میرزا کی تصویر بھی اس کے ساتھ شامل ہے طبع دوم قیمت صرف (عہ)

دعوت اسلام یعنے ترجمہ پریچنگ اوف اسلام مصنفہ ٹی
ڈبلیو آرنلڈ۔ مترجمہ منشی محمد عنایت اللہ بی۔ اے۔ تمام ان کتابوں میں جو
فی زمانتا تاریخ اسلام پر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب سب سے
زیادہ قابل قدر ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔
خاتمہ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت کے اسباب
کیا تھے اور پھر اسلامی اعتقادات کی سادگی اور صفائی اسلام کی
روشن خیالی و پابندی اعمال پر بحث کی گئی ہے انگریزی میں یہ کتاب
اب میسر نہیں۔ صرف اردو میں موجود ہے بقیمت (ستے) مل سکتی ہے۔

علم الکلام حصہ اول مرتبہ مولنا شبلی نعمانی۔ جسمیں علم کلام کی ابتدا
اور اس کے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی
اور تغیرات کی نہایت تفصیل تاریخ اور علم الکلام کے تمام شعبوں کی
تقریظ و تنقید ہے قیمت ؏

سفرنامہ سید سید احمد خاں نے ۱۸۸۴ء کے آغاز میں
مدرسۃ العلوم کی امداد کے لیئے پنجاب کا جو
سفر کیا تھا اس کے حالات جمع کیئے گئے ہیں اور بہت سے لکچر اور
تقریریں بھی شامل ہیں قیمت بغرض (عہ)

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ایک فرانسیسی عالم ڈاکٹر برنیر نے شاہجہاں
اور اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ہندوستان
کا سفر کر کے یہ سفرنامہ فرانسیسی زبان میں لکھا تھا۔ اسکا ترجمہ انگریزی میں
ہوا۔ اور انگریزی سے اردو میں خلیفہ سید محمد حسین صاحب۔ سی۔ آئی۔
مرحوم نے معہ بہت سے مفید حاشیوں کے ترجمہ کیا۔ دو جلد ہیں قیمت (ے)

مسدس حالی یعنی مولنا حالی کی نہایت مشہور اور مقبول نظم جس میں انہوں نے مسلمانوں کی گذشتہ ترقیوں اور موجودہ تنزل کو نہایت فصاحت اور بلاغت سے بیان کیا ہے طبع جدید معہ ضمیمہ دفتر ہنگ قیمت (۸ر)

نظم حالی اس میں مولنا حالی کی چودہ سبنے نظیر نظمیں شامل ہیں۔ قیمت ۸ر

مناجات بیوہ مولنا حالی کا مشہور قطعہ بند ہے۔ نہایت دردناک اور موثر پیرایہ ہے۔ قیمت ۲ر

کنیز فاطمہ مصنفہ قاضی عزیزالدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر اس کی نسبت یہی کہنا کافی ہے کہ بوجہ اپنے خوبی کے سول سروس کلاس کا اردو کورس مقرر ہوا ہے۔ نہایت اخلاقی ناول ہے قیمت (عہ)

رسوم دہلی (متعلقہ مسلمانان) از تالیفات مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ) اس کتاب کی خوبی کے لیے اسکے مولف کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ فرہنگ آصفیہ کے مرتب کرنے سے مولوی سید احمد صاحب نے جو احسان اردو زبان پر کیا ہے اسکی کافی داد نہیں دیجاسکتی۔ مولوی صاحب کی معلومات رسوم قدیمہ کے متعلق حیرت انگیز ہیں۔ اِس کتاب میں مولوی صاحب نے بچہ کی پیدائش کی معلومات سے لیکر شادی اور میت کی تمام رسومات نہایت شرح اور بسط سے لکھی ہیں زبان عورتوں کی لکھی ہے۔ جو اسقدر پیاری اور دلچسپ ہے کہ کتاب چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور بے اختیار واہ منہ سے نکلتی ہے مستورات کیلیے

یہ کتاب زیادہ باعث دلچسپی ہے اور اسکا مطالعہ ان کے لیے زیادہ مفید ہے اور بامطلب ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک۔

رباعیات اکبر

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج کے کلام نے جو شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے محتاج توصیف نہیں۔ مخزن پریس دہلی نے حال میں ان کی تمام اخلاقی رباعیات کا مجموعہ نہایت خوش قلم اور خوشنما چھاپکر شایع کیا ہے۔ ہر صفحہ پر ایک رباعی نہایت اہتمام سے لکھی گئی ہے۔ اور بہت احتیاط اور صفائی سے چھپی ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قیمت صرف ۱۲ر علاوہ محصولڈاک ہے

منازل السائرہ

یعنے جناب مولوی عبدالراشد صاحب الخیری دہلوی کی مقبول کتاب جس کا پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گیا تھا اور جس کی دوبارہ اشاعت کے متواتر تقاضے آتے رہے۔ اب مخزن پریس میں نہایت خوبی کے ساتھ دوبارہ چھپی ہے۔ اس کتاب میں سائرہ کی زندگی کی مختلف منازل کے حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی مشہور طرز تحریر کا یہ ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اخبارات نے نہایت اچھے ریویو لکھے ہیں۔ مستورات ہی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اور اسکا مطالعہ خصوصاً ان کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔ قیمت (عہ) علاوہ محصولڈاک۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی سب چیزیں اعلیٰ درجہ کی ہے۔

مثنویات میر حسن

میر حسن کی مثنوی بےنظیر بدر منیر کا جو پایہ اردو زبان میں ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں

اور یہ بے بہا چیز جس طرح غلط سلط بڑی جلی چھپکر بازار میں ملتی ہے۔ وہ اس قابل نہ تھی کہ باذوق اصحاب کی الماریوں کے لیئے باعث زینت ہو۔ اس لیئے ضروری تھا کہ سلیس اردو کے اس استاد کامل کی کتاب اچھے لباس اور صحت کے ساتھ چھپی ہوئی شائقین کے روبرو جلوہ گر ہو۔ چنانچہ یہ کوشش بارآور ہوئی۔ اور بہت تلاش سے میرحسن کی دوسری غیر مطبوعہ مثنوی گلزار ارم بھی ایک مستند قلمی نسخے سے نقل کر کے شامل کر دی ہے۔ اور ایک نہایت فاضلانہ اور بسیط دیباچہ جناب مولوی سید اشرف حسین صاحب بی۔ اے۔ نے لکھکر اس مثنوی بے نظیر کی داد دی ہے۔ اور اسکی خوبیاں اور دیگر لطیف نکات جو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہایت خوبی اور قابلیت سے بیان کیئے ہیں۔ قیمت (عہ) علاوہ محصول ڈاک۔

سیر تبت یعنی ریورنڈ احمد شاہ صاحب کی مشہور و معروف کتاب "فور ایرس ان تبت" جس کا ترجمہ منشی انیس احمد صاحب سابق طالب علم علیگڈھ کالج اردو زبان میں نہایت سلاست اور خوبی سے کیا ہے۔ اور آخر میں تبت میں اسلام کے نہایت تفصیلی حالات خود قلمبند کر کے شامل کر دیئے ہیں۔ تبت کے پراسرار حالات ہر سیاح کی تحقیق اور جستجو سے بقدر بالا رہے ہیں کہ ابتک بہت کم کسی کو کامیابی ہوئی ہے۔ اور بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ کوئی اجنبی شخص وہاں پہونچ ہی نہیں سکتا لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے تبت کا نقشہ اور وہاں کے دلچسپ رسم و رواج اور مذہبی اعتقادات اور وہاں کے لوگوں کی بود و باش اور معاشرت کے مفصل حالات منکشف ہوجاتے ہیں۔ وہ وہ باتیں اس کتاب سے معلوم ہوتی ہیں جو آجتک کہیں دیکھیں نہ سنیں۔

اصل کتاب کچھ عرصہ ہوا یورپ و امریکہ میں شائع ہوکر نہایت پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاچکی ہے۔ اور اب ہمنے اپنے ناظرین کی دلچسپی اور وسعت معلومات کے لیئے اردو میں شائع کیا ہے۔ قیمت بھی کچھ نہیں صرف ۱۰ر ناظرین جلد طلب فرمائیں +

منیجر مخزن

انشاء ہادی النساء۔ خاص بیگمات دہلی کی زبان میں نہایت شوق انگیز طرز سے لکھی گئی ہے۔ دو دفعہ طبع ہوئی ہے قیمت فی جلد ۹ر منیجر دفتر فرہنگ آصفیہ دہلی کوچہ پنڈت سے طلب کرو۔

عصمت

جلد ۳
نمبر ۴

یعنی
شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے

اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

اُردو میں

پاکیزہ خیالات علمی اور ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور

ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے

طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات اور مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

ایڈیٹر رسالہ شیخ محمد اکرام
جائنٹ ایڈیٹر مسز محمد اکرام

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک (۳ روپے) فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ عصمت اکتوبر ۱۹۰۹ء


بڑھاپا

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]



عصمت

شوہر کیونکر بگڑتے ہیں

انگلستان کے ایک زنانہ رسالہ میں مسز نیش نامی ایک مضمون نگار نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک دلچسپ آرٹیکل لکھا ہے جسکا خلاصہ اردو میں کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ بہت سی رسمیں اور عادتیں انگلستان میں ایسی ہونگی جو ہمارے ملک میں موجود نہیں۔ تاہم انسان کی فطرت ہر جگہ ایک ہی ہے اور بیوی میاں کے تعلقات کو ناگواری سے بچانے اور خوش آئند بنانے کے لئے دونوں جگہ ایک ہی سی تدبیریں کام آتی ہیں۔ مسز نیش لکھتی ہیں :-

شادی کیا ہے؟ ایک لاٹری ہے جس میں سب سے بڑی جوکھوں عورت کو اٹھانی پڑتی ہے۔ اسکو نہ صرف یہ خطرہ درپیش رہتا ہے کہ شوہر جو مہربان ہے کل کہیں بدل نہ جائے بلکہ اُسے یہ بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اپنی خوشی کو پائدار بنانے کے لئے وہ اپنی ابتدائی خوبیوں کو بھی قائم رکھے۔ مرد کے لئے بسا اوقات شادی صرف یہ معنی رکھتی ہے کہ اس کی زندگی کی مصروفیتوں میں ایک چیز اور بڑھ گئی مگر عورت اکثر ساری کی ساری زندگی شادی کے بعد شوہر کی نذر کرتی ہے۔ ایک

مثال سے میں عورت اور مرد کے باہمی رشتے کا فرق ظاہر کرنا چاہتی ہوں میری ملنے والیوں میں ایک بی بی ہیں جو بہت پڑھی لکھی اور صاحبِ تصنیف ہیں مگر ان کا شوہر ایک معمولی لیاقت کا آدمی ہی جو کسی حیثیت میں کامیاب نہیں۔ گو وُہ بیچارہ کسی طرح وقت کو ضایع نہیں کرتا تاہم محدود لیاقت سے مجبور ہی اس پر بھی بیوی کا یہ حال ہی کہ اپنی لیاقت کبھی نہیں جتاتی اور زندگی کے ہر کام میں ہر وقت اُسے شریک کرتی ہی۔ اپنے کام کا جب ذکر کرتی ہی تو کہتی ہی "ہمارا کام" آمدنی کی بات ہو تو باوجود اس کے کہ ساری آمدنی تقریبًا اس کی اپنی ہی کہتی ہی "ہماری آمدنی" اپنی موٹر گاڑی کو "ہماری موٹر گاڑی" اور اپنے خرید کئے ہُوئے گھر کو "ہمارا گھر" بولتی ہی۔ یہانتک کہ اُسکی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہی جیسے اِحسان کرنے والا شوہر ہی اور وُہ اسکی احسانمند اور شُکر گذار بیوی۔ اب بتایئے کہ دُنیا میں کوئی نامور اور کامیاب شوہر بھی ایسا ہی جو اس طرح اپنی ناموری میں معمولی لیاقت کی بیوی کو شریک کرے اور یہ تسلیم کرے کہ آمدنی دونوں کی مشترکہ محنت کا نتیجہ ہی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ یہ بی بی جس کا میں نے ذکر کیا ہیں اپنے خاوند کو بگاڑ تو نہیں رہی ہیں۔ زور سے کہتی ہُوں کہ نہیں' یہ بگاڑنا نہیں بلکہ سنوارنا ہی بشرطیکہ شوہر بالکل ہی گیا گذرا نہ ہو اور انصاف کی تو یہ ہی کہ بالکل گئے گذروں سے ہمیں بحث نہیں۔ کیونکہ جو پہلے ہی بگڑے ہُوئے ہیں انکو کوئی کیا بگاڑے گا۔ میرا مطلب یہ ہی کہ جس شوہر میں کچھ بھی قابلیت اور کچھ بھی نیکی ہی وُہ ایسے اچھے سلوک سے زیادہ قابل اور زیادہ نیک ہوجائیگا۔ محبت کبھی بگاڑتی نہیں بلکہ دُنیا میں سب سے بڑی اور حقیقی قوت اِصلاح کی ہی۔

اگر کوئی بیوی اپنے میاں کی نیکی یا دانائی یا ہمدردی کی تعریف میں کسی قدر مُبالغہ کرتی ہو اور اصل سے بڑھا کر دکھاتی ہو تو وہ رفتہ رفتہ اُسے اس درجہ پر لا رہی ہو کہ وہ اپنی تمام عُمدہ صفات کو ترقی دے اور حقیقت میں نیک اور لائق اور ہمدرد بننے کی کوشش کرے۔ اوسط درجہ کا اچھا شوہر حُسن سلوک سے بہت اچھا ہو سکتا ہو اور بے پروائی سے بگڑ سکتا ہو۔ بعض بیویاں یہ سمجھتی ہیں کہ شوہر کی زیادہ خاطر کرنا اسکی چھوٹی سے چھوٹی ضروریات کا خیال رکھنا اس کی مرضی پر چلنا اور اپنی خواہشوں کو اُس کی خواہشوں کے تابع کرنا اُس کو بگاڑ دیتا ہو۔ مگر میں پوچھتی ہوں کہ ہم اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کے لئے جو طریقہ کام میں لاتی ہیں اور جس طرح انہیں بگڑنے سے بچاتی ہیں کیوں وہی طریقہ شوہروں کو بگڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ اگر ہمارے پاس انمول موتیوں کی ایک لڑی ہو تو ہم اُس کی حفاظت کیونکر کرتے ہیں؟ ان کو مناسب روشنی میں رکھتے ہیں اور ہر طرح کی ٹھیس سے انہیں بچاتے ہیں۔ پھولوں کو ہم احتیاط سے پانی دیتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ سردی و گرمی سے انہیں بچائیں۔ اپنی پیاری کتابوں کو سجا سجا کر شیشے کی الماریوں میں لگاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ گرد و غبار سے وہ بچی رہیں۔ مگر تعجب ہو کہ شوہر کو بسا اوقات ہم بُرا بھلا کہ کر جا و بیجا شکوہ کر کے اور بڑبڑانے اور منہ پھلانے سے بگاڑ دیتے ہیں۔ ہر وقت اُس کے کاموں میں نقص نکالنے یا اپنی ناراضگی ظاہر کرنے سے زیادہ مؤثر ذریعہ اُس کے بگاڑنے کا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں جاننا چاہئیے کہ تخم محبت کے جمنے کے لئے مہر و وفا کی آبیاری درکار ہو۔ اور اس کے پودے کو غم و غُصہ آندھی

کی طرح اکھیڑ دیتے ہیں اور روٹھ روٹھ بیٹھنا اور آنسو بہانا اس کے لئے ایک مہلک پالا ہے۔ شاید کوئی بی بی یہ پوچھے کہ یہ سب ہدائتیں بیچاری عورت کے لئے کیوں دی جا رہی ہیں اور اسی پر کیوں تاکید ہے کہ وہی صبر اور تحمل اور شیریں زبانی کی مشق کرتی رہے۔ اس کا جواب آسان ہے۔ میں اس وقت شوہروں کے بگڑنے کا ذکر کر رہی ہوں اگر مضمون کا عنوان یہ ہوتا کہ بیویاں کیونکر بگڑتی ہیں تو شاید میں اس سے بھی زیادہ ہدایات شوہروں کے لئے لکھتی۔ اس مضمون کا مدعا فقط اسی قدر ہے کہ بیاہی ہوئی عورتوں کو یہ بتایا جائے کہ وہ کسی طرح ناخوشی سے بچیں اور خوشی کی زندگی بسر کریں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اپنی زینت سے غافل نہ ہوں بظاہر یہ غفلت ایک خفیف سی بات معلوم ہوتی ہے مگر شوہر کو بگاڑنے اور بددل کرنے کا ایک آسان نسخہ ہے۔ مرد گو ظاہر میں بہت باریک بین نہ بھی ہو۔ اس غفلت کو ضرور تاڑ لیتا ہے۔ مرد کی فطرت میں یہ داخل ہے کہ نقص پر زیادہ نظر کرے اور خوبی کی تعریف کم کرے۔ اسواسطے ہمیں لازم ہے کہ ان کو کوئی موقعہ بجا شکایت کا نہ دیں۔

کئی اور چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کا خیال نہ کرنے سے کبھی کبھی اچھے بھلے شوہر بگڑ جاتے ہیں۔ مثلاً بعض عورتیں بچوں کو بےموقع پیار کرنے سے نقصان اٹھاتی ہیں اور اس وقت ان کی طرف زیادہ توجہ کرتی ہیں جب شوہر کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچوں سے ماں جس قدر پیار رکھے کم ہے۔ مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ فرض کرو شام کو بچوں کا باپ تھکا ماندہ گھر میں آئے تو اس وقت اس کی خبرگیری اور مدارات بچوں کی خبرگیری سے

مقدم ہوتی ہو۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کی طرف پورا متوجہ ہو جانا اس کی محبت کو بڑھانے اور اس کے دل پر قبضہ رکھنے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ عورتیں اپنے خاوندوں کی بیجا خوشامد کرتی رہیں یا غلامانہ اطاعت کریں بلکہ اپنی جائز آزادی کو قائم رکھ کر وہ سلوک کریں جو سچی محبت انہیں سکھائے۔ لڑائی جھگڑے سے گریز کریں اور سرومہری اور نکتہ چینی کی بجائے نرمی اور شیرینی سے کام لیں۔ کیونکہ وہ تمام نیکی اور دانائی جس سے شوہروں کے نہ بگاڑنے کی ترکیبیں پیدا ہوتی ہیں۔ لفظ محبت کے مفہوم میں شامل ہو +

راقمہ بیاہی ہوئی بہنوں کی ایک ہواخواہ

شریف بی بی

بنت محبوب عالم صاحبہ و منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کی ایڈیٹری و نگرانی میں ۴۰ صفحہ کا ماہواری رسالہ جولائی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ رسالہ ہر اعتبار سے مفید ثابت ہو اور خواتین اس کا شوق سے مطالعہ کریں۔ سرورق سنہری بیل سے مزین ہے اور مضمون کے لحاظ سے جابجا لیتھو کی تصویریں بھی ہیں۔ ہم ایڈیٹر صاحبہ کو اس کوشش پر مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ انکی یہ محنت ملک و قوم میں وقعت کی نظر سے دیکھی جائیگی۔ قیمت سالانہ عہ

پیسہ اخبار۔ لاہور

سہیلیوں کے اوصاف

مجھے پچھلے دنوں حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی ایک کتاب کے اردو ترجمہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ قابل مصنف نے اس کتاب میں ایک باب دوستی و محبت کے عنوان سے بھی تحریر کیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہی کہ ہم سب کو آپس میں سہیلی بننے کا بہت شوق رہتا ہی۔ لیکن سہیلیاں بناتے وقت متعدد بہنوں کے سوا شاید کسی کو یہ خیال تک بھی نہ آتا ہوگا۔ کہ کن اوصاف کی سہیلی ہونی چاہئے اس اہم اور ضروری بات کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے اکثر سہیلیوں کی محبت بہت دیر تک قائم نہیں رہتی۔ بلکہ بسا اوقات یہ اُلفت نفرت سے تبدیل ہوجاتی ہی۔ اس لئے اس کے متعلق اُن ہدایتوں کو جو حضرت امام غزالیؒ نے اپنے قابل قدر مضمون میں مردوں کے متعلق لکھی ہیں۔ میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اپنی بہنوں کے لئے مخصوص کرکے ذیل میں نقل کرتی ہوں۔

امام صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ

۱۔ اس عالم میں بہ عیش و خوشی زندگی بسر کرنے کے لئے بہناپا فرض ہی۔ یہ وہ جوش محبت ہی جو قدرت سے صرف انسان ہی میں نہیں۔ بلکہ حیوانات مطلق میں بھی کسی قدر پایا جاتا ہی۔ اور اگر کسی عورت کی کوئی سہیلی نہ ہو۔ اور نہ اُس میں سہیلی بنانے کی صلاحیت ہو۔ تو بہتر ہی۔ کہ وہ دُنیا سے سفر کر جائے"۔

۲- ایسی عورت کو سہیلی بنانا چاہئیے۔ جو سہیلی کے راز کو پوشیدہ رکھے اور اُس کے عیب کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ بلکہ اس کی بُرائیوں کو نہ کر رکھے۔ اُس کی خوبیوں کو روشن کرے مصیبتوں میں اُس کا ساتھ دے۔

پھر امام صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تمام حکما اس قول پر متفق ہیں کہ :-

۳- "ہوا خواہ بہت سے بنا۔ مگر سہیلیاں بہت کم۔ سب کے ساتھ اچھی طرح مل۔ مگر صالح کا ہزار میں سے ایک کو اپنا بنا"

پھر فرمایا ہے :-

۴- "بہنا پا تھوڑی عورتوں سے کر۔ اور کسی کو دشمن نہ بنا۔ کیونکہ بہناپے کا نبھانا مشکل ہے۔ سہیلیوں کی تعداد کے ساتھ ہماری مشکلیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اور دشمن سے اپنے تئیں محفوظ رکھنے میں ہمیشہ دقت ہوتی ہے۔ بگڑی ہوئی سہیلی سے زیادہ خطرناک کوئی دشمن نہیں۔ وہ ہمارے عیوب اور بھیدوں سے واقف ہوتی ہے۔ اور ہزاروں ایسی مضرتیں پہنچا سکتی ہے۔ جو ناواقف دشمن کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں"۔

پھر فرمایا ہے :-

۵- "ایسی دو عورتیں کبھی سہیلیاں نہیں بن سکتیں جن میں سے ایک اپنے آپ کو دوسری سے اعلیٰ سمجھے یا جو صاف باطن اور ثابت قدم نہو۔ بہت کم انسان ایسے ہیں۔ جو دوستی و محبت میں اپنے رتبے اور وجاہت کا خیال نہ رکھیں اور یہی سبب ہے کہ مختلف درجے کے انسانوں میں دوستی و محبت کا ہونا شاذ و نادر ہے۔"

مالک بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ

۶۔ "دس عورتوں میں دو کا اتفاق جبھی ہوگا۔ کہ ایک میں دُوسری کا کوئی وصف پایا جائے۔ اُن کی مثال پرندوں کی سی ہو۔ کہ جس طرح اُڑنے میں دو قسم کے پرند کبھی متفق نہیں ہوتے۔ اور بدونِ مناسبت اُنکی پرواز ایک ساتھ نہیں ہوتی جیساکہ مشہور ہو۔ کہ

کُند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبُوتر با کبُوتر باز با باز

ایک روز کوّے کو کبُوتر کے ساتھ اُڑتے دیکھکر مجھے تعجب ہوا۔ کہ باوجود مختلف شکلوں اور قسموں کے یہ کس طرح ہم پرواز ہوئے۔ لیکن جب بغور دیکھا۔ تو دونوں لنگڑے تھے"۔

۷۔ "دو سہیلیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہو۔ کہ ایک دُوسرے کو دھوتا ہو"۔

۸۔ "سچی سہیلی سے بڑھکر دُنیا میں کوئی دولت نہیں۔ وُہ رنج اور خوشی میں ہماری یکساں ہمدردی کرتی ہو"۔

۹۔ "وُہ عورت نہایت نادان بلکہ خائن ہو۔ کہ جو اپنی سہیلی کے بھیدوں کی تشہیر کرتی پھرے"۔

۱۰۔ وفا شعار اور راستباز سہیلیاں تلاش کرکے اُنکی حمایت میں زندگی بسر کرو۔ کیُونکہ وُہ عیش کے وقت زینت ہیں۔ اور مُصیبت کے وقت سامانِ

۱۱۔ "چار قسم کی عورتوں سے بہنا پا کرنا نہایت خطرناک ہو۔

(۱) دروغ گو عورت۔ کہ اُس سے تمہیں دھوکا ہوگا۔ اُس کا حال مثل سراب کے

ہے۔ بعید کو قریب اور قریب کو تم سے بعید کرے گی۔

(۲) **احمق عورت** - کہ اس سے تمہیں کچھ وصول نہ ہوگا۔ وہ تم کو نفع پہنچانا چاہیگی۔ لیکن اپنی بیوقوفی سے ضرر پہنچائیگی۔

(۳) **بخیل عورت** - کہ جب تم کو اس کی حد سے زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت وہ تم سے محبت توڑکر کنارہ کر جائیگی۔

(۴) **بزدل عورت** - کہ مصیبت کے وقت تمہیں چھوڑکر آپ رفوچکر ہو جائیگی

۱۲- نادان عورت اگر خوش خلق ہو۔ تو اس سے اتحاد پیدا کرنا ایسی عورت کے مقابلہ میں جو قاری ہو مگر بد خلق - بہتر ہے"۔

۱۳- بُرے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہے - اور تنہائی سے نیکبخت ہمنشین اچھا ہے"۔

راقمہ س - ف از پھلور

مفید الاطفال الموسوم بہ گفتار خوبتر خواجہ سید نجم الدین احمد صاحب نے اپنی صاحبزادی کی ابتدائی تعلیم کے واسطے یہ شومند کتاب لکھی ہے جس میں حروف سے لیکر الفاظ و محاورات تک نہایت خوبی سے قلمبند کئے ہیں - چھوٹے چھوٹے سبق جن میں زبان کا خصوصیت سے لحاظ رکھا ہے بچوں کے واسطے بہت مفید ہیں - چونکہ یہ کتاب لڑکے اور لڑکیوں کے واسطے یکساں مفید ہے اُمید ہے کہ خواجہ صاحب کی تصنیف مقبول ہوگی - **قیمت ۳ر**

ملنے کا پتہ :- بلیہ گھٹہ مین روڈ کلکتہ - خواجہ سید نجم الدین احمد صاحب

محنت

اللہ میاں نے تمام چیزیں آدمی کے آرام کے لیے پیدا کی ہیں مگر کوئی چیز ایسی نہیں ہی جو بغیر محنت کے حاصل ہو سکے۔ جب تک اناج بویا نہ جائے کون اسکے کاٹنے کی اُمید کر سکتا ہی۔ جب تک سونا چاندی کانوں میں سے کھود کے نکالا نہ جائے کوئی انکو استعمال نہیں کر سکتا۔ اور جب تک روئی یا اون یا ریشم وغیرہ کو صاف نہ کیا جائے اور بُنا نہ جائے کوئی اُن کے پہننے کی توقع نہیں کر سکتا۔ کاہل آدمی کا آرام سے زندگی بسر کرنا بہت دشوار بلکہ ناممکن ہی۔ مُنہ کا نوالہ آسانی کے معنوں میں بولا جاتا ہی مگر سچ پُوچھو تو یہ بھی بہت مشکل سے ملتا ہی۔ محنت کی ایک زندہ مثال ہمارے سامنے موجود ہی۔ ہماری سرکار کو دیکھئے کس محنت اور جانفشانی سے ہندوستان کی سلطنت کو حاصل کیا ہی۔ پہلے پہل انگریز لوگ ہندوستان کی شہرت سُنکر یہاں محض تجارت کرنے آئے تھے مگر اپنی لگاتار محنت سے اُنکو خدا نے یہ دن دکھایا کہ وہ تمام ہند کے شہنشاہ بن گئے اور مسلمانوں نے کاہلی کی بدولت یہ دن دیکھا کہ روٹیوں کو محتاج ہو گئے۔ انکو اس بات کی پرواہی نہیں کہ دُنیا کی نامور قوموں میں سے کہلائیں۔ آخر پہلے بھی تو مُسلمان تھے۔ وہ کس قدر عروج پر تھے۔ صرف اس کی وجہ یہ ہی کہ ہم محنت سے نفرت اور کاہلی سے رغبت رکھتے ہیں۔ خیر اس گفتگو کا اس وقت موقع نہیں۔ میں اپنے اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتی ہوں اور مجھ کو محنت کے فوائد کے بارے میں

ایک قصہ یاد آگیا جو لکھنے کے لائق ہے:-

جس زمانے میں امریکہ میں سونے کی کانیں دریافت کرنے کی کوشش ہوتی تھی اور کامیابی بھی ظہور میں آنے لگی تھی۔ اس زمانے میں انگلستان میں ایک شخص کو اس بات کی دُھن لگی کہ میں بھی امریکہ جاکے سونے کی کانیں دریافت کرتے میں قسمت آزمائی کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے بڑے بھائی سے جو نہایت ہی محنتی شخص تھا۔ اس بارے میں کہا کہ بھائی کیا ہی اچھا ہو جو میں اور آپ سونےکی تلاش میں امریکہ جائیں اور خدا کے فضل سے اپنے ارادے میں کامیابی حاصل کریں۔ بڑے بھائی نے جواب دیا کہ میں نہیں جاسکتا بلکہ تم کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اس خیال سے باز آؤ اور اس مثل پر کاربند رہو کہ "محنت سونے سے بہتر ہے"۔ چھوٹا بھائی یہ سنکر ہنسا اور کہنے لگا یک نہ شد دو شد۔ بجائے اسکے کہ آپ میرے ساتھ چلیں اُلٹا مجھے ہی روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاید آپ نے جوئندہ یابندہ کی مشہور مثل نہیں سُنی۔ آپ ضرور میرے ہمراہ چلیں۔ اول اول تو بڑا بھائی انکار کرتا رہا لیکن جب چھوٹے بھائی نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے مجبوراً جواب دیا۔ "اچھا چلو"۔ آخرش چھوٹا بھائی تو کان کھودنے والے مزدوروں کی تلاش میں گیا اور بڑے بھائی نے کچھ مویشی۔ تھوڑی سی اناج کی بوریاں اور دو تین آدمی اپنے ہمراہ لئے۔ جب چھوٹا بھائی مزدور لے آیا اور بڑے بھائی کی کارگذاری کو دیکھا تو بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ آپ نے اناج وغیرہ اپنے ہمراہ کیوں لیا ہے؟ آپ سونے کی کانیں دریافت کرنے چل رہے ہیں یا وہاں جاکر زراعت کرنیکا ارادہ ہے۔ بڑے بھائی نے نہایت ہی بے پروائی سے جواب دیا۔ "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ خواہ میں وہاں جاکر ہل چلاؤں یا بیل چراؤں چلتا تمھارے ساتھ ہوں۔ الغرض وہ

دونوں جہاز پر سوار ہوئے۔ خدا کے فضل سے ہوا موافق تھی۔ جہاز تھوڑے ہی عرصے میں منزلِ مقصود پر جا پہنچا۔ اب چھوٹا بھائی تو مزدور لے کر سونے کی کان دریافت کرنے کے واسطے جانیکو تیار ہوا مگر جب اُس نے بڑے بھائی سے اپنی ہمراہی کے واسطے کہا تو جواب ملا کہ تم کان دریافت کرنے جاؤ میں یہیں رہونگا۔ جب تم دریافت کر کے واپس آؤ گے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلا چلونگا۔ یہ جواب سنکر چھوٹا بھائی تو سونے کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور بڑے بھائی نے کچھ زمین لیکر وہاں ہل چلوا کے اناج ڈالدیا۔ خوبی قسمت سے بارش وقت پر ہوئی اور فصل اچھی ہوئی۔ اب چھوٹے بھائی کا حال سُنیئے وُہ بیچارا تکلیفیں اُٹھاتا ایک ایسی جگہ جا پہنچا۔ جہاں اُسکو بہت سا سونا مل گیا مگر کھانا ذخیرہ ہو چکا تھا تمام مزدور وغیرہ بھوک سے بیتاب ہوئے۔ اس سے شکایت کرنے لگے تو بڑی پریشانی ہوئی۔ ناچار بڑے بھائی کے پاس آیا۔ بڑے بھائی نے جواب دیا میں ایسے وقت میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اپنے دام خرچ کرو اور کھاؤ۔ یہ سنکر چھوٹا بھائی بہت پریشان ہوا اور آخر اسکو سونا دیکر اناج لینا پڑا۔ تھوڑے دنوں میں سونا سب ختم ہو گیا۔ بڑا بھائی ہنسا اور کہنے لگا۔ پھر میں تمہارے ساتھ کیا ہمدردی کر سکتا ہوں اب جہاں سینگ سمائیں چلے جایئے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے ایسا روکھا جواب پایا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مایوس ہو کر چلنے لگا۔ مگر جب بڑے بھائی کو صبر نہ آیا تو چھوٹے سے کہا۔ لو اپنا سونا لو اور یہاں ٹھہرو میری فصل کے پکنے میں تھوڑا عرصہ ہے اسکے تیار ہونے پر گھر چلینگے۔

میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا محنت سونے سے بہتر ہے۔ تم نے نہ مانا۔ جس کا نتیجہ تمہارے سامنے آگیا۔ اگر اس وقت میں بھی تمہارے ساتھ چلا چلتا تو بتاؤ کیا ہو

تمہاری وجہ سے سب کو تکلیف ہوتی اور وطن میں جاکر خفت اُٹھانی پڑتی وہ الگ تو بھائی آئندہ سے اس بات کا خیال رکھنا کہ بغیر محنت کے کسی چیز کا حاصل کرنا خیالِ خام ہو۔ میں نے مانا کہ سونا مائش کرنا بھی محنت سے خالی نہیں مگر اس محنت میں پھر بھی کچھ آرام طلبی کا خیال شامل ہو جب چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے نصیحت سُنی تو اپنے کئے پر نادم ہوا اور اس دن سے عہد کیا کہ لالچ سے پرہیز کرونگا اور سچی محنت سے اپنے ہر ایک کام کو انجام دیا کرونگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے دنوں میں خاصا امیر آدمی ہو گیا اور اپنے بال بچوں کو بھی یہی سبق دیتا رہا کہ محنت سونے سے بہتر ہو۔ اب ہم کو اس کہانی سے سبق لینا چاہیئے کہ محنت سونے سے بہتر ہو اور اگر ہم لوگوں کا اس پر عمل ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی دنیا کے باوقار آدمیوں میں سے ہو جائینگے۔ ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ جس طرح ہمارے خاوند بھائی اور والد محنت سے روپیہ کماتے ہیں خدا ہم کو اس بات کی توفیق دے کہ ہم بھی گھر کے انتظام میں اپنی جان ماریں تاکہ اُن کی دل شکنی نہ ہو اور ہماری محنت سے انکو اور خود ہم کو نفع پہنچے۔ ہم کو گھر کے کاموں میں بڑی محنت اور سرگرمی کرنی چاہیئے۔ اسی سے خانہ داری کا انتظام اچھی طرح ہو سکتا ہو۔ اب میں اپنے مضمون کو اس ضرب المثل پر ختم کرتی ہوں کہ ”محنت سونے سے بہتر ہو“۔

سونے سے مراد پڑا رہنا نہیں۔ محنت تو اس سونے سے بہتر ہے جس کا گہنا بنتا ہو ؞

راقمہ صغیرہ خاتون چشتی دہلوی

آہ! وُہ محبّت بھری نظریں کہاں ہیں؟

خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جو ساس اور خسر کی زندگی کو نہایت میٹھا اور پھلدار درخت سمجھتی ہیں جسکے سائے کے نیچے ہم خوشی و آرام سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ سعادتمند ہیں وہ بہنیں جو اپنی ساس کی خدمت کرتی ہیں اور انکی زندگی سے اپنی زندگی پرلطف بسر کرتی ہیں۔ میری آرزو تھی کہ میری محترم خوشدامن صاحبہ میرے سر پر موجود ہوں اور میں انکے زیرِ سایہ ہوں۔ مگر میری خوشدامن صاحبہ نے دُنیائے ناپائدار سے جسوقت کوچ کیا تو میرے سرتاج چار برس کے تھے۔ لیکن ہمارے بزرگوار جناب قبلہ وکعبہ صاحب نے دُوسری شادی نہ کی۔ اسوجہ سے کہ اگر کوئی بدمزاج یا بُری عورت ہوئی تو بچوں کی زندگی برباد ہو جائیگی اور گو سب نے مجبور کیا مگر جناب قبلہ وکعبہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اپنی اولاد کی تعلیم کو فرضِ منصبی سمجھا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ آج سب اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر جب میں خیال کرتی ہوں کہ میری خوشدامن صاحبہ مرحومہ کا سایہ میرے سر پر نہیں تو دل کو نہایت بیقراری ہوتی ہے۔ اگر آج خوشدامن صاحبہ مرحومہ دُنیا میں سلامت ہوتیں تو ہماری زندگی کیسی اچھی بسر ہوتی۔ میری تقدیر میں اتنا بھی نہ تھا کہ میں زیارت حاصل کرتی خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جنکے سروں پر یہ نعمت موجود ہے انکو کسی بات کی فکر نہیں۔ بزرگ سر پر سلامت ہیں تو گھر کی رونق ہی کچھ اور ہو جاتی ہے۔ ساس اگر بدمزاج بھی ہو اور ایسے بھی بہو سے پیش آئے تو بھی بہو کو ہمیشہ خدمت کرنی چاہیئے اور خوش رکھنا چاہیئے میری تقدیر میں الدمرحوم کا سایہ بھی نہ تھا انکو بھی دُنیائے فانی سے کوچ کئے ۱۵ سال گذر گئے ہماری والدہ معظمہ نے ہماری تعلیم پر توجہ کی خداوند کریم انکا سایہ ہمارے سر پر سلامت رکھے اور جناب قبلہ وکعبہ صاحب برقرار رہیں۔ جسوقت خوشدامن صاحبہ مرحومہ اور والدہ صاحبہ مرحومہ کا خیال آتا ہے تو کلیجہ پکڑ کے رہ جاتی ہوں۔ میری معزز بہنو! یہ الم کہانی تو ختم نہ ہوگی اور مضمون بہت طویل ہو جائیگا اسلئے اپنے قلم کو روکتی ہوں۔

راقمہ مسز زمان مہدی خاں۔

پردہ اور میل جول

جب سے نئی تعلیم اور تہذیب شروع ہوئی ہے۔ پردے کا جھگڑا بھی ساتھ ہی شروع ہوگیا ہے۔ تقریباً ۵۰ فیصدی تعلیم یافتہ یہ پسند کرتے ہیں کہ پردہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہماری عورتیں بالکل اس قابل نہیں کہ وہ کسی سوسائٹی میں اُٹھ بیٹھ سکیں۔ یا اعلیٰ تعلیم اور تجربہ حاصل کرسکیں۔

کسی حد تک ٹھیک تو ہے مگر سرِدست اگر اس پر عمل کیا جائے تو بہت نقصان اٹھانا پڑیگا۔ کیونکہ کسی چیز کو دفعتہً ابتدائی حالت سے انتہا تک پہنچا دینے میں اکثر مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور کم از کم بسا اوقات وہ چیز نامکمل رہ جاتی ہے اور اپنی حالت سے بھی گر جاتی ہے۔ میرا اس بیان کرنے سے یہ مطلب ہے کہ ابھی تو ہماری تعلیم بھی پوری نہیں ہوئی۔ جیسا کہ میں نے اپنے پہلے مضمون میں لکھا تھا کہ سب سے پہلے ہماری تعلیم لازمی ہے۔ اگر ہندوستان میں تعلیم و تہذیب اور علم و ہنر پھیلانے کی ضرورت ہے تو عورتوں کو تعلیم دیجائے۔ جب یہ مکمل ہو تو پھر کسی اور بات کا خیال کیا جائے۔ جب تعلیم مکمل ہوگی تو تمام دھندے حل ہوجاینگے۔ اور بیڑا پار ہوجائیگا لیکن اس وقت ایک رسم جو ہم میں صدیوں سے چلی آئی ہے دنوں اور مہینوں میں کس طرح مٹ سکتی ہے۔ اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے بھی ایک مدت چاہیے۔ اگر یورپ کی مثال لی جائے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ ان میں آباو اجداد سے چلا آرہا ہے۔ ان میں جہاں تک مجھے معلوم ہے کبھی پردہ نہیں ہوا۔

مگر اتنا ضرور ہی کہ شریف عورتیں ان میں بھی باہر بے باکانہ نہیں نکلتیں۔
سردست دقت یہ ہی کہ مردوں اور عورتوں میں اگر ایک ہی قسم کی آزادی ہو جائے تو گھر بار کا کام سنبھالنا بموجب ہمارے طریقوں اور رسموں کے بہت مشکل ہو جائے۔ شروع سے ہی یہ طریقے کچھ اس طرح ترتیب دیئے گئے ہیں کہ اب ان کا آناً فاناً علیحدہ کرنا دشوار ہی۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہی کہ عورتوں کو اپنی بہنوں۔ سہیلیوں سے ملنا جلنا اُن کے گھر جانا اور اُن کو اپنے گھر بلانا ضرور مفید ہی۔ اس سے واقفیت بڑھتی ہی۔ تجربہ بڑھتا ہی۔ اتفاق بڑھتا ہی۔ دنیا میں اتفاق جیسی کوئی چیز نہیں۔ اتفاق سے ہی انسان ہر ایک مشکل کو حل کر سکتا ہے۔
ہماری پنجابی میں بھی ایک مثال ہی کہ اتفاق سے شہر مارا جاتا ہی اور بے اتفاقی سے ایک چنا بھی نہیں پھوڑا جاتا۔
عورتوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ضرور کرنی چاہئے۔
اگر عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ باہمی ملاقات سے فائدہ حاصل کریں تو یہ کوشش کریں کہ اُنکی بات چیت کسی مفید مضمون پر ہو۔ مثلاً تعلیم و تہذیب۔ گھربار کے کاروبار۔ اور سینے پرونے وغیرہ پر۔ ان کی ملاقات محض ایک دوسری کی شکایات کے واسطے نہ ہونی چاہئے۔
اگر ہم یہ کوشش کریں کہ ہماری خاص سوسائٹی ہونی چاہئے جو مہینہ میں ایک بار ہو۔ تو اس کے قائم کرنے کے لئے بڑی احتیاط ضروری ہی۔ یہ پارٹی عام نہیں ہونی چاہئے۔ خاص چند شریف عورتوں کے آپس میں ملنے جلنے کے لئے ہونی چاہئے۔

س میں کچھ شک نہیں کہ جتنی وسیع ملاقات ہو گی اتنا ہی فائدہ ہو گا۔ مگر یہ نہ ہوئی بات ہو گی کہ گھربار بال بچے سب کو چھوڑ کر پارٹیز ہی میں مشغول رہنا ہو گا۔ اور یہ سوال مشکل ہے۔

پردہ کے متعلق میں اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایک بڈھا اندھا ملنے کے لئے آیا۔ اس وقت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے بی بی صاحبہ کو فرمایا کہ اندر ہو جاؤ۔ وہ بولیں کہ یہ تو اندھا ہے۔ اس کو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم کو تو دکھائی دیتا ہے۔ یہ سنکر بی بی صاحبہ فوراً اندر ہو گئیں۔

پیاری بہنو! شریعت میں پردہ کی اس درجہ تک پابندی ہے۔

راقمہ مسز احمد سعید

بچوں کی پرورش

گذشتہ اشاعت سے آگے

۲۴ - اکلوتے بچے کی تعلیم دینے میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔

۲۵ - بچے کے دل سے خود غرضی خود پسندی کے خیالات دُور کرنے میں بھی کوشش درکار ہے۔

۲۶ - بچے کو ظاہرداری سے بچانا چاہیے۔

۲۷ - بچے کو اطاعت فرمانبرداری خوش گفتاری سنجیدگی سکھانی چاہیے۔

۲۸ - بچے کے آگے کبھی ناشائستہ و بدمذاق نہ ہونا چاہیے۔ پند و نصیحت سے کبھی فائدہ نہ ہوگا جب تک مثال بنکر اس کے آگے پیش نہ کریں۔

۲۹ - بچے کو سچے ڈر کا چنداں مضائقہ نہیں جھوٹا ڈر کبھی نہ بٹھانا چاہیے۔

۳۰ - بچے کا کمرہ علیحدہ ہونا چاہیے۔

۳۱ - بچے کی شخصیت کا خیال رکھنا چاہیے اب ڈاکٹرونکو بھی اس کا خیال ہونا چلا ہے۔

۳۲ - قدرت میں یکایک تبدیلی نہ کرنا چاہیے۔

۳۳ - بچے کو سدھارنے سے پہلے یہ خیال کر لینا چاہیے کہ کس بات میں مداخلت کی ضرورت ہے۔

۳۴ - بچے کے مزاج میں آناً فاناً جو تبدیلی ہو جاتی ہے وہ صرف صحت کی تبدیلی کا باعث ہے۔

۳۵ - شوخی زندہ دلی سُستی۔ کاہلی۔ چوری وغیرہ کا نرمی اور حلم سے علاج کرنا چاہیے۔

۳۶ - بچے کی توجہ شروع ہی سے کسی نہ کسی بات میں ضرور مشغول رکھنی چاہیے۔

۳۷ - بچوں کو اس بات کی کبھی تعلیم نہیں دینی چاہیے کہ بڑوں پر حکومت کریں۔ خواہ وہ نوکر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۸ - بچہ خود بخود کوئی نئی چیز یا نئے خیالات ایجاد نہیں کرسکتا۔

۳۹ - بچوں میں قوت متخیلہ بہت نہیں ہوتی ہے۔

۴۰ - قدرت بہت خوبصورت ہوتی ہے جہانتک ہو سکے بچوں کو قدرت سے محبت سکھانی چاہیے خوش قسمت ہے وہ شخص جو قدرت سے لطف اٹھاتا ہے۔

۴۱ - جو شخص قدرت سے محبت رکھتا ہے وہ کبھی حیوان نہیں بن سکتا۔

۴۲ - اگر بچپن ہی سے سیر باہر کرنے کی عادت ہو تو بچہ عمر بھر بیہودہ گوئی سے بچا رہیگا۔

۴۳ - بچے کے ارد گرد تعلیم یافتہ لائق اشخاص ہونے چاہئیں۔

۴۴ - اگر والدین کو توفیق ہو تو بچپن میں بہت سی زبانیں سکھلا سکتے ہیں۔

۴۵ - بچوں کو مختصر اور دلچسپ نصیحت آمیز کہانیاں ضرور سنانی چاہئیں۔

۴۶ - محبت اور انسانی ہمدردی بچوں کو ضرور سکھانی چاہئے۔

۴۷ - بچوں کو پند و نصیحت ہرگز سودمند نہ ہوگی جو کچھ انہیں سکھانا چاہیں خود نمونہ بنکر بتائیں۔

۴۸ - سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ والدین پرورش اولاد سے بخوبی آگاہ ہوں۔

۴۹ - سب سے زیادہ اچھا طریقہ تعلیم کا یہ ہے کہ اپنی طبیعت کو قابو میں رکھیں۔

۵۰ - بچوں کی تعلیم دلچسپ پیرایہ میں ہونی چاہیے - باتوں باتوں میں کھیلوں میں بچوں کو تعلیم دینی چاہیے - جہانتک ممکن ہو یہ خیال پیدا نہ ہونے دیں کہ بچے کو کچھ سکھلا رہے ہیں۔ - ترجمہ

رابعہ بیگم

بی بی ڈارکس

زمانہ قدیم میں ملکِ کنعان میں ایک مشہور شہر یافا تھا جو بحرِ اعظم کے قرب میں واقع تھا۔ آجکل بھی اس جگہ ایک خوشنما بستی آباد ہے جس کے باشندوں کی تعداد کوئی پندرہ ہزار ہوگی۔ سنہ ۲۹ء کے قریب کا ذکر ہے کہ اسی شہر یافا میں ایک نیک۔ دیندار اور غریب دوست خاتون رہتی تھی جسکا نام ڈارکس تھا۔ وہ بہت ہی نیک کام اور خیرات کیا کرتی تھی۔ قضا کار وہ بیمار ہو کر مر گئی اور جب لوگوں نے نہلا کر اُسے بالاخانہ میں رکھدیا تو یافا کی بہت سی بیوہ عورتیں روتی ہوئی اسکی لاش کے پاس آکھڑی ہوئیں اور جو کُرتے اور دیگر کپڑے محنت سے اپنی زندگی میں بنا کر انہیں دیے تھے ایک دوسرے کو دکھانے لگیں۔ آہ! وہ نظارہ کس قدر دردناک تھا بیچاری غریب عورتیں اپنی مہربان دوست کی لاش کے سرہانے کھڑی آنسو بہا رہی ہیں۔ آہ! آج اُن کے سروں پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ دُنیا اُنکی نظروں میں تاریک ہو گئی ہے۔ اُنہیں اب کوئی ایسا ہمدرد نظر نہیں آتا جو ڈارکس کی طرح اُنکا خبر لیوا ہو۔ پھر بھلا وہ کیوں غم نہ کریں۔

ڈارکس کے حق میں لکھا ہے کہ وہ اپنے نیک کاموں سے جنہیں وہ کرتی تھی، مالامال تھی مگر کہیں نہیں لکھا کہ وہ اُن کاموں سے مالامال تھی کہ جن کے کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

پیاری بہنو! ہم میں بہت سی مستورات کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں مگر "کل کریں گے" کہکر اُس سے رُک جاتی ہیں۔ مگر ڈارکس صرف اپنے کاموں سے مالامال رہتی تھی۔ باتوں سے ہرگز نہیں۔ یہ ایک بڑا بھاری فرق ہے جو اُس کے اور ہم میں سے بعض کے درمیان ہے۔ ڈارکس کی کامیابی کا راز صرف ایک ذراسی سوئی تھی جس کے ذریعہ اُس نے

ہمیشہ امداد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہم میں کتنی بہنیں ایسی ہیں جو سینا پرونا جانتی اور اس کی تعلیم دیتی ہوں؟ دوسروں کی مدد کرنا تو درکنار بعض کو اپنی بچیوں کی تربیت کرنا بھی وبال جان ہے۔ ہزارہا لڑکیاں صرف اپنے ہی گھروں میں تباہ ہو گئیں۔ نہ تو وہ سینا پرونا جانتی ہیں۔ نہ کھانا پکا سکتی ہیں اور نہ گھر کی دیکھ بھال ہی ان سے ہو سکتی ہے۔ اگر وہ کچھ جانتی بھی ہیں تو صرف بدمزاجی۔ بات بات پر بگڑنا۔ بڑی بوڑھی عورتوں کو جواب دینا۔ کیا ان عادات سے امید کیجا سکتی ہے کہ وہ کوئی اچھا کام کر سکینگی یا شادی شدہ والی ہو کر اپنے گھر بار بنا سکینگی؟

اس بیسویں صدی میں ڈارکس پھر زندہ ہو گئی ہے۔ یورپ میں مستورات کی بہت سی انجمنیں اس کے نام پر چل رہی ہیں۔ ان کا یہ مقصد ہے کہ وہ اس سلسلہ امداد کو جاری رکھیں جسے ڈارکس نے شروع کیا تھا۔ بعض بہنیں شاید یہ عذر کریں کہ یورپین خواتین میں پردہ کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے وہ کھلے بندوں ہر کہیں آجا سکتی اور جو چاہیں کر سکتی ہیں۔ ہم بھلا کیا کر سکتی ہیں؟ لیکن یاد رکھئے نیکی اور بھلائی کی سچی خواہش کو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں روک سکتی ہے۔ ڈارکس اپنے پڑوسیوں کی مدد کیا کرتی تھی۔ وہ کسی دوسرے محلہ یا شہر پر نظر دوڑا کر اور دوری کا خیال کر کے چپ چاپ نہیں بیٹھ گئی۔ بلکہ اس نے اپنا کام اسی احتیاج مند بیوہ سے شروع کیا جو اس کے ہمسایہ میں رہتی تھی۔ وہ ہمیشہ اسی کوشش میں لگی رہی کہ اپنی زندگی کو زیادہ مفید اور کارآمد ثابت کرے۔ کیا آپ اپنے ہمسایہ اور محلہ والی غریب عورتوں کی بھی مدد نہیں کر سکتی ہیں؟

یورپ میں ڈارکس سوسائٹیوں کا آجکل بڑا چرچا ہے۔ طبقہ نسوان کے اخبارات

کے علاوہ مردوں کے اخباروں میں کبھی کبھی ڈارکس پر مضامین نکلتے ہیں۔ حال میں ایک اخبار میری نظر سے گذرا جس میں ڈارکس کی خوبیوں پر ایک دلچسپ مضمون درج تھا۔ اس مضمون کے آخری حصہ میں جوانوں سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے:۔

"جوانو! خبردار۔ کوشش کرنا کہ تمہیں ڈارکس جیسی بیوی ملی۔ وہ صرف تمہیں کو نہیں بلکہ دوسروں کو بھی کپڑے پہنائیگی۔ جس طرح تم اور اچھی چیزوں کی تلاش کرکے اپنے لئے انتخاب کرتے ہو۔ اسی طرح اس معاملہ میں بھی ذرا ہوش سے کام لینا۔ تم مبارک ہو گے اگر تمہیں ڈارکس ایسی بیوی مل جائے۔ اس سے تمہارا گھر "بہشت کا نمونہ" اور تمہاری زندگی ایک مبارک زندگی ہوگی"

بہنو! ذرا ان الفاظ پر غور کرو۔ ان میں ڈارکس کی کیسی عمدہ تصویر کھینچی گئی ہے کیا آپ آئندہ اس امر کی کوشش نہ کرینگی کہ آپ کا گھر "بہشت کا نمونہ" بن جائے؟ کاش! میری ہندوستانی بہنوں میں بہت سی ڈارکس پیدا ہوں اور اپنے پیچھے ایک نیک نام اور نہ مٹنے والی یادگار چھوڑ جائیں۔ سلیمان بادشاہ نے کیا خوب کہا ہے :۔

"حسن دھوکا ہے اور جمال میں پائیداری نہیں ؛ پر وہ عورت جو خدا سے ڈرتی ہے ستودہ ہو جائیگی .... اس کے کام پھاٹکوں کی مجلس گاہوں میں اس کی ستائش کرینگے"

ح۔م۔ب

انجمن بیگمات حامی اُردو لاہور

اکثر بہنوں نے اس انجمن کے قیام کی خبریں مختلف اخبارات میں ملاحظہ فرمائی ہونگی۔ یہ انجمن لاہور کی بیگمات کی طرف سے اُردو زبان کی حمایت اور ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ بہنوں نے اس ضروری کام میں کافی دلچسپی سے شمولیت فرمائی ہے۔ اس انجمن کا سب سے ضروری مقصد یہ ہے کہ اُردو زبان میں مستورات کے لئے مفید اور دلچسپ کتابیں تصنیف کروا کر شائع کی جاویں۔ انجمن کا ماہوار چندہ لاہور کی بہنوں سے ۴ ؍ ماہوار اور بیرونجات کی بہنوں سے ۲ ؍ ماہوار مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتک ۲۵ معزز بہنوں نے اس مفید انجمن کی ممبری منظور فرماکر سکرٹری کی ہمت افزائی کی ہے۔ امید ہے دیگر بہنیں بھی اس طرف متوجہ ہونگی۔ اور اس مفید کام میں شامل ہوکر علمی دلچسپی کا اظہار فرماوینگی۔ اُردو زبان کے مشہور مصنفوں کی خدمت میں باادب التماس ہے کہ اگر کوئی مفید نسواں کتاب تحریر فرماویں تو انجمن حامی اُردو کو فراموش نہ کریں۔ اُردو زبان میں مفید نسواں کتابیں چھپواکر شائع کرنے کے لئے یہ انجمن بڑی خوشی سے تیار ہے۔ اخیر میں اُن بھائیوں اور بہنوں کا صدق دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اس انجمن کے انعقاد پر دل سے اظہار پسندیدگی فرماکر ہماری ہمت افزائی کی ہے۔ انجمن کے قواعد و مقاصد تیار ہوچکے ہیں۔ طلب کرنے پر فوراً بھیجے جاوینگے ✦

راقمہ بنتِ محبوب عالم

جنرل سکرٹری انجمن بیگمات حامی اُردو لاہور

بیماری تیمارداری

گذشتہ اشاعت سے آگے

کاظم حسین۔ یہ بھی بہی رائے ہے۔ لیکن آپ ہماری سالی صاحبہ کے مزاج سے واقف نہیں۔ وہ ہرگز راضی نہ ہونگی۔

علی نقی خان۔ کیسے معلوم ہوا تم نے اُن سے اِس کے بارہ میں ذکر کیا تھا؟ سمجھانے سے سمجھ جائینگی۔

کاظم حسین۔ واہ بھائی صاحب! وہ کیا سمجھنے والی ہیں۔ بلکہ اُن کو اس بات کا فخر ہے کہ کوئی اُنکو سمجھا نہیں سکتا۔ مَیں نے سُنا ہے کہیں اَور لڑکی کی نسبت ٹھہرائی ہے۔

علی نقی۔ پھر مجبوری ہے ٹھہرانے دو۔ جاہل عورتوں سے کسی کا زور چلتا ہے؟ خود ہی پشیمان ہونگی۔ آجکل تو لڑکی کو بیمار بنا رکھا ہے۔ کسی مولوی نے کہا کہ آسیب ہے۔ ایسے مولوی کے پیچھے میں تو کبھی نماز نہ پڑھوں۔ آسیب خدا جانے کس شئے کو یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ میری سمجھ میں تو آجتک نہیں آیا۔ کوئی جن عورت کی گردن پر بیٹھا رہتا ہے۔ یا کوئی جن کے اُڑتے وقت عورت اُس کے نیچے یا اُس کے سایہ میں آجاتی ہے۔ یا جن ہوا بنکر اُسی کے ناک کے راستے بدن میں سما جاتا ہے۔ واہ اس حماقت کی بھی کچھ انتہا ہے۔ لیاقت النسا بیگم تو ایک جاہل عورت ہیں۔ میرے دوست سید جان صاحب ایک مرد آدمی پڑھے لکھے ہوکر ایسے لغویات پر اعتقاد رکھتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ انہی باتوں سے انکے

گھر تمہیں ہونیوالا ہو۔ یعنی فقیر صاحب اور مولوی صاحب کی دی ہوئی روح اُترنے والی ہو۔ نعوذ باللہ یہ شرک نہیں ہو تو کیا ہی۔ دوسروں کو مُشرک کہتے ہیں۔ اور آپ خود خُدا کے سیکڑوں بیٹے اور سیکڑوں خُدا بنانے پھرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو خُدا کا ایک لائق بیٹا ہونا بہتر ہو بہ نسبت ایسے لُچّے لنگے بیٹوں کے۔ یہاں پر دونوں بھائیوں نے خوب ٹھٹھے لگائے۔ مزہ یہ کہ اپنے اوپر سے سید صاحب ہر روز نظر بھی اُتروانے ہیں۔ ایک روز میں بھی بیٹھا ہوا تھا کہ ماما اندر سے آئی کوئی چیز مُٹھی میں دبائے ہوئے تھی لاکر سر سے پاؤں تک سات دفعہ چھوا کر کچھ بڑبڑا کر لئے چلی گئی۔ میں نے پُوچھا یہ کیا تماشا ہی؟ کہنے لگے میرا مزاج آج اچھا نہیں ہی۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹتے ہیں۔ آج میں اپنا فراک کوٹ پہنکر گیا تھا۔ سید حسین صاحب نے اس کی بہت تعریف کی اس لئے نظر اُتروا ڈالتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کو کیونکر نظر ہوئی ہی۔ نظر تو آپ کے فراک کوٹ کو ہوئی ہوگی جسکی تعریف کی گئی تھی اسکو تو دیکھ لیجئے کہیں سُکڑ نہ گیا ہو یا کہیں اینٹھ نہ گیا ہو۔ اُس کے اوپر سے بھی نظر اُتروا ڈالئے۔ بہت خفا ہوئے کہ آپ مجھے مسخرا بناتے ہیں۔ تمام دُنیا نظر کی قائل ہی کیا میں ہی اکیلا تھوڑا ہوں۔ اور نظر تو ایسی لگ جاتی ہی کہ پتھر کو پھاڑ دے میں نے کہا تمام دُنیا بیوقوف ہی۔ تو کیا ضرور ہی۔ آپ بھی اُن کا ساتھ دیجئے اور تمام انگلینڈ کے تعلیم یافتوں کا نام بدنام کیجئے۔ جب مردوں کے ایسے خیال ہوں تو پھر عورتوں بیچاریوں کا کیا ذِکر جو تمام عُمر سوائے چار دیواری کے کہیں باہر قدم بھی نہیں رکھتیں۔

کاظم حسین۔ اُن کے زنانہ مکان کو کبھی آپ نے غور سے دیکھا ہی اس قدر

بلند دیواریں ہیں کہ باغ عامہ کی دیواروں کی بھی کچھ حقیقت نہیں جب بی بی کہیں
جاتی ہیں تو ٹھیک بارہ بجے دوپہر کے میانہ آتا ہی اس میں بیٹھ کر وہ بھی اس طرح
کہ اوپر سے غلاف اس پر ایک جاجم ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی دن اسی میں دم گھٹ کر
مر نہ جائیں کہیں ہوا کا نام تک نہیں ہوتا ۔

کاظم علی مجھ کو اس کا افسوس ہے کہ سجاد کی والدہ اور نانی کی کی ہوئی منگنی
ہے صرف لیاقت النسا کی کم فہمی سے ٹوٹ جائیگی تو مایہ بدنامی ہوگا ۔ اور تو
کسی چیز کا افسوس نہیں ۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں شاید اس لڑکی سے اور سجاد سے
بنے کی ہی نہیں اس لئے کہ میں سنتا ہوں بدمزاج ہے اور محض ان پڑھ ۔ یہ بھی
لیاقت النسا بیگم کی ضد اور جہالت کا نتیجہ ہے ۔ میں نے بہت کہا کہ لڑکی کو تعلیم
دینا ضروری ہے ۔ آجکل انگریزی کا زمانہ ہے انگریزی پڑھایئے ۔ سجاد کی تو جہانتک
مجھ سے ممکن تھا میں نے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کردی ہے ۔ آپ کو چاہئے کہ آپ قدرت
کی بھی اچھی تعلیم کیجئے تاکہ آیندہ زندگی اچھی طرح بسر ہو ۔ میاں بی بی میں
ہمخیالی ہو اور یہی ذریعہ محبت ہے بس بگڑ گئیں اور کہنے لگیں واہ میاں میری
لڑکی آئے دن کی بیمار ہے میں کیوں اس کی طبیعت پر اتنا بار ڈالوں سجاد میاں
کو انگریزی درکار ہے تو کسی انگریزنی سے کرلیں تم کو بھی غرض ہو تو کرو نہیں تو
ابھی سویرا ہے ۔ چھڑالو ! کیا میری لڑکی ایسی ان پڑھ تھوڑا ہی ہے ۔ قرآن مجید کے
پانچ سپارے ختم کرچکی ہے اور اردو کی بھی تیسری پڑھتی ہے ۔ سوائے اس کے
میں غریب بیوہ آدمی کہاں سے اتنا مٹھی بھر کے روپیہ لاؤنگی کہ ہر مہینہ میں
فرنگن کو دیا کرونگی اتنا بچے تو میں قدرت کے لئے کوئی چیز بنوا کر ڈال رکھوں

وقت پر پڑے پالی کی طرح کام آئے۔ میں نے کہا آپ کو تنخواہ سے کیا غرض۔ کہنے لگیں۔ میری لڑکی ہے مجھے نہیں تو پھر کسے غرض ہو۔ میں نے کہا ہمشیرہ صاحبہ انہی حجتوں سے کیا واسطہ۔ تنخواہ ہم کو بھیجونگا۔ آپ لڑکی کو پڑھنے دیجیے ہرگز نہ مانیں اور کہنے لگیں۔ میں آپ پر کیوں بوجھ ڈالوں کل کو آپ لوگ طعنے دینگے کہ ہم نے میم نوکر رکھوادی تھی۔ میں نے بہت سمجھایا کہ میرے نزدیک جیسے سجاد ویسے قدرت۔ استغفراللہ۔ طعنے دینے کی کس کی مجال ہو میم کی تنخواہ ہوتی ہی کیا ہو۔ مگر اس جاہل بدزبان عورت نے ایک نہ مانی سجاد کی والدہ خدا مغفرت کرے۔ انکی چھوٹی بہن تھیں مگر مزاج میں دونوں سے کوئی نسبت نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میر قدرت علی مرحوم سے اور ان کو کیونکر بنتی تھی۔ ان کے وقت میں یہ سب باتیں سُننے میں نہ آتی تھیں۔ میاں کا ان پر بہت دباؤ تھا۔ اُن کے مرنے سے یہ حالت ہوگئی۔ میر قدرت علی سے اور مجھ سے بہت دوستی اور محبت تھی۔ مجھے چھوٹے بھائی کے برابر سمجھتے تھے۔ یہ بیت سعدی علیہ الرحمۃ نے بہت ٹھیک فرمائی ہو: ؎

زنِ بد در سرائے مردِ نکو ہم دریں عالم است دوزخِ او

مجھے اس کی بھی بہت فکر ہو کہ معلوم نہیں اپنی ضد میں لڑکی غریب کو کسی اندھے کنوئیں میں جھونک دیگی۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ خدا پناہ میں رکھے ایسی جاہل عورتوں سے۔

باقی آیندہ

بُڑھاپا

آسٹریا کے پایہ تخت وآنا میں ایک نہایت عالیشان گیلری قدِ آدم تصویروں کی ہی جس میں بڑے بڑے مشہور اُستادانِ فن کی صناعی کے نمونے جمع کیے گئے ہیں - بہت سی لاجواب تصویریں وہاں نظر آئیں - مگر دو تصویروں نے چشمِ عبرت کے لئے سُرمہ کا کام دیا - ڈینز نامی ایک نقاش نے ایک بڈھے اور ایک بُڑھیا کی تصویریں بنائی ہیں - جن میں بُڑھاپے کے سارے نقش خدوخال سے عیاں ہیں - دونوں صورتیں ایسی انتخاب کی ہیں جو جوانی میں حُسن صُورت کے زیور سے آراستہ ہونگی - مگر اب دونوں بُڑھاپے کی تصویر ہیں - اُستاد کا کمال یہ ہی کہ پیشانی اور چہرہ کی ایک ایک جُھری الگ نظر آتی ہی - اِن دونوں تصویروں کے فوٹو لئے گئے ہیں اور اکثر سیّاح یہ فوٹو اپنے ساتھ یادگار کے طور پر لے جاتے ہیں - بُڑھیا کی تصویر کے فوٹو کی نقل آج ہدیہ ناظرین و ناظراتِ عصمت کی جاتی ہی - اور اِس تصویر کی اشاعت سے دو مقصد ہیں - اوّل تو یہ کہ یورپ کی نقاشی کی ترقی کا اندازہ ہوسکے ماہرِ فن کے تخیل کو دیکھئے - بُڑھاپے کا تصوّر کرکے اس کو جسمانی صُورت دی ہی - اس خوبی کے ساتھ کہ دیکھنے والا محوِ حیرت ہو جائے - فوٹو میں بھلا وُہ خوبی کس طرح نظر آسکتی ہی جو اصل تصویر سے نمایاں ہی - مگر پھر بھی پتا چل سکتا ہی کہ اصل تصویر کیا ہوگی - افسوس یہ نقل در نقل جو ہمارے لئے تیار ہوئی

تو بس میں وُہ خوبی اور بھی کم ہوگئی ہو۔ مگر دیکھنے والے پھر بھی پتا لگا سکتے ہیں۔ دوسرا مقصد اس تصویر کے پیش کرنے سے یہ ہی۔ کہ بڑھاپے کا تصور جوانوں کی ہمت کے لیئے تازیانہ کا کام دے ۔ بڑھاپا کیا ہی۔ قوی کی کمزوری ۔ ہاتھ پاؤں آنکھ کان سب رفتہ رفتہ جواب دینے لگتے ہیں جھریاں نہ صرف چہرہ کی رونق کو زائل کر دیتی ہیں ۔ بلکہ ہاتھوں اور بازوؤں تک پر نمودار ہوکر یہ بتا سکتی ہیں کہ تھوڑے عرصہ میں گوشت اور استخوان کا دیرینہ ساتھ چھٹنے کو ہی۔ میر انیس مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں : ؎

چھریاں نہیں ہاتھوں پہ دستِ قدرت نے
چنا ہے جامہ ہستی کی آستینوں کو

یہ چُن چنا وَ تیاری سفرِ آخرت کی دلیل ہے ۔ پس جو لوگ بڑھاپے کے اصلی معنی سمجھتے ہیں اور اس کے پیغام سے واقف ہیں ۔ وُہ جوانی کو غفلت سے نہیں گزارتے اور کوئی کام اس خیال سے ملتوی نہیں کرتے کہ یہ بڑھاپے میں کر لیا جائے گا ۔ بڑھاپا رخصت قبل از علیحدگی کا زمانہ ہی۔ کام کا اصلی وقت جوانی ہو۔ اسے بیکار نہیں کھونا چاہیئے ۔ جو کچھ سیکھنا ہو ۔ جو نیک کام کرنے ہوں ۔ جو فرائض ادا کرنے ہوں ۔ جوانی میں کر لو پیشتر اس کے کہ ضعفِ پیری آکر دبا لے ۔ اور کھوئی ہُوئی جوانی کا پچھتاوا باقی رہ جائے ۔!

عبد القادر

رنگائی

زمانہ روز بروز ترقی کررہا ہی جو کام روپوں اور اشرفیوں میں نکلتے تھے اب وُہ پیسوں اور کوڑیوں میں ہوتے ہیں جن باتوں میں دن اور مہینہ لگتے تھے اب گھنٹوں اور گھڑیوں میں پُورے ہوتے ہیں۔ اس ترقی سے انکار نہیں سچی بات ہی ایک ذرا سے کپڑے رنگنے میں گھنٹوں اہتمام کرنا پڑتا تھا انگریزی رنگوں نے گھنٹوں اور پہروں کی محنت کو چٹکیوں کا کردیا۔ ایک ڈھیلے پاجامہ کا بخیہ کہیں مہینوں میں ہوا کرتا تھا اب مشین کی یہ کیفیت ہی ادھر لگایا اُدھر ختم لیکن جہاں ہم اس سہولت پر خوش اور ترقی پر نازاں ہیں وہیں ہم ایک کمی پر خاموش اور ایک نقصان پر متاسف بھی ہیں۔ جس وقت ان چیزوں کا وجود نہ تھا سنگر سیونگ مشین اور ماکروسوپ کا کوئی نام بھی نہ جانتا تھا۔ اس وقت کی لڑکیاں آج دادی نانیاں بن بنا رخصت ہوئیں ادائیگی فرائض میں چاق اور ہر فن میں طاق تھیں اُنکی دسوں اُنگلیاں دسوں چراغ اور آج دونوں ہاتھ پھاڑ کے ٹھوں ہیں۔

دُور کیوں جاؤ کپڑوں کی رنگائی ہی کو لے لو ہمارے ہوش کا ذکر ہی کہ اگر ہفتہ میں ایک دفعہ نہیں تو مہینہ میں دو تین دفعہ انگنائی میں الگنی پر رنگے ہوئے کپڑے لٹکتے دکھائی دیتے تھے۔ دیکھتے دیکھتے یہ فرق ہوگیا کہ اب مہینوں بھی وہ سماں نظر نہیں آتا۔ نتیجہ یہ ہی کہ اگر آجکل کی کسی لڑکی سے پُوچھو کہ فیروزی کپڑا کیونکر رنگتے ہیں اور کیا کیا احتیاط کرتے ہیں تو وُہ مُنہ دیکھ کر چُپ ہوجائیگی۔

یہ کتنا بڑا نقصان ہوا اور ہو رہا ہے اور کیسی قابل افسوس کمی دیکھی اور دیکھ رہے ہیں
کپڑے دھو سکنے کے قابل نہیں تو کپڑے رنگ سکنے کے قابل تو ہر لڑکی کو
ہونا چاہئے اور اگر نہ ہو تو اسکا قصور سیر بھر باپ کا ڈیڑھ سیر اور ماں کا دو سیر۔

رنگ کی اصلی کیفیت یہ ہے کہ اسکا انحصار روشنی پر ہے کبھی آفتاب کی طرف
دیکھو تو پتلی پتلی لکیریں سی دکھائی دیتی ہیں جو کرنیں کہلاتی ہیں۔ یہ کچھ سورج ہی پر موقوف
نہیں۔ ہر روشن چیز میں سے نکلتی ہیں۔ ان ہی کرنوں کے ذریعہ سے روشنی
دوسری چیز پر پڑتی ہے اور یہ باری تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شعاعوں میں یہ طاقت
رکھی کہ کسی چیز پر پڑ کر منعکس ہوتی ہوئی دوسری جگہ بھی اثر پہنچاتی ہیں اسی واسطے
کمرے والان در دالان تک میں جہاں کرنیں نہیں پڑتیں اُجالا ہوتا ہے۔

یہ بات تحقیق ہو چکی ہے کہ اصل رنگ زرد سیاہ سُرخ تین ہی ہیں اور باقی جسقدر
بھی رنگ ہیں ان ہی تین رنگوں کی نشاخیں ہیں لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ سب
رنگ مل کر سفید رنگ ہوتا ہے۔

کبھی دیکھا ہوگا کہ صابن کو پانی میں گھول کر ایک خول تنکے سے جو بچے
بلبلے اڑاتے ہیں تو وہ بلبلے رنگ برنگ کے ہوتے ہیں یا کبھی مینہ برس چکنے
کے بعد آسمان پر کمان نکلی دیکھی ہوگی یا کبھی جھاڑ کی قلم میں سے دیکھا ہوگا کیسی
رنگ برنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

اہل علم نے معلوم کیا ہے کہ یہ دھوپ جو بالکل پھیکی اور بے رنگ سی معلوم ہوتی
ہے۔ سات رنگ کی شعاعوں سے مرکب ہے۔ مینہ برس چکتا ہے تو پانی کی بہت
ننھی ننھی بوندیں یا ذرّے ہوا میں رہ جاتے ہیں اور جب سورج سامنے آتا ہے تو

اسکی شعاع اُن پانی کے ذروں میں رنگین دکھائی دیتی ہی۔

رنگائی کی کیفیت یہ ہی کہ جن رنگوں سے کپڑے رنگے جاتے ہیں اُن میں سے بعض تو ہیں کے بنی ہیں اور بعض ولائتی لیکن کپڑے رنگنے میں بہت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے جس برتن میں کپڑا رنگا جائے وہ مٹی کا ہو اور بالکل صاف بلکہ کورا ہو اگر اس سے پہلے اس برتن میں کسی اَور رنگ کا کپڑا رنگا گیا ہی یا اُس میں کسی اَور رنگ کی ایک بوند بھی گر گئی تو رنگ خراب ہوجائیگا رنگ کو کسی دھات کی چیز سے جیسے چاقو چھُری وغیرہ سے ہلانا رنگ کو خراب کرتا ہی۔ اصل رنگ تو نئے کپڑے ہی پر خوب آتا ہی لیکن اگر پہنا ہوا بھی ہو تو جس قدر اچھا دُھلا ہوا اجلا صاف شفاف اُسی قدر اچھا رنگ ہوگا۔ رنگ کر دُھوپ میں اس غرض سے ڈالنا کہ جلد سوکھ جائے رنگ کو کمزور کرتا ہی بعض رنگ تو بالکل ہی اُڑ جاتے ہیں۔ سایہ میں خشک کرنا چاہئے۔ رنگنے میں سب سے بڑی بات اور اُستادی صرف اتنی ہی کہ کپڑے پر رنگت بالکل برابر ہو یہ نہ ہو کہ ایک جگہ زیادہ ایک جگہ کم بعض دفعہ لاپروائی کے رنگنے سے دھبے پڑ جاتے ہیں اِس لئے اگر بہت زیادہ گہرا رنگنا چاہو تو کئی دفعہ کرکے رنگو یہ نہیں کہ بہت سا رنگ ڈالدیا اور رنگنے بیٹھ گئے۔ رنگ اتنا ہی ڈالو جتنا ہلکا رنگنے کے لئے درکار ہی۔ جب رنگ لو تو پھر دوبارہ رنگ ڈالکر ڈوب دو اور اُسوقت تک رنگ ڈالو جبتک حسب خواہش رنگ نہ چڑھ جائے اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کپڑا دبیز ہی تو اسکو پہلے پانی میں ایک ڈوب دیکر نچوڑ لینا چاہئے اور پھر رنگنا چاہیے اگر رنگنے میں کوئی چُرس یا سلوٹ پڑ گئی ہو تو خشک کرنے سے پہلے صاف کرلو۔

کپڑے کو اُسوقت خشک سمجھو جب اس میں یُوں ہی سی نمی باقی رہ جائے اُسوقت تہ کرلینے سے کپڑا سخت نہ ہوگا۔ کپڑے کو کلپ دینا بھی بہت ضروری ہی اور چاول کی پیچ کا کلپ سب سے اچھا ہے۔ راشد الخیری

خواتینِ مغلیہ کی علمی فیاضیاں

زمانہ سلف میں مسلمانوں کو تحصیل علوم و فنون کا اسقدر شوق تھا۔ کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے واسطے سیکڑوں کوس کی مسافت کو طے کرنا ایسا آسان سمجھتے تھے جیسا آج ہم ایک محلہ سے دوسرے محلہ جانا آسان جانتے ہیں۔ شاید ہی کوئی فاضل ایسا ہوگا جس نے سیکڑوں کوس کی مسافت طے کر کے متعدد اہلِ فضل و کمال سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ اور اپنے فن میں نامور ہوا ہو۔ اس کے مقابلہ میں آج یہ حالت ہے کہ باوجود طرح طرح کی آسانیوں کے تعلیمی حالت میں مسلمان ہی سب قوموں سے گرے ہوئے ہیں اور جو تھوڑا بہت پڑھتے بھی ہیں تو علم کو علم کی غرض سے نہیں بلکہ محض گورنمنٹ کی ملازمت حاصل کرنے کے واسطے پڑھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اصلی علمی ترقی مفقود ہے۔

دنیا میں جب تک چھاپہ خانہ کا رواج نہ تھا کتابوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ ایک ایک کتاب سیکڑوں ہزاروں روپے کے صرف سے تیار ہوتی تھی۔ آج چھاپہ کی برکت سے وہ نادر و نایاب کتابیں جو ایک زمانہ میں عام طور سے دیکھنے کو بھی نصیب نہ ہوتی تھیں۔ گھر گھر اور دوکانوں پر موجود اور ماری ماری پھرتی ہیں۔

ہندوستان میں مسلمان فرمانرواؤں اور امیروں نے ہزاروں لاکھوں روپے کے صرف سے نادر و نایاب کتابوں کو لکھوایا۔ بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے قدیم کتابوں کو بڑی تلاش و جستجو سے بہم پہنچا کر ان کے فارسی میں ترجمے کرائے

اور اُن سے اپنے کتب خانوں کو زینت دی۔ ہندوستان کا کوئی شاہی خاندان ایسا نہ تھا جس کا عظیم الشان کتب خانہ موجود نہ ہو۔ علما۔ فضلا۔ اُمرا۔ وزرا نے اپنے اپنے علیحدہ کتب خانہ قائم کر رکھے تھے جو اکثر طالب علموں کے واسطے وقف تھے۔

قاعدہ کی بات ہو کہ علمی قدردانی اور کتابوں کی حفاظت امن و امان کے زمانہ میں ہوا کرتی ہو۔ ہندوستان کے روزمرہ کے ملکی تغیرات نے یہاں کے تمام کتب خانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ سب سے آخر میں سلاطین مغلیہ نے جو بے نظیر کتب خانہ قائم کیا وہ ۱۸۵۷ء کے خوفناک غدر میں ضائع ہو گیا۔ اور ملک کی سیکڑوں ہزاروں نادر و نایاب کتابیں کس مپرسی کی حالت میں ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست و نابود ہو گئیں۔ کچھ قدردانانِ اہل یورپ کے ہاتھ لگیں جو اُن کے کتب خانوں کی زیب و زینت کا باعث ہوئیں۔ اور جو کچھ باقی رہ گئیں وہ روز مرہ معدوم ہوتی جاتی ہیں۔

سلاطینِ مغلیہ کے علاوہ خواتینِ مغلیہ میں علمی قدردانی کا بے انتہا جوش تھا علی العموم سب صاحبِ علم۔ سخن شناش سخن فہم اور اہلِ سخن کی قدردانی میں شہرہ آفاق تھیں۔ ان سب میں سلیمہ سلطانہ بیگم۔ گلبدن بیگم۔ نورجہاں بیگم۔ زیب النسا بیگم اور اکبری بیگم خاص طور سے ممتاز اور قابلِ ذکر ہیں۔

سلیمہ سلطانہ بیگم ہمایوں کی بہن اور گلرخ بیگم کی صاحبزادی تھیں جو نہایت خوش بیان۔ شیریں کلام اور حاضر جواب بیگم تھیں۔ کتاب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اور اہلِ سخن کی قدردانی میں مشہور تھیں۔ جہانگیر نے

اُن کی لیاقت کی بہت تعریف کی ہی ۱۰۱۰ھ میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے باغ واقع موضع ٹدہاکر (جو آگرہ اور فتحپور کے درمیان ہی) میں دفن ہوئیں۔

گلبدن بیگم ہمایون کی بہن تھیں سنہ ۹۸۲ھ میں یہ اور سلیمہ سلطانہ بیگم گجرات کے رستہ سے حج کو گئی تھیں۔ چار حج متواتر کیے۔ سنہ ۹۹۰ھ میں واپس آئیں۔ ہمایوں نامہ اُن کی حسن قابلیت کی یادگار ہی۔ جس میں بابر اور ہمایوں کے عہد کے تاریخی واقعات مندرج ہیں۔ اور جس کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں مسز اے۔ ایس بیوریج صاحبہ نے لندن سے شائع کیا ہے۔

نور جہاں بیگم اور ارجمند بانو بیگم (جس کا دوسرا نام ممتاز محل ہی) کی علمی قابلیتیں عام طور سے مشہور ہیں۔ ان دونوں نے سوائے چند اشعار کے اور کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی۔

جہاں آرا بیگم شاہجہان اور ممتاز محل کی بڑی صاحبزادی اور نہایت قابل خاتون تھیں۔ شاہجہان کی سلطنت میں اُنکو بے حد اختیار اور اقتدار حاصل تھا۔ ساٹھ لاکھ روپیہ سال کی اُن کی جاگیر تھی۔ اُن کی سرکار سے بہت سے فضلا اور مشائخین کے وظیفے مقرر تھے۔ علمی یادگار سے کتاب مونس الارواح ہی جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی الاجمیری کے ذکرِ خیر میں مشہور ہی جس کا اُردو میں بھی ترجمہ ہو گیا ہی۔ اس کے علاوہ تاریخ عاقل خاں میں اُن کے اُس خط کی بھی نقل موجود ہی۔ جو اورنگ زیب کے نام جبکہ وہ شاہجہان کی بیماری کی حالت میں اُن سے معہ فوج کے دار الخلافت کی طرف

آرہا تھا روانہ کیا گیا تھا۔

آگرہ کی جامع مسجد بھی جہان آرا بیگم کی یادگار سے ہی۔ اُس میں اُنہوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ جو اس وقت تک جاری ہی۔ اور مسجد کی دوکانوں کی آمدنی سے جو اُس کے اور مسجد کے اخراجات کے واسطے وقف کی گئی تھیں اس کا خرچ چلتا ہی۔

شہنشاہ عالمگیر کی بیٹی زیب النسا بیگم خاندانِ مغلیہ کی خواتین میں سب سے زیادہ علم دوست تھیں۔ علما۔ فضلا۔ اور شعرا کی قدردانی میں اپنی کل آمدنی صرف کر دیتی تھیں۔ اُن کی سرکار میں بڑے بڑے عالم۔ فاضل اور خوشنویس کاتب ملازم تھے۔ شاہزادی موصوف نے ہندوستان کے مختلف مقامات اور ایران و توران سے نادر و نایاب کتابوں کی نقلیں صرفِ کثیر سے بہم پہنچا کر ایک ایسا بے نظیر کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ کشمیر کا کاغذ بہت اچھا تھا لہذا وہاں کتابت کا دفتر بہ نگرانی مُلا محمد شفیع الدین قائم تھا۔ اور وہاں سے کتابیں نقل ہو ہو کر دہلی میں آتی تھیں اور شاہزادی کے ملاحظہ کے بعد کتب خانہ میں رکھی جاتی تھیں۔

زیب النسا بیگم کے حکم سے مُلا محمد شفیع الدین اور مُلا عنایت احمد نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھ کر اُس کو زیب التفاسیر کے نام سے موسوم کیا اور اس خوبصورتی سے اُسکو آراستہ کرایا کہ شہنشاہِ عالمگیر اسکو دیکھ کر پھڑک گیا۔ یہ بے نظیر قلمی نسخہ اب تک دولتِ ایران کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہی۔

زیب النسا بیگم کی بہت سی تصانیف بتلائی جاتی ہیں۔ مگر ہندوستان

نز عام طور سے سوائے دیوان کے اور کوئی تصنیف دستیاب نہیں ہوتی -

اکبرآبادی بیگم شاہجہان کی ایک بیگم کا نام یا خطاب تھا - یہ بڑی نیک اور قابل بی بی تھیں - انہوں نے آگرہ اور دہلی میں ایک ایک مسجد تعمیر کرائی تھی - دہلی کی مسجد ۱۰۶۰ھ میں بنکر تیار ہوئی - بادشاہ بھی اُنکی خاطر سے ملاحظہ کے واسطے تشریف لیگئے - بیگم صاحبہ نے جواہرات اور مرصّع آلات پیشکش کئے - یہ مسجد دو برس کے عرصہ میں ڈیڑہ لاکھ روپیے کے صرف سے تعمیر ہوئی اُس کے اخراجات کے لئے جائداد وقف کی گئی - مسجد کے احاطہ میں ایک مدرسہ بھی تعمیر کیا گیا جس کے معلّموں اور طالبعلموں کا خرچ اُسی وقف سے دیا جانا قرار پایا -

ماہم بیگم اکبر کی انا (دُودھ پلائی) اور ادھم خاں کوکہ کی ماں تھیں - انہوں نے دہلی میں پُرانے قلعہ کے پاس ایک عظیم لشان مدرسہ اور اس کے پاس ایک مسجد تعمیر کرائی تھی - اُس مدرسہ کی کچھ عمارت ابتک موجود ہے - اور اس پر یہ تاریخ کندہ ہے :-

بدورانِ جلال الدین محمّد — کہ باشد اکبرِ شاہانِ عادل
چو ماہم بیگم عصمت پناہی — بناکرد ایں بنا بہرِ افاضل
ولے شد ساعیِ ایں بقعۂ خیر — شہاب الدین احمد خان باذل
زہے خیریتِ ایں بقعۂ خیر — کہ شد تاریخِ او خیر المنازل

ماہم بیگم کی علمی قدردانی کا حال سُن کر علامہ فخری بن امیر الہروی نے سندھ سے کتاب تذکرہ جواہر العجائب اس کے نام پر لکھکر ارسال کی تھی +

ہدایت اللہ شیدا

زنانہ دستکاری

گذشتہ اشاعت سے آگے

ریشم۔ باریک نازک اور نہایت نرم و نفیس چیز ہونیکے علاوہ مضبوطی میں بھی دیگر جملہ اقسام کے دھاگوں سے بہت زیادہ مضبوط و خوبصورت ہوتا ہی۔ خصوصاً سن کے دھاگوں سے سہ چند مضبوط پایا گیا ہی۔ اسکی پیداوار ایک کپڑے سے ہوتی ہی جسکو لاطینی زبان میں Bombyx mori (بامبیز موری) کہتے ہیں۔ اردو میں عموماً ریشم کا کیڑہ کہتے ہیں۔ ریشم کا تار کیڑے کے سر میں سے نکلتا ہی علی العموم کیڑے کے سر میں دو سوراخ ہوتے ہین اس لئے وُہ ہمیشہ دوہرا نکلتا ہی۔ کیڑے کے سر میں ایک قسم کی قدرتی وارنش ہوتی ہی جس سے دونوں لڑیں ملکر چپک جاتی ہیں۔ کیڑا اپنے سر کو آگے پیچھے گردش دے کر جالا تن لیتا ہی جسکو کویہ کہتے ہیں۔ اس میں ریشم کی گچھی ہو جاتی ہی اس موقعہ پر ریشم اور کیڑے سب کو کاکوں کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا کاکوں کو گرم پانی میں ڈالنے سے وارنش گھل جاتی ہی۔ تب چھلکے کو اتار دیتے ہیں اور دھاگے آسانی سے کھل جاتے ہیں۔ اسوقت ریشم کچی حالت میں ہوتا ہی جس کو مختلف مشینوں سے ریلوں پر چڑھا لیتے ہیں۔ پھر پکا کرنے کے لئے دو تین ریلوں کے دھاگے مثل سوت کے بٹ لئے جاتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے کا اصلی وطن ملک چین ہی لیکن یورپ میں مختلف مقامات کے علاوہ ہندوستان

میں بھی اس کیڑے کی پیدائش معدوم نہیں۔ مگر ہندوستانی جب اس سے بڑے بڑے سرمایہ کاروبار کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کئے تھے تو ایسی چھوٹی تجارتوں کے مٹ جانے کا رونا فضول ہی۔ انگریزی عملدرآمد کے ابتدائی زمانہ میں جان کمپنی کے کاروبار میں بنگال کی بڑی بڑی کوٹھیاں یورپ کے ساتھ ریشم کی خوب تجارت کیا کرتی تھیں۔ احاطہ بنگال کے شہر چیباسہ میں زمانہ دراز سے ریشم کے کیڑوں کی پرورش ہوتی تھی اور شاید اب بھی ہوتی ہو۔ جنگلی شتر کے ابریشم کا بنا ہوا ریشم قدیم الایام سے شمالی مغربی ہندوستان والوں کے لباس کا جزو تھا۔ لیکن ریشم نکالنے والوں کی لاعلمی، کم توجہی اور سب سے بڑھکر ہندوستانی حاسدانہ بخل اشاعت ہنر وغیرہ اسباب نے اس نادر و نفیس صنعت کا ستیاناس کر دیا۔ آجکل بنگال میں ریشم کی تیاری صرف ضعیف العمر اشخاص اور کم سن اطفال کا مشغلہ رہ گیا ہی اور ممالک خارجہ کو اس کی روانگی قطعی بند ہو گئی ہی۔ البتہ کشمیر میں ریشم کی تیاری کا ایک فائدہ مند کام جاری ہوا ہے۔

معزز بہنو! اب میں تم کو مختلف اقسام کے ریشم اور دیگر چیزوں کی کیفیت حسب وعدہ بتاتا ہوں۔ اُمید ہی کہ خالی از دلچسپی اور فائدہ نہ ہوگا۔ مزید گذارش ہی کہ جن انگریزی الفاظ کے ترجمے گذشتہ نمبروں میں ہو چکے ہیں اُن کا بار بار دُہرانا مناسب نہیں اس لیے وہ بہنیں جو انگریزی نہیں جانتیں اپنی سہولیت کے لیے یا تو یاد کرتی جاویں یا وقت ضرورت دیکھ کر سمجھ لیا کریں۔

مندرجہ ذیل اقسام کے ریشم پختہ رنگوں کے نہایت پائدار ہوتے ہیں۔ رنگوں کا انتخاب بہنیں اپنی اپنی پسند کے مطابق کریں۔ ایمبرائڈری کام کے

ریشم عموماً (Skein) سکین لچھی کی صورت میں ملتے ہیں۔ اور سلائیوں اور کروشہ سے بُننے کے ریشم عموماً (Ball) بال۔ گیند کی صورت میں ملتے ہیں

(۱) Super Knitting Silk. - سپر نٹنگ سلک۔ یہ ریشم مختلف رنگوں کا گیند کی صورت میں بکتا ہے اور ٹائیاں، دوپٹے، ریشمی زنانے موزے۔ اور گلوبند وغیرہ کے لیے نہایت موزوں ہے۔

(۲) Super Knitting stout silk. سپر نٹنگ اسٹاوٹ سلک یہ ریشم صرف سفید اور سیاہ رنگوں کا دس لڑ ہوتا ہے اور گیند کی صورت میں بازار میں ملتا ہے۔ یہ نہایت مضبوط موزے۔ کف۔ گلوبند اور مفلر وغیرہ بننے کے لئے ہے۔ اس کی تیار کردہ چیزیں بہت پائدار ثابت ہونگی۔

(۳) Fine pure knitting silk. فائن پیور نٹنگ سلک یہ نہایت نازک۔ اور نفیس ریشم چولڑہ ہوتا ہے۔ سفید سیاہ۔ اور ہلکا زرد رنگونکا گیند کی صورت میں ملتا ہے اعلیٰ درجہ کے نفیس زنانے موزے دستانے۔ کرتیاں۔ ہلکی ٹائیاں۔ خوشنما کمر بند وغیرہ بننے کے لئے موزون ہے۔

(۴) Pure Knittnig Silk. پیور نٹنگ سلک۔ یہ مندرجہ بالا ریشم سے قدرے مضبوط ہوتا ہے اور مختلف رنگوں کا ملتا ہے خصوصاً مردوں کے موزے۔ جرابوں اور ہاتھوں کے کف دستانے وغیرہ بنانے کے لئے موزون ہے۔

(۵) Knitting waist coat Silk. نٹنگ ویسٹ کوٹ سلک
اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک میں لڑی دوسری تیس لڑی۔ پہلی قسم کا ریشم
کل رنگوں کا ملتا ہے یہ واسکٹ کی پٹیاں۔ بنیان اور مضبوط جرابوں اور
کمربند وغیرہ کے لئے موزوں ہے۔ دوسری قسم کا ریشم صرف سفید سیاہ
اور ہلکا زرد رنگوں کا ملتا ہے۔ یہ نہایت مضبوط ہوتا ہے اور مردوں کے۔
شکاری اور کھیل کے وقتوں کی واسکٹ بنیاں۔ رومال اور کوٹ بننے
کے لئے موزوں ہوتا ہے۔

(۶) Crochet waist Coat Silk. کروشٹ ویسٹ
کوٹ سلک۔ یہ ریشم صرف سفید سیاہ اور ہلکے زرد رنگوں کا ہوتا ہے۔ یہ کھیلنے اور ہوا خوری کے موقعوں کی واسکٹ کمربند۔ خوان پوش میز پوش
رومال وغیرہ بنانے کے لئے موزوں ہے۔

(۷) The Queens pure silk crochet twist دی کوین
پیور سلک کروشٹ ٹوسٹ۔ یہ ریشم مختلف رنگوں کا ملتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا خالص
ریشم ہے۔ نازک و نفیس بالیاں۔ خواتین کے لئے روپئے۔ نوٹ وغیرہ رکھنے
کی تھیلیاں ہاتھوں میں رکھنے کے لائق خوشنما بیگ۔ کمربند کف شال
اور دوپٹے وغیرہ بنانے کے لئے موزوں ہے۔

چونکہ Crochet Silk Twist کروشٹ سلک ٹوسٹ
ان کے نفیس مختلف رنگوں کا ہوتا ہے اور اپنے قسم کے مندرجہ بالا ریشم سے ذرہ
ہندوستان ارزاں ہے اور کروشیہ سے جملہ قسم کی چیزیں کے بنانے کے

لئے موزون ہی مگر سلائیوں کے کام بنانے کے لئے مناسب نہیں ہے۔

(۹) — Fine Croshet waist Coot Silk. فائن

کروشٹ ویسٹ کوٹ سلک۔ یہ ریشم مختلف رنگوں کا ملتا ہی۔ واسکٹ کی پیٹیاں۔ کمربند۔ بنیائن اور سن کتان کے کپڑوں پر ایمبرائڈری کا کام کرنے کے لئے موزون ہی۔

(۱۰) Empreospure Croshet waist Coot silk.

دی امپرس پیور کروشٹ ویسٹ کوٹ سلک۔ یہ ریشم مختلف صوفیا رنگوں کا ملتا ہی۔ یہ بالکل خالص ہوتا ہی اور عمدہ و نفیس واسکٹ کی پیٹیاں۔ گلوبند۔ مفلر۔ شال۔ زنانی ٹوپیاں۔ بچوں کی ٹوپیاں۔ دوپٹے۔ خوان پوش۔ اور کپڑوں پر ایمبرائڈری کے کاموں کے لئے نہایت موزون ہی۔

(۱۱) — : The King pure waist Coot Silk

دی کنگ پیور ویسٹ کوٹ سلک۔ یہ ریشم مختلف رنگوں کا ملتا ہی اور کروشہ و سلائی دونوں قسم کے کاموں کے لئے موزون ہی۔ اس ریشم کی بنی ہوئی واسکٹ کی پیٹیاں۔ اور قسم کے ریشم کی پیٹیوں سے ہلکی ہونگی۔ مفلر۔ گلوبند اور ہلکے دوپٹے نہایت خوبصورت بُنے جاسکتے ہیں +

(با

طریقۂ تعلیمِ نسواں

اس سے تو کسی دشمن عقل ہی کو انکار ہوگا کہ "عورتوں کی تعلیم مردوں کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے" کیونکہ مردوں کا مہذب اور تعلیم یافتہ ہونا صرف عورتوں کے اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ ہونے پر منحصر ہے۔ میں صرف طریقۂ تعلیم نسواں کی بابت کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

ہمارے اکثر نئے تعلیم یافتہ جو مغربی تمدن کے دلدادہ ہیں اور جن کے دماغوں میں مغربی خیالات کے دریا موجزن ہیں۔ باوصف دعویٰ روشن خیالی معیارِ تعلیم نسواں بی۔ اے یا ایم۔ اے کی ڈگری کو جو کسی یونیورسٹی سے حاصل کیجائے قرار دیتے ہیں میں اس کی مخالفت کرنے پر مجبور ہوں۔ امید ہے کہ میرے وہ دوست جن کے مخالفتِ خیال کی میں جرأت کرتا ہوں مجھے معاف فرمائینگے۔

چشمِ انصاف سے دیکھئے اور غور فرمایئے کہ بی۔ اے یا ایم۔ اے کا ڈپلوما حاصل کرلینا مقصدِ تعلیم نسواں کو کہاں تک پورا کرسکتا ہے۔ اس جگہ مجھ کو تعلیم نسواں کا مقصدِ اعلیٰ بھی ظاہر کر دینا چاہئے۔ اصل مقصد کاروبارِ خانہ داری کو سنجیدگی اور کفایت شعاری سے اعلیٰ طریق پر انجام دینا اور اولاد کی پرورش و تربیت ہے۔ چونکہ عورتوں کے لئے کسی یونیورسٹی میں جداگانہ کورس نہیں ہیں اس لئے اُن کے مفید مطلب امور کو مدِنظر نہیں رکھا گیا ہے

ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں کا نصابِ تعلیم اس قدر خراب ہے کہ ہماری

توم ضرورتاً اسکی پابند ہونے پر مجبور ہو کیونکہ نہ ہمارے ہاتھ میں تجارت ہی نہ صنعت و حرفت۔ ایسی حالت میں کیا چارہ؟ مگر ملازمت اور کسی ملازمتِ سرکاری کا کسی یونیورسٹی سے ڈگری یا سرٹیفکیٹ حاصل کئے بغیر ملنا ناممکن۔

مگر نہ تو عورتوں کو ملازمت کی ضرورت ہو اور نہ تعلیمِ نسواں کا یہ مقصد ہی ہے تو پھر عورتوں کو بی۔ اے۔ ایم۔ اے بنانے کا خیال خام خیالی اور وحشتِ دل کے سوا اور کیا ہوسکتا ہو؟

پُرانے خیال کے بزرگ تو سرے ہی سے تعلیمِ نسوان کے مخالف ہیں خیر۔ اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو۔ آجکل جو طریقہ مروج ہو یہ ہو کہ لڑکا ہو یا لڑکی چھ سات سال کی عمر میں قرآن پاک کی تعلیم دینا شروع کرانے ہیں خصوصاً لڑکی کے لئے تو نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہو اور ان بزرگانِ دین کے نزدیک یہی معیارِ تعلیم نسوان ہو۔ اگر لڑکی ذہین ہو تو پانچ چھ برس میں قرآنِ پاک حفظ کرلیتی ہو۔ قرآن مجید کو طوطے کی طرح رٹ کر حفظ کرلینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو اور خصوصاً بچوں کو اوائل عمر میں قرآن پاک کی تعلیم بلا سمجھائے دینا سخت غلطی ہو۔ اسوقت مجھ کو ایک حافظ صاحب یاد آگئے جو میرے بھائی کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ میرے ایک عزیز نے حافظ صاحب ممدوح سے مذاقاً دریافت کیا کہ لفظ زُبان درست ہو یا زَبان؟ صاحب موصوف نے اسوقت عدم علمی ظاہر فرمایا مگر جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہُوئے تو کچھ خیال آیا اور مجھ کو پاس بلاکر ارشاد فرمایا کہ دیکھو نہ زُبان درست ہو نہ زَبان بلکہ صحیح لفظ زِبان ہو۔ وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ دیکھو کلامِ پاک میں ہو فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۝

حافظ صاحب صورت یعنی شکل کو ہمیشہ (س) سے لکھا کئے جس کا ثبوت بھی کلام پاک سے دیتے تھے کہ سورۂ قرآن میں (س) سے ہی۔ ایک اور لطیفہ حافظ صاحب کا یاد آگیا گو خارج از بحث ہی مگر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حافظ صاحب علم طب کا مخزن ملک تبت کو قرار دیتے تھے اور اسی بنا پر تبت کو ہمیشہ (ط) سے لکھا کئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح کلام مجید کو پڑھنے سے کیا فائدہ متصور ہی۔

ہر ملک اور ہر قوم کا عام دستور ہی کہ اول بچے کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دیتے ہیں مگر وائے برحال ہمارے کہ جو کام کرتے ہیں دنیا کے خلاف۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ طریقہ تعلیم نسواں کیا ہونا چاہیے؟

عمر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک وہ حصہ جو ماں باپ کے گھر ایام ناکتخدائی میں گذرتا ہی یہ حصہ عمر صرف تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہو جس کی تعداد ۱۸ سال یا کم از کم ۱۶ سال ہونی چاہیے۔

دوسرا حصہ جبکہ شادی کے بعد نئے لوگوں میں نئے گھر میں بسر کرنی پڑتی ہی۔ یہاں سے ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہی۔ اگر اول حصۂ عمر میں اس نے اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی ہی تو اپنی عقلمندیوں سے سسرال والوں کو اپنا مطیع کریگی اور اپنے مجازی خدا یعنی شوہر کو ہمیشہ خوش رکھنے میں کامیاب ہوگی۔ دوسری حالت میں جو واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ ہمارے ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔

۶ برس کی عمر تک اخلاق و تہذیب کی تعلیم دینا ماں باپ کا فرض ہی جس وقت بچہ بولنے اور سمجھنے لگے تو اس کو کلمۂ طیبہ و اصول دین یاد کرا دئیے جائیں اور ہمیشہ

اس کی طبیعت کو نیکی کی طرف مائل کیا جائے۔ اس عمر میں جو باتیں بچوں کے ذہن نشین کر دی جاتی ہیں وہ اس کے لوحِ دل سے ہمیشہ نہ مٹنے والا نقش ہو جاتی ہیں۔

۷ برس کی عمر سے اسکو نماز کا عادی بنانے کی کوشش کرنا چاہئے اور اردو پڑھانا اور لکھانا شروع کرایا جائے جس وقت اچھی طرح اردو لکھ پڑھ اور سمجھ سکنے کے قابل ہو جائے تو مذہبی کتابیں (میرا مطلب کتب مناظرہ سے نہیں ہے) اردو میں پڑھائی جائیں اور موافق ضرورت حساب و تاریخ جغرافیہ پڑھایا جائے۔ جس وقت اردو میں بخوبی استعداد حاصل ہو جائے تو فارسی شروع کرائی جائے۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ دستکاری جو عورتوں کے لئے پڑھنے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ مثلاً چکن نکالنے کپڑے سینے وغیرہ کے لئے وقت مقرر کیا جائے۔ پابندی اوقات کا خیال رکھا جائے۔

کتابیں اردو کی ہوں یا فارسی کی وہی پڑھائی جائیں جن سے اخلاق اور انتظام خانہ داری کے متعلق معلومات وسیع ہو۔ کفایت شعاری کے فوائد سمجھ سکے۔

خیال رکھا جائے کہ مخرب اخلاق ناول و فسانے لڑکیوں تک نہ پہنچ سکیں مثلاً ناول سکینہ بنت حسین جس کا لائق مصنف ایک امر زادی کی ہتک کرنے کے علاوہ ایک بڑے اخلاقی گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ یا کنیز فاطمہ جس میں قابل مصنف نے ایک فرضی شریف زادی کو ایکٹریس بنا کر چھوڑا ہے۔ خداوہ دن ہم کو نہ دکھلائے کہ ہماری بہنیں بیٹیاں فرضی کنیز فاطمہ کا نمونہ بنکر تھیٹر میں

سبز و سُرخ پری کا پارٹ کریں۔ اِن کے علاوہ اَور سینکڑوں مخربِ اخلاق وتہذیب ناول موجود ہیں جو مردوں کے اخلاق پر بھی بُرا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اُردو اور فارسی میں اچھی طرح مشق بہم پہنچانے کے بعد قرآن مجید پڑھایا جائے اسوقت اُس کا علم اور اُس کی عقل آسانی سے کلام پاک کو بامعنی اور جلد پڑھنے اور سمجھنے میں کافی امداد پہنچائینگے۔ اِس وقت قرآن شریف کا پڑھنا ایک خاص اثر ڈالیگا۔

اِس کے بعد انگریزی پڑھانا بھی ضروری ہے۔ طب یونانی یا ڈاکٹری کا اِس قدر پڑھانا بھی لازمی ہے جس سے وُہ اپنے بچّوں کو صدہا بیماریوں سے جن میں وہ صرف ماں کی غفلت سے آئے دن مبتلا رہتے ہیں۔ محفوظ رکھ سکے۔

مذہبی و اخلاقی تکمیل کے بعد جس علم کو جس قدر حاصل کرے نہایت مناسب ہے۔ اس کی وہی مخالفت کرسکتا ہے جو عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتا ہو

سید علی حیدر زیدی

غالباً حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے ایک دفعہ بازار میں دیکھا کہ ایک جوان شخص ایک بڑھیا عورت کو کندھے پر اٹھائے آرہا ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بڑھیا اس جوان کی ماں ہے۔ فرمایا یہ شخص مادرانہ حقوق ادا کر رہا ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ جوان کہنے لگا امام! آپ کو میری اندرونی کیفیت نہیں معلوم۔ جس وقت مجھ میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ اپنے ہاتھ سے مکھی اُڑا سکوں اور یہ مجھے گود میں اٹھاتی تھی اسوقت محبت کا دریا اس کے دل میں لہریں لیتا تھا۔ یہ میرے مقابلہ میں سلطنت بھی ہیچ سمجھتی ہوگی۔ لیکن آج جبکہ میں طاقتور جوان ہوں اور یہ اپاہج تو اسکی زندگی مجھے وبال اور اسکی خدمت بار ہے لیکن جب بھی خدمت اسکے سپرد تھی تو یہ میری ذرا سی میری ادنیٰ تکلیف کے مقابلہ میں بھی اپنی جان قربان کرنے کو موجود ہوگی اور میں اس کے مرنے کا منتظر ہوں کہ کسی طرح اس مصیبت سے چھٹی پاؤں۔

ساس اور بہو

ساس اور بہو کا رشتہ بلحاظِ نوعیت ایک عجیب اور قابلِ قدر رشتہ ہے۔ بہو دو بول یعنی عقدِ نکاح میں آکر گویا ترکیب کیمیاوی پاتی ہے۔ اُس کا نفع سسرال والوں کے نفع سے۔ اُس کی عزت اُن کی عزت سے۔ اُس کی وقعت اُن کی وقعت سے۔ اُس کی خوشی اُن کی خوشی سے۔ اُس کا رنج اُن کے رنج سے۔ غرض اس کی زندگی انکی زندگی سے بالکل وابستہ ہوجاتی ہے۔ والدین کی تربیت و نگرانی سے علیحدہ ہوکر وہ حقیقی وارث (شوہر) اور مجازی والدین (ساس اور سسرے) کے زیرِ سایہ اپنی نئی زندگی کا پہلا دور شروع کرتی ہے۔

ہندوستانی ماؤں کو اپنے بیٹا بیٹی کے شادی۔ بیاہ کا جس قدر شوق اور چاؤ ہوتا ہے۔ غالبًا اس سے کوئی ہندوستانی دُنیا دار ناواقف نہ ہوگا کہ بڑی کوشش نہایت مصروفیت۔ اور بے انتہا تگ و دو سے منگنیاں کیجاتی اور دل کے ارمان نکالے جاتے ہیں۔

چونکہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا تمام انحصار ساس یعنی لڑکے کی ماں پر ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ساس اس انتخاب کی خود قدر کرتی۔ اور دُوسروں کی نظروں میں اپنے آپ کو مردم شناس اور "بہو" کو قابلِ قدر و منتخب ثابت کرتی۔ لیکن صورت معاملہ اس کے برعکس۔ بالکل اس کہاوت کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔ کہ "جب تک بہو کنواری ساس گئی واری۔ بہو کا آیا ڈولا ساس کے لگا گولا"۔

ہاں تو خیر شادی ہوتی ہے۔ اور حد درجہ کے اخلاص اور بے انتہا خوشی سے دلہن کا خیر مقدم کیا جاتا ہے لیکن زیادہ عرصہ نہیں گذرنے پاتا۔ کہ یہ گرم جوشی سوڈا واٹر کے جوش کی طرح بالکل ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور اگر بخت و اتفاق سے دولہا میاں کچھ اُدھر متوجہ معلوم ہوتے ہیں تو اوّل حضرت ہی سے۔ سعادتمندی۔ خدمتگذاری۔ فرمانبرداری۔ غرض کہ نیک چلنی کا سرٹیفکیٹ ضبط کر لیا جاتا ہے۔

رہی دلہن۔ اس غریب کا تو کیا پوچھنا۔ جب تک نئی نویلی رہی معذور رکھی گئی۔ اِدھر شادی پر سے برس چھ مہینے گذرے۔ اُدھر بی ساس صاحب آڑی ترچھی آنا شروع ہوئیں۔ اوّل اوّل اشاروں کنایوں میں دل کا بخار نکالا پھر ماما۔ چھوچھو۔ دوا دائی کی آڑ میں ملاحی شروع کیں۔ اور جب تشبیہ و استعارے بے مزہ معلوم ہونے لگے۔ یا یہ فیشن پُرانا ہو چلا۔ تو نیا ٹھاٹھ بدل۔ کُھلم کُھلا۔ مورچہ بندی کی۔ اور انگنائی اچھا خاصہ میدان جنگ بن گئی۔

اب اگر بہو پاس پڑوس کی شرم۔ نیک نہادی۔ یا اپنی رُسوائی کے خیال سے ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتی۔ تو اس کو بد دماغ۔ مغرور۔ اور بس کی گانٹھ کہا جاتا ہے۔ اور اگر بول پڑتی ہے۔ تو بے حیا۔ بے غیرت۔ مُنہ پھٹ۔ اکھل کُھری اور کیا کیا کہلاتی ہے۔

ہم بہو کو بالکل بے گناہ اور بے قصور نہیں سمجھتے۔ اُس کو بھی خطاکار اور مجرم مانتے ہیں۔ لیکن کم۔ اس خانہ جنگی کا زیادہ سبب اکثر اوقات ساس ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ مقابلتاً تجربہ کار۔ دانا اور عُمر رسیدہ ہوتی ہے۔ خطاپوشی اور رہنمائی اس کا فرض ہے۔ بہو کے اخلاق و عادات کی اصلاح وہ خود کر سکتی۔ یا بہنوں۔

بہنیلیوں ہمجولیوں۔ سہیلیوں کی وساطت سے کراسکتی ہو۔ پھر کہاں کی دانائی ہو کہ خواہ مخواہ لڑائی مول لیجائے۔

جب یہ ہنگامہ بپا ہوتا ہو۔ تو گھر میں دو فریق ہوجاتے ہیں۔ ایک بہو کا خیرخواہ دُوسرا ساس کا جانبدار۔ اور خوب لگاتے بجھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال خواہ کسی وجہ سے ہو اوّل بہو ساس کے ساتھ تُو تُو مَیں مَیں اور دُو بدُو نہیں ہوتی آخر کہاں تک؟ وُہ بھی آدمی ہو۔ ساس کے کڑوے بول سُنتے سُنتے کلیجہ پک جاتاہو۔ انجام کار یہ مواد پھُوٹ بہتا ہو۔ اور خوب دِل کی بھڑاس نکلتی ہو۔

ساس سلطنت منزل یعنی گھر کی چار دیواری کے اندر بمنزلہ خود مختار بیگم کے ہوتی ہو۔ بہُو کا تلخ جواب نہیں سُن سکتی۔ پنجے جھاڑ کر اُس کو چمٹ جاتی ہواور ایک مستقل جنگ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہو۔ بات بات پر ایک آدھ جھوڑ ہو جاتی ہو ایک دُوسرے کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوتا۔

دیکھنا یہ ہو کہ آخر اس رشتے میں ایسا کیا زہر ملا ہو۔ جو یہ شرمناک واقعات پیش آتے ہیں۔ چاہئے تو تھا یُوں کہ ساس جس طرح بہو کو پرکھ پرکھا کر لائی تھی۔ اسکو عزیز رکھتی۔ اور بھاری بھر کم رہ کر اس کو اپنا مطیع و فرمانبردار بناتی اور بہو کو لازم تھا کہ ساس کا ادب ملحوظ خاطر رکھتی۔ اور ماں کی جگہ سمجھتی۔ اُلٹا ایک دُوسرے کی صُورت سے بیزار ہوجاتے ہیں۔

اگرچہ اصولاً موجُودہ طرزِ تمدن کے خراب نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ بھی کہا جاسکتاہو لیکن دُوسری وجہ اس کی عام جہالت بے علمی اور سُوء تربیتی بھی ہو۔ لڑکی ایسی جماعت میں نشوونما پاتی ہو۔ جہاں دِن رات "ساس نند موئی جنم کی بَیرن"۔

کے گیت گائے جاتے۔ اور اُن کے بغض وحسد کی کہانیاں کہی جاتی ہیں کوئی ساس نند اور دیورانی جیٹھانی سے بہ ادب وملاطفت ملنے اور بہ حسنِ اخلاق پیش آنے کا مشورہ دیتا ہے۔ اور نہ یہ خود ایسا کرتی ہے۔ اور چونکہ میکے میں چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ایسی ہی نامعقول اور بیہودہ باتیں سُنتی رہتی ہے۔ اس لئے ساس" نند" کا بیر مذہبی باتوں کی طرح اُس کے ذہن نشین ہوجاتا ہے۔ آگے سُسرال والے بھی اسی کھبت کی دساور ہوتے ہیں۔ یہاں ویسے ہی واقعات پیش آتے ہیں۔ جو ماں بھاوج اور بہنوں میں دیکھ آئی ہوتی ہے۔ طرفین میں جہالت کسی کو سیدھی راہ نہیں سُوجھنے دیتی۔ لہٰذا یہ اپنی واجب التعظیم بزرگ اور وہ اپنی آس مراد سے یوں کٹی مرتی ہے۔ جیسے کوئی جانی دشمن تعلیم وتربیت ہی سے اس شرمناک جُوتی پیزار کا دفعیہ ہو تو ہو۔ ورنہ اس سلسلہ کا منقطع ہونا معلوم۔

اگرچہ مُلک میں عورتوں کو تعلیم دلانے کا شوق پیدا ہو چلا ہے۔ اور اکثر مقامات میں مدارس نسوانی قائم بھی ہوگئے ہیں۔ اور بعض تعلیم یافتہ خواتین بھی میسر آسکتی ہیں۔ لیکن ابھی مدت دراز تک ضرورت ہے۔ کہ تعلیم یافتہ اور مہذب مرد اور سلیقہ شعار وشائستہ پڑھی لکھی بیبیاں اپنی اپنی جگہ ان ناگوار واقعات وحالات کی اصلاح کے لئے کوشش بلیغ فرمائیں۔ اگر طرفین میں اس خانہ جنگی کے خلاف خیالات پیدا ہوجائیں۔ اور کم از کم بہو ساس کا ادب واجب فرض سمجھنے لگے۔ تو ہمیں یہ یقین کرنے کی ایک وجہ پیدا ہوجائے۔ کہ یہ خانہ جنگی عنقریب ہمارے مُلک سے رخصت ہونے والی ہے +

علمدار حسین واسطی

سیّدۃ النّسا

حضرت علی کے اس جواب پر آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ آئی فرمایا علیؓ تلوار کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا دشمنوں کے مقابلے اور اپنی حفاظت کیواسطے یہ ضروری چیز ہے۔ رہا اونٹ اسکو علیحدہ کرنا بھی مشکل ہے۔ البتہ ایک زرہ رہ گئی۔ میں فاطمہ کو تمہارے نکاح میں دینے پر رضامند ہوں۔ اسی زرہ کی قیمت میں سے مہر بھی ہوجائیگا اور ضروری سامان بھی۔ اتنا سنتے ہی حضرت علی ہشاش بشاش ہو گئے خوش خوش باہر نکلے اور زرہ کے بیچنے کا ارادہ کیا۔ رستہ میں ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں بزرگوں نے کیفیت پوچھی حضرت علی نے مفصل حال بیان کیا اور کہا رسالت مآب ابھی مسجد میں تشریف لاتے ہیں تجویز یہ ہوئی ہے کہ لوگ مسجد میں جمع ہوجائیں۔ تاکہ نکاح کا علم سب کو ہوجائے۔

صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت علی باہر چلے گئے تو رسولِ اکرم نے حضرت سیدہ سے فرمایا کہ علی تیری خواہش لیکر میرے پاس آیا ہے جس کے جواب میں سیدۃ النسا خاموش ہوگئیں۔ سرورِ عالم باہر آگئے اور فرمایا فاطمہ کی خاموشی اُس کی رضامندی ہے۔

ابوبکر صدیق عمر فاروق معہ علی کرم اللہ وجہہ کے مسجد میں آئے ابھی اندر نہ پہنچے تھے کہ جناب سرورِ کائنات بھی تشریف لائے۔ چہرہ مبارک سے خوشی ٹپک رہی تھی بلال سے کہا کہ مہاجر و انصار کو جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہوگئے تو آنحضرت

منبر پر تشریف لائے اور بعد خطبہ فرمایا میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کو چار سو مثقال کے عوض علی کے نکاح میں دیا۔ اسکے بعد حضرت علی سے فرمایا اے علی اٹھو اور خطبہ کے قاعدہ کو بجالاؤ چنانچہ حضرت علی اٹھے اور فرمایا تحقیق میرا نکاح رسول اللہ صلعم نے اپنی ارجمند صاحبزادی فاطمہ کے ساتھ کیا اور مہر میری زرہ مقرر کی میں اس پر راضی ہوں مسلمانوں کی جماعت اس نکاح کی گواہ ہوئی اور چاروں طرف سے دعاؤں کی آوازیں آنے لگیں۔

نکاح ہو چکا تو رسالتمآب نے فرمایا علی جاؤ زرہ بیچ ڈالو اور اسکی قیمت مجھے لا دو۔ چنانچہ حضرت علی زرہ بیچنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ عثمان غنی نے زرہ خریدی اور چار سو درم حضرت علی کو دیئے۔ جس وقت زرہ حضرت عثمان اور قیمت حضرت علی کے قبضہ میں آگئی تو حضرت عثمان نے کہا اے علی! یہ زرہ تم کو مجھ سے اچھی معلوم ہوتی ہے زرہ بھی لیجاؤ میں نے قاعدہ شرعی سے تم کو ہبہ کی۔ حضرت علی نے وہ زرہ لی اور قیمت چادر کے ایک کونے میں باندھ کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا سرور کائنات نے حضرت عثمان کے حق میں دعا کی اور مٹھی بھر کر درم حضرت ابو بکر کو دیئے۔ تاکہ سامان ضروری خرید لائیں سلمان اور بلال کو ساتھ کیا کہ اگر کوئی وزنی چیز ہو تو لانے میں مدد دیں۔ ابو بکر صدیق کا بیان ہے میں نے وہ درہم گنے تو تین سو ساٹھ تھے۔ اب میں نے حضرت سیدہ کا جہیز تیار کرنا شروع کیا۔ ایک بچھونا ایک چمڑے کا تکیہ جس میں اون بھرا ہوا تھا۔ ایک مٹی کا پیالہ چند مٹی کے آبخورے ایک پردہ یہ سب چیزیں لیکر میں سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسالتمآب نے جسوقت یہ سامان دیکھا تو چشم مبارک میں آنسو بھر آئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ برکت دیجیو اس قوم کو جسکے بہتر سامان مٹی کے برتن ہیں ✦

باقی آئندہ

رضیہ بیگم

[illegible]

اِنصاف

اِنساں کی جبلت میں ہے اِنصاف و عدالت — خوش رہتی ہے انصاف سے ہر نیک طبیعت
سنتے ہیں جو مظلوم کا افسانۂ ادبار — ہوتا ہے غم و رنج و الم دل کو نہایت
ملتی ہے سزا یابیِ دشمن کی خبر جب — ہو جاتی ہے بس شاد وہ مغموم طبیعت
اے دوستو اب اسکو سنو کان لگا کر — ہوتی ہے بیاں دختِ برہمن کی حکایت
کہتے ہیں کسی شہر میں تھا ایک برہمن — آسودہ و خوشحال زمانہ میں نہایت
اچھی سی اسے بیٹی ایک اللہ نے دی تھی — ماں باپ کو تھی جس سے بہت اُلفت و رغبت
سسرال سے وہ باپ کے گھر آئی ہوئی تھی — اور آئے ہوئے ہو بھی چکی تھی اُسے مدت
اب اسکو بلانے کے خطوط آئے ہوئے تھے — ماں باپ کی خواہش تھی کہ کر دیں اسے رخصت
ایک رہتا تھا تجار قریب اسکے مکاں کے — تھی جس سے برہمن کو نہایت ہی محبت
رکھتے تھے نشست ایک جگہ اپنی وہ اکثر — تھے معتبر اور معتمد آپس میں نہایت
تجار نے ایک روز برہمن سے کیا ذکر — ہے مجھ کو فلاں شہر میں جانے کی ضرورت
تجار سے یہ سنکے برہمن نے کیا عزم — ساتھ اس کے کرے اپنی وہ دختر کو بھی رخصت
القصہ کیا ہمرہ تجار روانہ — دیکر اسے اسباب و زر و زیور و دولت
کدھے سے زیادہ وہ سفر کر چکے جب طے — چلنے لگے لو پڑنے لگی دھوپ بشدت
ٹھہرائی درختوں کے تلے جا کے سواری — دو چار گھڑی تاکہ ملے سایۂ راحت
پانی کی تجسس میں گیا ہانکنے والا — تھے پیاس سے بیکل اسکے جو بیتاب نہایت
اُسوقت بدی آگئی تجار کے دل میں — اک دختِ برہمن کا جو دیکھا زر و دولت

وہ تیشہ کو پتھر پہ لگا تیز جو کرنے | دہشت سے اڑی دختر مذکور کی رنگت
جب دل نہ رہا بس میں تو نجار سے پوچھا | کس کام کی خاطر ہے چچا تم کو یہ عجلت
بولا کہ میں چھانٹوں گا اشجار کی شاخیں | بیلوں کے لئے ہے مجھے چارہ کی ضرورت
القصہ کھڑا ہو کے پس دخت برہمن | نجار ستمگار نے کی قتل کی جرأت
جس وقت کہ تیشہ کو یہ قتل اٹھایا | آئی نہ ذرا یاد برہمن کی محبت
بیٹھا تھا وہاں مار سیہ شاخ شجر پر | تیشہ جو اٹھا سمجھا وہ آئی مری شامت
نجار ستمگار کو فوں کر کے جو کاٹا | جان اُسکی جہنم کی طرف کر گئی رحلت
کیا اچھا ہوا اس نے جو نجار کو کاٹا | ہر شخص یہ کہتا تھا جو سنتا تھا حکایت
ہو جاتی اگر قتل برہمن کی وہ دختر | ہوتا غم و اندوہ و الم دل کو نہایت
دونوں میں سے تھی موت ضرور ایک کی آئی | نجار کی تھی یا دخت برہمن کی تھی رحلت
تیشہ سر دختر پہ جو دیکھا تو ہوا رنج | نجار کے مرنے سے ہوئی شاد طبیعت
ظالم سے ہے انسان کا دل کیوں متنفر | کس واسطے مظلوم کی کرتا ہے حمایت
بہنو میری! اس رنج و خوشی کا یہ سبب ہے | انسان کے نیچر میں ہے انصاف و عدالت

دنیا میں اگر رہ کے ہم انصاف کرینگے
اس داور داوار کی بھی ہوگی عنایت

صفیہ خاتون

بزمِ عصمت

ہم بیحد خوشی سے محترمہ ممتاز جہاں بیگم صاحبہ کے اس خط کو نقل کرتے ہوئے انہیں اور نواب بیگم صاحبہ اوف سچین کو دلی مُبارکباد دیتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم مولود مسعود کو عمر طبعی عطا فرمائے اور والدین کے سایۂ عاطفت میں اس نونہال کو پھولنا پھلنا اور پروان چڑھنا نصیب ہو۔ آمین۔

میری پیاری بہن ایڈیٹرس صاحبہ عصمت! تسلیم۔ ایک خوشخبری عصمت کے کسی گوشہ میں درج کرنے کے لئے روانہ کرتی ہوں۔ میرے داماد نواب ابراہیم خاں مبارزالدولہ نصرت جنگ بہادر آف سچین اور میری بیٹی سُلطان جہاں نواب بیگم صاحبہ آف سچین کے ہاں مورخہ ۲۵ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۰۹ء کو بوقت دوپہر ڈیڑھ بجے خدا تعالیٰ نے فرزندِ نرینہ عطا کیا۔ پیدائش کے روز ریاست سچین میں بہت بڑی دھوم دھام ہوئی۔ گیارہ توپیں سر ہوئیں اور بہت خیرات غریب و محتاج رعایا کو بٹی۔ اللہ تعالیٰ نونہال کی عمر میں برکت دے اور اپنے والدین کے سایہ عاطفت میں پرورش پانا پھلنا پھولنا نصیب کرے۔ ولیعہد کا نام نواب محمد حیدر خان عُرف بابو میاں رکھا گیا۔ چھٹی کی تقریب میں مردانہ زنانہ معزز مہمان شامل تھے۔ نواب صاحب نے چھٹی اور عقیقے کا جلسہ اور دربار بڑی شان و شوکت و دھوم سے کیا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیریت ہو۔

راقمہ

خاکسار ممتاز جہاں بیگم نواب زادہ نصراللہ خاں بیرسٹر ایٹ لا سچین

جواہر عزیزہ مسز محمد شمس الدین صاحب کی عنایت قابل شکریہ ہے کہ باوجود عدیم الفرصت ہونیکے اپنی بہنوں کے لئے ایک نہ ایک نایاب نسخہ ارسال فرمارہی ہیں:۔

آلو کے لوز بنانے کی ترکیب

نمبر شمار	نام اشیاء	تعداد وزن	ضروری ہدایات
۱	۲	۳	۴
۱	آلو	ایک سیر	
۲	دودھ عمدہ	ایک سیر	
۳	شکر قند	۲ سیر	اس میں پاؤ سیر کا آٹا پیسکر علیحدہ رکھو
۴	گھی خالص	نیم سیر	
۵	کھویا	تین پاؤ	
۶	مغز بادام	۵ تولہ	پوست نکالکر اسکے باریک بند تراش کر پکتے وقت ملادو
۷	پستہ	۵ تولہ	
۸	کشمش	۵ تولہ	
۹	زعفران	۲ ماشہ	

آلو کو باریک تراش کر دودھ میں اچھی طرح گلالو اور منجملہ مذکورہ بالا شکر کے پونے دو سیر کینے میں شریک کردو اور پاؤ سیر کا آٹا بناکر علیحدہ رکھو جب آلو اچھی طرح گل جائیں تو دوسرے مندرجہ بالا اجزاء شریک کرکے حلوے کی طرح پکاؤ حلوا جب گولہ بننے لگے تو جس قدر دبیز چاہو ایک سینی میں پھیلا کر شکر کا پیسا ہوا آٹا اس پر پھیلادو سرد ہونے کے بعد ٹکڑے یا لوز کاٹ لو اور خیر الرازقین کا شکر کرتے ہوئے کھالو کر ہمیں مزہ یاد کرو۔

مسز محمد شمس الدین منشی فاضل

جو بہنیں ن۔ ب صاحبہ مرادآبادی کے اس معمہ کو حل کرینگی انکا خط معہ تاریخ و وقت خواہر موصوفہ کی خدمت میں روانہ کردیا جائیگا۔

معما:۔ ایک ترکی بادشاہ کے نام کے حرف ہیں عصمت کی خریدار بہنیں اسکو بتائیں کہ یہ کس بادشاہ کا نام ہے۔ جو سب سے پہلے اس کا جواب بھیجینگی انکو ایک مفید کتاب راہ نجات جس میں کہ ایک خوبصورت شامانہ رکھا ہوگا روانہ کیجائیگی۔ اور نمبر دوم کو صرف ایک راہ نجات بھیجی جائے گی۔ حرف:۔

ا۔ا۔ا۔ا ت۔ح۔ح۔د۔س۔ص۔ط۔ف۔ل۔ل۔ن۔ن۔لا۔ی

[illegible]

عالمِ نسوان

شیخ عبداللہ صاحب سکرٹری نمائش صنعت نسواں اعلان کرتے ہیں کہ حسب معمول کانفرنس کے ساتھ رنگون میں بھی دسمبر آئندہ میں زنانہ نمائش ہوگی۔ امسال بہت کافی وقت پہلے سے اعلان کر دیا گیا ہے۔ تاکہ جو خواتین اس نمائش میں اپنی اشیاء بھیجنا چاہیں اُنکو تیاری کا کافی وقت مل جائے۔ رنگون میں اشیاء کے بھیجنے کا یہ انتظام ہوگیا ہے کہ جو حضرات نمائش کے لئے اپنے مصنوعات بھیجنا چاہتے ہیں۔ وُہ اُن چیزوں کو اول موم جامہ میں لپیٹ کر اور پھر لکڑی کے بکس میں بند کر کے بنام بشیر مرزا صاحب نمبر ۵۳ رتو سرکار لین کولو ٹولہ کلکتہ بھیجدینگے اور وہاں سے بشیر مرزا صاحب کمیٹی کے خرچ سے بذریعہ کمپنی جہاز کے رنگون پہنچا دینگے کمیٹی نمائش پھر یہ اشیاء اپنے صرفہ سے معرفت بشیر مرزا صاحب موصوف مالکوں کے پاس بحفاظت بھیجدیگی۔ اس طرح پر صرف کلکتہ تک محصول مالکوں کو دینا پڑیگا۔ باقی سب کمیٹی برداشت کریگی۔ ابتک مسلمان خواتین نے اُن کل نمائشوں میں جو ہندوستان میں ہوئیں قوم سے اپنی صنعت کی داد پائی۔ اب غیر ملک میں نمائش ہونیوالی ہے۔ اُسکے لئے زیادہ تیاری کی ضرورت ہے۔ تاکہ برہما کی خواتین کے مقابلہ میں بھی وہ کم نہ رہیں۔

تبریز کی آخری لڑائی کے بعد جس وقت شہدا کو غسل دینے لگے تو معلوم ہوا کہ شہیدوں میں بائیس عورتیں ہیں جو مردانہ لباس سے آراستہ ہو کر میدان جنگ میں آئیں اور ملک و قوم پر قربان ہوگئیں۔

ماہ گذشتہ میں جب شہر کناس سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک ریل گاڑی دریائے مصوری میں گری اور بہت سے مسافر سخت زخمی ہوئے تو ایک ہمدرد خاتون ڈاکٹر ٹرزلونیونگ نے ۲۷ مسافروں کی موقعہ پر مرہم پٹی کی اور انکو سخت تکلیف سے بچایا۔

ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے واسطے بارہ سو روپیہ سالانہ بطور امداد مقرر فرمایا۔

---

۴ ماہ حال دوشنبہ کو سہ پہر کے وقت راجہ صاحب نابھہ نے شملہ میں بچوں کو ایک پارٹی دی جس میں ہر ایکسلنسی کونٹس منٹو اور لیڈی ڈین صاحبہ شریک تھیں۔ وائسرائے کا بینڈ باجہ بج رہا تھا اور مہمان بچے اپنے کھیلوں سے حاضرین کو محظوظ کر رہے تھے۔

پنی بہنوں د

ے لئے ہمارے ہاں سب قسم کا سامان موجود ہے۔ فہرست
سا چیز کی ضرورت ہو بلا تامل تحریر فرمایئے۔ فوراً تعمیل ہوگی
نرخ ہمارے ہاں ایک ہی مقرر ہے خواہ کوئی صاحب دکان پر آکر خریدیں یا
باہر طلب فرمائیں۔ باہر کی فرمائشوں کی نہایت توجہ اور عجلت سے تعمیل ہوتی ہے
چھوٹے شہروں میں عام جگہ ایسی چیزیں میسر نہیں آتیں۔ اب فہرست پیش کیجاتی ہے۔
ٹالی وغیرہ بننے کے ہر قسم کے سوت اور ریشم۔ کروشیٹ سلائیاں۔
اونی زنانہ بنیانیں مختلف وضعوں کے لیس۔ جرابیں۔ ریشمی و سوتی رومال۔
دانت کے برش۔ پوڈر اور سب قسم کی خوشبوئیں۔ صابون سب قسم کے۔ مکان
کی آرائش و سجاوٹ کے سامان تصویریں وغیرہ۔ چھوٹے چھوٹے
خوبصورت قینچی۔ کے کاغذ اور لفافے تصاویر والے کارڈ۔

بچوں کے لئے

موزے بنیان۔ فراک۔ ٹوپیاں۔ اور سب قسم کی ضرورت کی چیزیں موجود ہیں

عبدالرشید برادرز جنرل مرچنٹ انارکلی لاہور

رانڈل صاحب کا بوارنیوال

[illegible] مدت سے انگریزی گولیاں ان امراض کے لیے استعمال میں آرہی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر [illegible] کی جو بہت مشہور ہیں چند سال ہوئے ڈاکٹر رانڈل نے ایک ترکیب خاص سے اس کا جوہر لطیف نکالا [illegible] جوہر جس دوا سے ہوگا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اس مؤثر جوہر کا نام بوارنیوال ہے۔ یہ ایک [illegible] ہے جس میں کافور اور ویلیرین کی ہلکی سی بو ہے۔ اور یہ دوا اس طرح جسم کی تحریک شفاء [illegible] ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر تریاق اعصاب سمجھتے ہیں۔

بوارنیوال قلب کے بے قاعدہ فعل مثلاً اختلاج بے چینی تنگی نفس بہت ہی [illegible] [illegible] علت۔ دوران سر جملہ امراض کے لئے مفید ہے خواہ یہ ہمارے نظام عصبی کے کسی نقص سے پیدا ہوئے ہوں یا خون کی کمی سے۔ اس دوا کے استعمال کرتے ہی تنفس قوی ہو جاتی ہے۔ درد کم ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت میں سکون آجاتا ہے۔ [illegible] کی تکلیفیں دو تین گولیاں استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں۔ ایک مریض کو بے خوابی کی سخت شکایت تھی کہ وہ بالاخانے سے گر کر مرنے کو تیار رہتا تھا۔ کہ چند روز بوارنیوال استعمال کرنے سے اس نے شفا پائی

مستورات کے لیئے ابتدائی اور اخیر زمانے میں جو تبدیلی حالت ہوتی ہے اسوقت بوارنیوال خاص طور پر بیش بہا دوا ہے۔ اس کے استعمال میں کوئی ضرر نہیں عصبی [illegible] اور خون کی کمی میں جو بے اعتدالیوں سے پیدا ہو جاتی ہے۔ بوارنیوال نہایت سریع الاثر اور تسلی دہ دوا ہے۔

خوراک دو یا تین گولیاں ایک قہوہ گرم دودھ چائے۔ کافی۔ کوکو وغیرہ کے ہمراہ

قیمت ۲۴ گولیوں کی ایک شیشی چھ عانہ علاوہ محصولڈاک

شہر کے انگریزی دوافروشوں سے طلب کرو یا

ایبرکت اینڈ کمپنی دہلی سے خریدو

اسٹرنس سپریما کریم

یہ نہایت موثر غازہ ہے۔ اس کے استعمال سے چہرہ کی جلد ملائم اور صاف رہتی ہے
چھائیاں۔ مہاسیاں۔ پھنسیاں سب رفع ہو کر رنگت میں خوشنمائی آجاتی ہے۔ دھوپ سے
چہرہ سانولا پڑ جائے تو اس کے استعمال سے پھر اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ پھٹے
ہوئے ہاتھوں اور ہونٹوں کے لئے بھی عجیب چیز ہے۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ (عہ)

اسٹرنس ہیڈیک کیور

یہ دوا سر کے درد کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ استعمال کرتے ہی فوراً آرام ہوتا ہے
خواہ کسی قسم کا درد کیوں نہ ہو۔ زیادہ تکان سے پیدا ہوا ہو یا بیخوابی سے۔ بدہضمی۔
کثرت مطالعہ وغیرہ سے یا مستورات کی حالت میں کسی خاص قسم کے ضعف سے
ہر صورت میں یہ دوا تیر بہدف ہے۔

سر کے درد کی جو جو سب سے عمدہ دوائیں آجتک اطبا اور ڈاکٹروں کو معلوم ہیں
وہ اس نسخہ میں شامل کی گئی ہیں لطف یہ کہ ذرا بد ذائقہ نہیں نہ اس سے معدہ میں
کوئی خلش پیدا ہوتی ہے۔ نہ متلی۔ بالکل بے ضرر چیز ہے۔ قیمت فی بکس (۱۲) ۱۲؍ عہ

زامول ٹروکیسز

واعظوں تقریر کرنے والوں لکچر دینے والوں اور گویوں کے لئے سب سے عمدہ حلق کو طاقت دینے
کی دوا۔ یہ بالکل انوکھی دوا ہے۔ اس کا اثر منہ میں رکھتے ہی فوراً شروع ہوجاتا ہے۔ کھانسی
تھم جاتی ہے اور چند منٹ میں گلے کی خراش میں افاقہ ہوجاتا ہے۔ ان ٹکیوں میں کوئی
مخدر دوا نہیں۔ نہ ان سے معدہ میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ ایک دفعہ تجربہ
کرینگے تو یہی کہینگے کہ اس کا ایک بکس ہمیشہ گھر میں موجود رہنا چاہیے قیمت فی بکس ۱۲؍ عہ

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسران نامور ڈاکٹروں اہالیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سُرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سُرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند - جالا - ڈھلکا - غبار - پھولا - سبل - سُرخی - ابتدائی موتیابند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہیں - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سُرمہ یکساں مفید ہے - قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سُرمہ سے فائدہ اٹھائیں - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہوگا - ممیرے کا مفید سُرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ عہ مصری سُرمہ فی تولہ ہم خرچ ڈاک ذمہ خریدار - درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں +

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

اِن سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

۱ - میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں کی پانی بہت جانا - دھند - سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن اور کمزوری - نظر - ناخنہ - باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور اس پیپ کا گرنا - چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شے نہیں ہے اسلئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا محال ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیئے اس لئے میں بلا شک و شبہ کہدیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہے **راقم** ڈاکٹر ایم - بی سانگھی صاحب بہادر - ایم ڈی ایم آر سی ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ امرتسر -

۲ - جناب سردار صاحب! تسلیم میں نے آپ کا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا - میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سُرمہ کمزوری چشم کے لئے بہت مفید ہے - میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں حتیٰ کہ بار ایک بہر کام کرنے سے معذور ہو جاتا تھا اب میری یہ کیفیت ہے کہ صرف چار روز کے استعمال سے تمام دن بخوبی کام کر سکتا ہوں **راقم** میاں خورشید محمد خاں خلف نواب یسین محمد خاں صاحب بہادر رئیس علی گڑھ

پانچہزار روپیہ انعام اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سنات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو اسکو مبلغ پانچہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو لاہور کے بنک میں اسی مطلب کیلئے تاریخ ۔۔ ۱۹۰۲ سے جمع کیا گیا

جلد ۳ — نمبر

یعنی

شرافِ ہندوستان بیبیوں کیلئے

نومبر — سنہ ۱۹۰۹

اردو میں

پاکیزہ خیالات علمی اور ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور

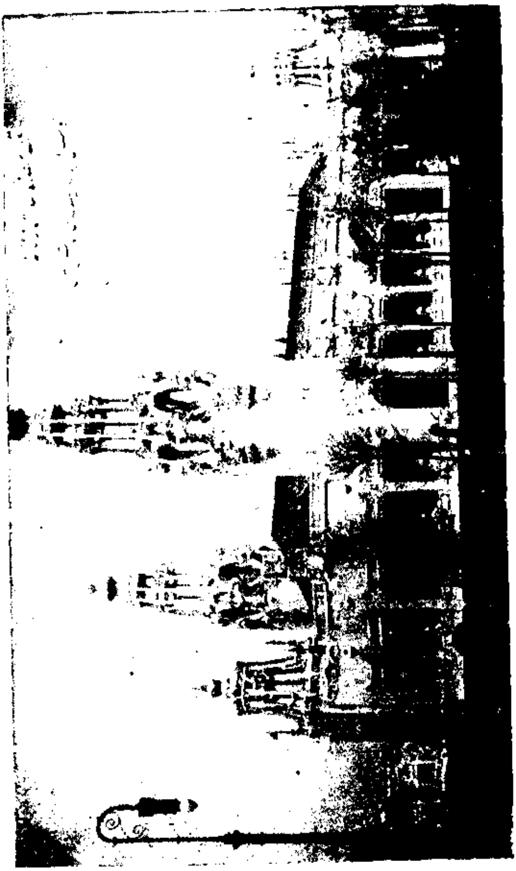
ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے

طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات اور مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

ایڈیٹرِ رسالہ شیخ محمد اکرام — جائنٹ ایڈیٹر مسز محمد اکرام

باہتمام شیخ محمد اکرام مجرزن پریس دہلی میں چھپ کر شائع ہوا

فہرست مضامین رسالہ عصمت ماہ نومبر ۱۹۰۹ء



عصمت

شاہ ایران

غور و تامل سے دیکھنے والی بہنوں کو انسانی تاریخ میں بیسیوں کیا سیکڑوں واقعات ایسے ملے ہونگے جو اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ شہنشاہ عظیم الشان ہو یا بہادر پہلوان ۔ انقلاب زمانہ نے چٹکی بجاتے میں تھتروں کے بیجوں کو پہنچا دیا اب یہ ہماری غفلت یا انسانیت کا تقاضا سمجھو کہ کبھی یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ ہماری موجودہ حالت پل مارنے میں بدتر سے بدتر ہو سکتی ہے۔ جو دم گذر گیا اچھا ہے اور جو وقت اطمینان سے بسر ہو رہا ہے غنیمت ہے۔ دُنیا اور ہر وہ چیز جو دُنیا میں موجود ہے فانی ۔ نہ انسان کو ثبات نہ انسانی حالت کو قرار۔ خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جنہوں نے عروج کے بعد زوال کی صورت نہ دیکھی اور دریائے انقلاب کی زبردست موجوں کے تھپیڑے نہ کھائے۔ عقل و ہوش والی بہنیں اس نعمت کا شکر کریں اور یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ آسمان طوطے کی طرح دیدے بدلنے والی چیز ہے اسکو رُخ پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ یہ پیرزال دُنیا مشہور بیوفا ہے اس نے ہزاروں اور لاکھوں ہم ہی جیسی اللہ کی بندیوں کو تخت شاہی سے

اُتار کر بھیک منگوا دی۔ تاج شاہی چھنا در در کی ٹھوکریں کھلوائیں۔ جو ہاتھ ہمیشہ سونے چاندی اور جواہرات سے کھیلتے رہتے تھے دُوسروں کے محتاج ہوگئے
امام ابو سفیان ثوری نے ہارون رشید کو ایک خط میں کیسی معقول بات لکھی ہے فرماتے ہیں :۔ سلطنت پر زیادہ گھمنڈ نہ کیجئو۔ یہ وفادار ہوتی تو تجھ تک نہ پہنچتی جس طرح ہرتی پھرتی تجھ تک آئی اسی طرح چند روز تیرے پاس رہ کر اوروں کے پاس جانے والی ہے۔ اس بے ثباتی کا ثبوت مامون رشید کی اس مناجات سے ملتاہے۔ جس وقت مرض الموت شروع ہوا تخت شاہی چھوڑ کر فرش خاک پر لیٹا۔ آسمان کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا:۔
"اے وُہ شخص جس کی سلطنت کو کبھی زوال نہیں آج اس شخص پر رحم کر جس کی سلطنت ختم ہوئی"۔
چند روز ہوئے میں نے تاریخ بغداد میں ایک ایسا واقعہ دیکھا جسکو سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور انقلاب زمانہ کی پُوری تصویر آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہے۔ جب ہارون رشید کا مشہور وزیر جعفر برمکی (یعنی وُہ شخص جس کی بخشش نے ہزاروں خاندان پونڈروں کے امیر بنا دیئے جس نے ایک ایک قصیدہ کے صلہ میں لوگوں کو مالا مال کر دیا جس نے ایک ایک سائل کو لاکھوں درم خیرات کئے۔ جس کے دروازہ سے مہمان مکانوں کے قبالے اور جائداد کے ہبہ نامے لیکر نکلے) قتل ہوچکا ہے تو ایک روز عید کی صبح کو جس وقت بغداد کے لوگ عیدگاہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ایک عورت اپنے لڑکے کے واسطے کپڑے درست کر رہی تھی۔ دفعتہً اس گھر میں ایک

بڑھیا عورت داخل ہوئی جس کے پاجامہ میں کئی پیوند تھے اور سر پر نہایت کثیف پھٹی ہوئی چادر تھی اس بڑھیا کی باتوں میں صاحب خانہ ایسی محو ہوئی کہ بچے کے کپڑوں کا بالکل خیال نہ رہا جب نماز کا وقت قریب آگیا تو لڑکا بادلِ ناخواستہ پہلے ہی کپڑوں سے چلا گیا۔ مگر واپس ہوکر ماں سے شکایت کی کہ اس بڑھیا کی باتوں میں آپ پھنسیں کہ میری عید کی خوشی بھی کرکری کر دی۔ یہ بڑھیا کون تھی؟ ماں نے یہ سنکر ٹھنڈا سانس بھرا۔ بیٹے کی طرف دیکھا اور دیکھکر کہا یہ خاتون جعفر برمکی وزیر ہارون رشید کی ماں تھی جس نے آج ہی کے روز گذشتہ عید کو چار سو خلعت گراں بہا تقسیم کیے تھے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ عبدالحمید خاں کی حسرت ناک کیفیت کان سن چکے ہیں آج وہی آواز محمد علی شاہ ایران کی بابت آرہی ہے۔ یہ وہی محمد علی ہے جس کے اوپر سے ہزاروں مسلمان اپنی جانیں قربان کر گئے اور آج جنگل بیابان میں سو رہے ہیں۔ یہ وہی شاہ ایران ہے جس کے ادنیٰ اشارے پر نمکخواروں نے مملکت ایران میں خون کے دریا بہا دیے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے تیوری پر بل آتے ہی سیکڑوں گھر غارت اور ہزاروں آدمی خانمان برباد ہوگئے۔ غرض جس شخص کے قبضۂ قدرت میں ہزاروں اور لاکھوں بندگان خدا کی جانیں تھیں جو ۲ جولائی کی رات کو یہ حکم دے رہا ہے کہ مفسدوں کا سر کچل دو۔ ان کا ایک مرد زندہ باقی نہ رہے۔ کی صبح اس پر یہ روز سیاہ لاتی ہے کہ شہر کے تمام حصوں پر گولہ باری ہو رہی ہے۔ خطرناک گولے محل شاہی سے آآکر ٹکرا رہے ہیں۔ فوج سپاہی نوکر چاکر جانوں کے خوف سے روپوش ہیں اور جس شخص کے تلووں سے پہنچے بڑے بڑے جلیل القدر

آنکھیں بچھاتے تھے آج اس کے پاس بیوی اور بچوں کے سوا اللہ کا نام ہے۔ بچے رُو رہے ہیں۔ بیگم گریہ وزاری کر رہی ہے اور محمد علی شاہ اتنا موقعہ ڈھونڈھ رہا ہے کہ اگر تھوڑی دیر کی بھی مہلت ملجائے تو بیوی بچوں کا ہاتھ پکڑ کسی طرف نکل جائے اے فلک کجرفتار اور اے دُنیائے ناپائدار! لعنت ہے تیری نیرنگیوں پر! محلوں کی بیٹھنے والی بیگم گم سُم کھڑی ہے پہلو اس بچے بھوک سے بیتاب ہو رہے ہیں اور مرزا محمد علی شاہِ ایران حسرت سے بیوی بچوں کا مُنہ تک رہا ہے۔ ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ ۱۶ تاریخ کو بادشاہ بیگم اور بچوں سمیت رُوسی سفیر کی پناہ میں مقام ارگندہ پہنچے اس وقت بیگم کی آنکھ سے آنسو بہ رہے تھے سفیر کی میم نے اپنے رُومال سے آنسو پونچھے اور ہر طرح کی تسلّی وتشفی دی۔

۹ ستمبر کی صبح اس سے بھی زیادہ دل خراش تھی۔ جس روز بادشاہ اور بادشاہ بیگم کو تخت وتاج سے دست بردار ہوکر جلاوطن ہونا پڑا دونوں میاں بیوی بیٹھے اپنی قسمت پر رو رہے تھے۔ وطن کی محبت تاجِ شاہی کا فراق کلیجہ مسل رہا تھا اور مصیبت پڑے دل اسوقت کا انتظار کر رہے تھے۔ جب طہران پر ایک آخری اور حسرت بھری نظر ڈال کر ملک وسلطنت کو ہمیشہ کے واسطے الوداع کہدیں۔

ایک ایرانی اخبار کا بیان ہے کہ محمد علی اس وقت دم بخود تھا مگر بیگم کی گریہ وزاری لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہی تھی۔ وُہ اپنے کلیجہ کے ٹکڑے پرنس سلطان احمد مرزا کے فراق سے ڈاڑھیں مار مار کر رو رہی تھی۔ شہزادے کی جُدائی جس کی عمر ابھی تیرہ سال کی ہے ماں کو خون کے آنسو رلوا رہی تھی۔ دُنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر تھی ہر چند لوگ تسلّی دے رہے تھے مگر وُہ بچہ کے مقابلہ میں سلطنت اور وطن سب کو ہیچ سمجھ رہی تھی

شہنشاہ بیگم کے اس فقرے سے جو اس وقت ایک انگریزی لیڈی سے کہا گیا جوٹ لگتی ہو یہ خاتون ہمدردی کے الفاظ کہہ رہی تھی کہ دفعتہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا اور حسرت سے کہا:-

"آپ دیکھتی ہیں مجھ پر کیا گذر گئی"

چار بجے کا سین نہایت دردناک تھا جب یہ انقلاب زمانہ کی تصویر دونوں میاں بیوی طہران سے روانہ ہوئے۔ لوگ کھڑے حسرت سے دیکھ رہے تھے بدنصیب بادشاہ اور مصیبت ماری بادشاہ بیگم گاڑی میں بیٹھے سلطنت کو خدا حافظ کہا اور اس گندہ سے رخصت ہوئے۔

بلقیس

ہمیں یہ دیکھکر بیحد مسرت ہوئی ہو کہ ناظرات عصمت روز بروز قدر دانی کی طرف زیادہ متوجہ ہو رہی ہیں۔ انکی کوشش صرف توسیع اشاعت اور مضمون نگاری ہی پر ختم نہیں ہو بلکہ وہ اپنی نادار بہنوں کو بھی اس علمی دسترخوان پر برابر بٹھانا چاہتی ہیں بیگم صاحبہ مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بانکی پور ایک سال کا چندہ عنایت فرماکر لکھتی ہیں کہ اس رقم سے عصمت کسی نادار بہن کے نام جاری کر دیا جائے اس لئے اعلان کیا جاتا ہو کہ جو بہنیں عصمت کے مطالعہ کا شوق رکھتی ہیں اور خریداری سے مجبور ہیں وہ اطلاع دیں اور بہن مسز مظہر الحق صاحبہ کی اس عنایت سے فائدہ اٹھائیں۔

برتنوں کا استعمال اور صفائی

میں نے اکثر گھروں میں دیکھا ہے کہ بعض سُست اور کاہل لڑکیاں برتنوں کے دھونے اور مانجھنے کی طرف اچھی طرح توجہ نہیں کرتیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علاوہ کراہیت اور گھن کے جب ان میلے کچیلے رات کے جھوٹے اور دن کے دھرے ہوئے برتنوں میں کھانا پکتا ہے تو باسی کھانے کے اجزا میل کچیل کسیاو وغیرہ تازے کھانے میں ملکر پیٹ میں پہنچتے ہیں اور صحت بگاڑ دیتے ہیں۔ تکلیف کی تکلیف ہوتی ہے خرچ کا خرچ ہوتا ہے۔ اور اگر وقت پر علاج کی طرف توجہ نہ کی گئی تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ہماری ہندوستانی بہنیں انگریزی خواتین کے میل جول سے متاثر ہو کر ان کے طرز معاشرت کی تو حد سے زیادہ دلدادہ ہو گئیں لیکن کبھی یہ بھی تو دیکھیں کہ ان میں وہ ایسا کیا جوہر ہے جس کی بدولت یہ آج اس قابل ہوئیں کہ ہم اُن کی ہر بات پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ وہ انکی محنت ہے۔ خواہ گھر میں ایک چھوڑ دس نوکر ہوں لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ یہ اُن پر قطعی بھروسہ کر کے اپنے فرائض سے غافل ہو جائیں۔ مثال کے طور پر اسی ایک برتنوں کی صفائی کو لے لیجئے۔ ناممکن ہے کہ باورچی یا خانساماں جب تک برتن کو دھو مانج کر چاندی کا پترا نہ کرلیں اس میں کچھ پکا سکیں۔ یہ اُن گھروں کی کیفیت ہے۔ جنکا شمار طبقہ امراء میں ہے۔ اور جنکو خانہ داری کے بہت سے کام خود کرنے پڑتے ہیں تاہم یہ نہیں ہوتا کہ وہ برتنوں کو نوکروں پر چھوڑ دیں اور آپ اس وقت کے منتظر رہیں۔ جب پکا پکایا ملے گے

آتا ہے۔ ایک دو دفعہ ضرور وُہ خود باورچی خانہ میں جائینگی۔ ہر چیز کی دیکھ بھال اُن کا فرض ہی اور اگر نوکر نے غفلت کی تو انکو اس میں کچھ عذر نہیں کہ وُہ اپنے ہاتھ سے برتن صاف کرلیں۔

اب رہے بیچ کی درجہ کے لوگ ایک آدھ نوکر اُنکے ہاں کبھی ضرور ہوتا ہے صبح اُٹھ کر باورچی خانہ کے متعلق اُنکا پہلا کام یہ ہی کہ وُہ برتنوں کو اچھی طرح سے دھو مانجھ کر صاف کرلیں یا اپنی نگرانی میں صاف کروالیں۔

جن بہنوں کو بڑے بڑے شہروں کے بازاروں میں گذرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ اُنھوں نے گاڑی کی جھلملیوں میں سے اتنا تو کبھی دیکھا ہوگا کہ خاصی اچھی عورتیں کنجڑے میوہ فروش بزاز وغیرہ کی دکان پر سے سودا لے رہی ہیں۔ اس کا جواب کوئی بہن یہ نہ دے کہ ہم تو باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ میری غرض صرف اُنکی محنت دکھانے کی ہی۔ جو کام اُن کے متعلق ہیں انکو انجام دینا وہ فرض سمجھتی ہیں۔ نہ یہ کہ خلافِ شان خیال کریں۔ برخلاف اس کے ہماری یہ کیفیت ہی کہ یہ ہی برتن پڑے ہیں۔ ماما آئی اور اُس نے ایک آدھ گیلا ہاتھ اندر باہر پھیر الگ کیا وُہ جانتی ہی کہ کوئی پہننے اُسنے والا تو ہی نہیں۔ جو کچھ ہوگیا بہت ہی۔ بیوی تو صرف اس کام کی ہیں کہ کھانا پکا پکایا ان کے آگے آیا اور اُنھوں نے اُلٹا سیدھا نکال الگ کیا۔

میں نے بعض گھروں میں دیکھا ہی اور میں نے ہی کیا اکثر بہنوں نے دیکھا ہوگا کہ پانی پینے کی آبخورے میں دُودھ اور کٹورے میں شربت آرہا ہی۔ اب دھونے اور مانجھنے کا سوال تو الگ ہی۔ پہلی تکلیف تو یہ ہُوئی کہ اگر کسی ناواقف

کو ضرورت ہوئی تو آبخورا لیا اور پانی سمجھ کر پھینک دیا۔ اور وہی آبخورا مٹکے میں ڈال پانی نکال لیا۔ مٹکے کا مٹکا خراب ہوا پانی کا الگ نقصان ہوا۔

المختصر برتنوں کے جائز استعمال کی ہم کو اشد ضرورت ہو۔ دھونا مانجھنا وغیرہ سب اسی میں آگیا۔ بارہا دیکھا ہی کہ چاء کی پیالی منہ سے لگائی تو چا میں ایک آدھ تنکا پڑا ہوا ہی۔ مگر یہ ایک آدھ تنکا لگا ہوا ہی یا چکناہٹ لگی ہے اس سے برتنے کی بے تمیزی ظاہر ہوتی ہو۔ ہمارے ہاں جو تانبے کے برتنوں قلعی کا طریقہ ہو۔ وہ اسی غرض سے ہو کہ بے قلعی برتن میں کھانا پکانے یا کھانے پینے سے کسیاؤ وغیرہ کی تکلیف نہ ہو۔

اتنا کچھ لکھنے سے میری غرض صرف اتنی ہو کہ بہنیں برتنوں کے استعمال اور اُن کی صفائی کا خصوصیت سے لحاظ رکھیں۔ تانبے کا برتن جیسا اچھا راکھ سے صاف ہوتا ہو اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتا ہو بشرطیکہ راکھ اُپلے کی نہیں لکڑی کی ہو۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کا مادّہ نمک کا موجود ہو۔ لیکن چینی اور شیشے کے برتن بجائے راکھ کے گرم پانی سے دھوئے جائیں۔ وہ اس طرح کہ برتن میں گرم پانی ڈالکر صاف صافی سے یا فلالین کا کپڑا اچھی طرح گرم پانی سے بھگو کر اس سے صاف کریں۔ اگر چھری کانٹے وغیرہ کو دھونا ہو اور فولاد کے ہیں تو انکو ہرگز گرم پانی میں نہ ڈالنا چاہیے ورنہ اُنکے دستے چند روز میں بالکل ڈھیلے ہو جائینگے۔ چاندی کے چمچے یا چھوٹے برتن نیبو کے رس کھریا اور آملہ کے عرق سے خوب صاف ہو سکتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو کہ گنگنے پانی میں تھوڑا سا سوڈا ڈالکر دھوؤ اور فلالین سے صاف کرو۔ سادے چینی کے برتن کثرتِ استعمال سے بدرنگ پڑجاتے ہیں اور اگر اُن کے صاف کرنے میں احتیاط نہ کیجاتی تو وہ بھی بُرے معلوم ہوتے ہیں اُنکو سوڈے کے پانی سے صاف کرنا چاہیے۔ سجّی کا پانی بھی اُن کا میل دُور کرتا ہی +

(مسز محمد اکرام)

حُرّیتِ نسواں

اس لکھوئی لکھوائی تعلیم نسواں کا احساس نہ معلوم کس منحوس گھڑی میں مسلمانوں کو ہوا کہ جس وقت سے بزرگانِ قوم اِس طرف متوجہ ہوئے اُس وقت سے آجتک بیسیوں رستے اور سیکڑوں جھگڑے پیش آرہے ہیں۔ چندروز تو کیفیت یہی کہ جہاں تعلیم نسواں کا نام آیا اور لوگوں نے کانوں پر ہاتھ رکھا خدا خدا کرکے وہ نفرت کچھ کم ہوئی تو کتابوں پر بوچھاڑ پڑنی شروع ہوئی۔ یہ پڑھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ اس میں یہ نقص ہے اس میں وہ نقص ہے۔ اب جبکہ یہ زور بھی کچھ کم ہوا تو حرّیت کا مسئلہ جس میں چنگاری کا کام کر رہا ہے۔ کئی خاندان ایسے ہیں کہ جہاں تعلیم نسواں کا خاصا اچھا چرچا ہو چلا تھا مگر اس حُرّیت کا نام سُنکر دوسرے سے تعلیم ہی کے مخالف ہوگئے۔ گو اس مضمون پر لکھنا بھڑوں کے چھتّہ کو چھیڑنا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق میں بھی اپنی رائے کا اظہار کروں اگرچہ یہ میری ذاتی رائے ہے اس لئے ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔ اگر بہنیں میری اس رائے سے متفق نہ ہوں تو میں اپنی رائے تبدیل کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ معقول وجوہ سے بدلی جائے۔

اس میں کلام نہیں کہ بعض گھرانوں میں عورتوں کے ان جائز حقوق کا لحاظ نہیں ہے جو فطرت اور قانون اسلام نے اُنکو عطا کیے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ جتا دینا بھی میرا فرض ہے کہ خود خواتین ہی اپنے ان حقوق سے لاپروا ہوتے

ہونے اسقدر غافل ہوگئی ہیں کہ اب ان میں اس حق تلفی کے احساس کا مادہ نہیں رہا بلکہ طبیعتیں موجودہ طرز معاشرت کی اس درجہ عادی ہوگئی ہیں کہ اگر انکے حقوق کا لحاظ کیا جائے جس کا اثر ان کی روزمرہ زندگی پر پڑے تو شاید اکثر بیویوں کو خوشگوار ہونے کے بجائے اُلٹا ناگوار ہو۔ مثلاً یہ خیال اگر صحیح ہو کہ پردہ کی موجودہ سختی اسلام کی شان سے بعید ہے اور شارع نے عورتوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ضرورت سے باہر نکل سکیں۔ سودا سلف خریدیں۔ مردوں سے بات چیت کریں تو بھی میں نہیں سمجھتی ہوں کہ بہت سی عورتیں اور کچھ اگلے ہی زمانہ کی نہیں آجکل کی بھی شاید مردوں سے کھلم کھلا بات کرنا پسند نہ کرینگی۔

ایسی حالت میں اس کمی کا احساس اس طرح پیدا کروانا اور ان حقوق کا جن کے قائم نہ رہنے سے کوئی نمایاں[1] نقصان نہیں۔ اس طرح مطالبہ کرنا انکو شہ دینا یا ایک ایسی ترغیب دینا ہے جو انہیں آئے دن کے جھگڑوں میں ڈال کر انکی زندگی تلخ کردے۔

ان خاص خاص خاندانوں کو چھوڑکر جہاں بیوی سے مراد محکوم ہے عام طور پر پڑھے لکھے آدمی حقوق نسواں پر خاص طور سے متوجہ ہیں انکی بیویاں چاردیواری کے اندر ملکہ ہیں۔ سفید و سیاہ کا اختیار بچوں پر پوری حکومت لینے جلنے کے کامل اختیارات اور روپیہ پیسہ کی قطعی مالک۔

ان دو قسموں کو چھوڑکر ایک تیسری قسم کے خاندان بھی ہیں جو ان دونوں حالتوں کے بین بین چل رہے ہیں۔ ان گھروں میں بیویاں گو پوری آزاد نہیں لیکن قید

[1] نمایاں نقصان پر ایک مفصل بحث کی ضرورت ہے جو کبھی آئندہ لکھی جائیگی۔

حق نہیں ہیں۔ روپیہ پیسہ کے معاملات میں انکو صرف کے کلی اختیار ہیں۔ اس شرط پر کہ وُہ اس کا حساب کہیں انکو دوسروں کے ہاں جانے دُوسروں کو اپنے ہاں بُلانے میں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اگر وُہ درخواست کریں انکو خاوندوں کی اگر شکایت ہو تو صرف اتنی کہ ساس نندوں کا دباؤ انکی زندگی بےچین کر رہا ہو۔ ہر وقت کی سوختی اور ہر دم کے طعن تشنیع بلا وجہ انکی تکالیف کا سبب ہیں۔

انکو حریت کی ڈور پر لگانا اس میں شک نہیں کہ اُنکے دلوں کو فتح کرنا ہو ایسے شخص سے زیادہ (جو اس موقعہ پر انکی جھوٹی سچی ہمدردی کرے انکو بتائے کہ مردوں نے تمہارے حقوق غصب کر لئے انکو ترغیب دے کہ وُہ لڑ کر جھگڑ کر بگڑ کر بگڑا کر اپنے حقوق حاصل کریں) کون عزیز ہو سکتا ہو خیر خواہ ہو تو وُہ دوست ہو تو وُہ کتاب ہو تو وُہ رسالہ ہو تو وُہ اخبار ہو تو وُہ المختصر اگر کچھ ہو تو وُہ اور صرف وہ جو ایسے موقعہ پر یہ کہے کہ قدرت نے جو کچھ تم کو دیا تھا تمہارے مردوں نے زبردستی چھین لیا۔ تمہارے گلو بند گلے کے طوق ہیں اور تمہاری زندگی زندگی نہیں غلامی ہو۔

لیکن میرا خیال (ممکن ہو کہ غلط ہو) یہ ہو کہ بجائے ان بہنوں کے بھڑکانے اور اکسانے کے اگر انکے خاوندوں سے یہ درخواست کیجائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

ہم کو تمہارے افضل ہونے میں انکار نہیں۔ فکرِ معاش میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں تم کو اُٹھانی پڑتی ہیں۔ ہم اسے اچھی طرح دیکھتے اور جانتے ہیں

گو تمہاری گاڑھے پسینہ کی کمائی تمہاری محنت و مشقت سے پیدا کی ہوئی دولت ہم بے غل و غش خرچ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے دل تمہاری اس پریشانی سے جو تم نے اس دولت کے حاصل کرنے میں اُٹھائی ہو آگاہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم تم کو اس انقلاب کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں جو شادی نے ہماری حالت میں کیا۔ وُہ بےفکری کا زمانہ جبکہ ماں باپ کے گھر اپنی نیند سوتے اور اپنی نیند اُٹھتے تھے آج ہم سے کوسوں دُور ہوگیا۔ ماں جیسی ناز بردار جو گھڑیوں اور گھنٹوں منّت خوشامد کرکے کھانا کھلاتی تھی علیحدہ ہوئی اور باپ جیسا شفیق جو ہمارے پھانس لگنے سے بےچین ہوتا تھا جُدا ہُوا۔ تم نے ہم کو محبت کے وعدوں اور خوش رکھنے کے اقراروں پر ان عزیزوں کی آنکھ سے اوجھل کردیا جن کی ہمارے چین و آرام کے ساتھ جانیں لڑی ہُوئی تھیں وُہ جان چھڑکنیوالے جنکا ہمیں دیکھ دیکھ کر چلوؤں خون بڑھتا تھا۔ ہم سے چھُوٹ گئے۔ تم ہمارے سرتاج ہو مگر ہم کو بھی دیکھو ہم نے کیسے کیسے عزیز تم پر سے قربان کردیئے منصف مزاج خاوندو! انسان ہونے کی حیثیت سے ہم تم دونوں یکساں اور میاں بیوی ہونے کے لحاظ سے غم و رنج میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری تکلیفوں پر بھی نظر ڈالو۔ قدرت نے ہم کو جو کچھ عطا کیا تھا وُہ ہم تم پر سے لُٹا بیٹھے اور زبردستی نہیں ہنسی خوشی اور راضی رضا۔ گھر لائے کی لاج رکھو اور وُہ وقت یاد کرو جب ہمارے پیاروں سے تڑا تڑا اپنے قبضہ میں لائے اور آج جبکہ ہمارا ڈھلیچ رہ گیا ہم سے طوطے کی طرح دیدے نہ بدلو۔ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد تمہیں رات کو چین ملجاتا ہی لیکن ہماری تقدیر میں وُہ بھی نہیں۔ آنکھیں دُکھتے بچے

۔۔ جیسے بچے رات رات بھر جگاتے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہوتی کہ تمہاری آنکھ نہ کھل جائے ہمارا ساری ساری رات اور پورے پورے دن کرنے کا جاگے رہنا بہت بڑے رحم کا مستحق ہے۔

ہم نے تمہارے بچوں کے پالنے میں اپنی جوان جان قربان کردی۔ جب آج یہ پھلواری سے بچے اُچھلتے کودتے دکھائی دے رہے ہیں "سارا جوبنا کہاں ہے ایک لال پالو" جن مشکلوں کا ہمیں سامنا ہوا ہو جو آفتیں ہم نے اٹھائیں اور جیسی جیسی مصیبتیں ہم نے جھیلیں اُنپر غور کرو اور پھر انصاف سے دیکھو کہ ہم کس سلوک کے مستحق ہیں۔

تمہاری بیماری کے آگے ہم اپنی بیماری بھولیں تمہارے دُکھ میں ہمیں اپنا دُکھ یاد نہ رہے۔ ہمیں بخار ہو ہمارے سر میں درد ہو مگر ہم کو تمہارا آرام مقدم سمجھیں۔ تم سے پہلے کھانا قسم تم سے پہلے سونا گناہ تم سے بہتر کھانا حرام۔ آخر ہم بھی انسان ہیں۔ ماں باپوں کی بیٹیاں بھائیوں کی بہنیں ہم بھی ہیں۔ ناز و نعم سے پلے ہاتھوں چھاؤں بڑھے ہم وہی ہیں جنکو اندھیری کوٹھری میں جاتے ڈر لگتا تھا اور آج ڈھنڈار گھر میں جب بچہ بچہ پڑا سوتا ہے آدھی آدھی رات تک تمہارے واسطے کھانا لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ ہم بے وارثے نہیں وارث رکھتی ہیں۔ اب بھی ایسے ایسے حمایتی موجود ہیں کہ اگر اُڑتی سی خبر سُن پائیں تو ہمارے پسینہ کی جگہ خون بہا دیں۔ مگر ہمیں ہم جو کچھ کر رہے ہیں فرض سمجھ کر اور واجب جانکر ہماری حالتوں پر غور کرو اور عقل سے کام لو۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ تجویز حُرّیتِ سے زیادہ کارگر ہوگی میں

بہنوں کو یہ صلاح دینے پر آمادہ نہیں ہوں کہ وہ خواہ مخواہ کے جھگڑے پیش کرکے بدنام ہوں۔ انکو سمجھ لینا چاہئیے کہ جب گھی سیدھی اُنگلیوں سے نکلے تو ٹیڑھی انگلیاں کرنی بالکل فضول کیا وہ عورت جو حرّیت کے شوق میں میکے پہنچوا دی گئی اس بات پر ناز کرسکتی ہے کہ اس نے اپنے حقوق حاصل کرلئے۔ ضرورت یہ ہے کہ میاں بیوی اپنی آیندہ زندگی ہنسی خوشی سے بسر کریں اور جہانتک ممکن ہو کسی قسم کی رنجش درمیان نہ آنے دیں۔ انکو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مسلمان ہیں انکا مذہب اسلام ہے اور حالانکہ اسلام نے عورت کی حمایت ہر مذہب سے زیادہ کی۔ لیکن وہ مقدس کتاب جسکو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں یہ فیصلہ کرچکی ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ مردوں کو فضیلت دی عورتوں پر اس کے ساتھ ہی قانونِ اسلام نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر تسلیم کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ میرا یہ مضمون بعض بہنوں کو ناخوش کریگا۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ عصمت اُن کے گھروں میں دیاسلائی کا کام نہ کریگا عصمت اس غرض سے اُن کے مطالعہ میں نہ جائیگا کہ انکی زندگی برباد اور تلخ کردے عصمت اُن کے جائز حقوق کی ہمیشہ حفاظت اور حمایت کریگا اور عصمت کی کوشش یہ ہوگی کہ وہ دین اور دُنیا دونوں میں عزت و حُرمت سے زندگی بسر کریں ٭

اہلیہ مولوی عبدالجبار

پرانے زمانہ کی انگریز شریف زادیاں

عصمت کی خوش نصیبی ہے کہ قوم کی قابل تعلیم یافتہ خواتین اس کی اشاعت کی طرف روز بروز متوجہ ہو رہی ہیں۔ مسز عبد القادر صاحبہ جن کے نام گرامی سے ناظرین اخبار و رسائل اچھی طرح آشنا ہیں یہ بیش بہا مضمون عنایت فرماتی ہیں جو بصد شکر درج کیا جاتا ہے۔ ترجمہ کی خوبیوں کے علاوہ اس مضمون کا انتخاب خصوصیت سے قابل داد ہے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ انگلستان جسکی ہر ادا پر آج ہندوستان فدا ہو رہا ہے ہمیشہ سے ایسا ہی نہ تھا بلکہ کسی وقت وہ بھی تقریباً ایسی ہی حالت میں تھا جسکی وجہ سے ہم بدنام ہو رہے ہیں اور وہ رسوم جنکی بدولت آج ہم پر چاروں طرف سے لعن طعن ہو رہی ہے وہاں بھی تھیں لیکن اس نے یہ نقائص محسوس کئے دفع کرنے کی کوشش کی اور چند صدیوں میں ہی انگلستان معراج کمال پر پہنچ گیا۔ اے کاش ہندوستان اس سے سبق لے۔

جو انگریز ہندوستان کی رسوم اور عادات کو غور سے دیکھتے ہیں وہ اکثر کہتے ہیں کہ یہاں کی بہت سی رسمیں انگلستان کی پرانے زمانہ کی رسموں سے ملتی جلتی ہیں چودھویں پندرھویں صدی تک ایشیا اور یورپ کے تمدن میں کوئی بڑا فرق نہ تھا ہوا یہ کہ یورپ والے اس زمانہ کے بعد برابر بڑھتے چلے گئے اور ہم جہاں تھے وہیں کے وہیں بیٹھے رہے۔ تمثیل کے طور پر ایک مختصر سا خاکہ اس طرز زندگی کا پیش کیا جاتا ہے جو انگلستان کی شریف زادیوں میں چودھویں پندرھویں صدی میں مروج تھا اس زمانے کے مکانوں کی ساخت یہ تھی کہ بڑے بڑے وسیع گھر قلعہ نما بنائے جاتے تھے اوپر کی منزل اس خیال سے کہ وہ حصہ زیادہ محفوظ ہے عورتوں کے لئے مخصوص ہوتی تھی اور انہیں کے سونے کے کمروں میں

گھر کا مال و دولت چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ مردوں کے لئے نیچے کی منزل میں ایک کھلا سا ہال ہوتا تھا جہاں غیر مرد بہ آسانی آ جا سکتے تھے۔ ان گھروں میں نہایت سادہ وضع سے یہ بیبیاں محنت اور مصروفیت کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ لڑکیاں شادی کی عمر تک پہنچ جاتی تھیں۔ بغیر اس کے کہ انہیں گھر سے پانچ میل تک بھی سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ متوسط طبقہ کی بعض لڑکیاں کبھی کبھی قریب قریب کے مقامات میں تربیت کے لئے بھیجی جاتی تھیں، مگر کسی تعلیمگاہ میں نہیں بلکہ کسی برابر کے شریف گھر میں تاکہ وہاں کسی بڑی بوڑھی کی زیر نگرانی گھر بار کے کام کاج سیکھیں۔ وہاں وُہ بطور مہمان کے خوشی سے بلائی جاتی تھیں مگر انکا رہنا کسی پر بار نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ علاوہ گھر والی کی شان بڑھانے کے وُہ گھر کا بہت سا کام کرتی تھیں اور فرصت کے وقتوں میں کاتنا۔ بُننا۔ سینا۔ پرونا اُن کے مشاغل تھے اور ان سب کاموں کا فائدہ گھر والی بی بی کو پہنچتا تھا

آجکل انگلستان میں ہر پڑھی لکھی جوان لڑکی کا یہ حق سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں اُس کے لئے ایک کمرہ علیحدہ ہو جس میں وُہ اپنی ضروریات رکھ سکے اور جب چاہے خاموشی اور تنہائی کا لطف اُٹھا سکے۔ مگر پُرانے زمانہ میں لڑکیوں کو یہ موقع نہ تھا۔ ان کے سونے کے کمرے ان کے اور اُن کی بہنوں کے اُن کی سہیلیوں کے بلکہ خادمہ کے مشترکہ استعمال میں آتے تھے۔ سامان آرائش جو ان دنوں کم و بیش ہر غریب امیر کے گھر میں موجود ہوتا ہے اسے کوئی نہیں جانتا تھا زیادہ سے زیادہ آرائش یہ تھی کہ کمرے کی دیواروں پر کہیں کہیں

ہاتھ کی کاڑھی ہوئی رنگین چادریں لٹکا دیجاتی تھیں۔ فرش پر بھُس سے بھرے
ہوئے گدیلے خوشحالی کا نشان سمجھے جاتے تھے۔

صبح خیزی کی عادت عام تھی۔ چھ بجے صبح کے موسم گرما میں اور سات
بجے موسم سرما میں اُٹھتی تھیں اور نہانے یا مُنہ دھونے کے بعد کام میں مصروف
ہوجاتی تھیں۔ البتہ نہانے میں اب سے بہت زیادہ تردّد کرنا پڑتا تھا۔
بجائے صاف اور پُرتکلف غسلخانہ کے جو اب انگلستان کے ہر معقول گھر میں موجود
ہے اور جہاں گرم پانی مہیا رہتا ہے۔ اس زمانہ میں گرم پانی کے بڑے بڑے
برتن کمرے میں لانے پڑتے تھے اور ایک لکڑی کا بڑا سا پیپا ہوتا تھا جس
میں بیٹھ کر نہاتے تھے۔ گھر میں بہت سی مامائیں رکھنی پڑتی تھیں جن میں
سے بعض جوان لڑکیوں کی ذاتی خدمت کے لیے مقرر ہوتی تھیں غسل کے
بعد کوئی آئینہ لیکر کھڑی ہوجاتی تھی کوئی کنگھی کرتی تھی کوئی کپڑے پہنانے
لگتی تھی کوئی جوتی سامنے رکھ دیتی تھی۔

کپڑے عموماً صندوقوں میں بند رہتے تھے اور جو کپڑے روزمرہ کے
استعمال میں آتے تھے وُہ بہت ہی کم ہوتے تھے۔ صبح سے جو کپڑے
پہن لیتی تھیں۔ سوتے وقت وہی کام دیتے تھے۔ صبح سے لیکر دس گیارہ
بجے تک کچھ کھانا نہ ہوتا تھا اور دس گیارہ بجے کا کھانا آج کل کے لنچ کے بجائے
سمجھا جاتا تھا۔ صُبح کی چائے کا کوئی رواج نہیں تھا بلکہ اس وقت چائے
ہی کو نہیں جانتے تھے اور اس کی جگہ گرم بیر پی جاتی تھی۔

صبح کے وقت گرجا میں جانا ایک ضروری فرض سمجھا جاتا تھا۔ جو وقت اب

لڑکیاں باغ میں ٹہلنے یا تھوڑا سا تفریحی لکھنے پڑھنے میں صرف کرتی ہیں وُہ اس زمانہ میں عبادت اور مذہبی فرائض کی نذر ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کی لڑکیاں علم سے عموماً بے بہرہ اور دنیا کے حالات سے نسبتاً بے خبر ہوتی تھیں۔ ان کا لباس سادہ اور کپڑے موٹے جھوٹے ہوتے تھے مگر بحیثیت مجموعی بہت سی نیک صفات سے آراستہ ہوتی تھیں۔ اب بھی کہیں کہیں انگلستان کے دیہات کے بعض پُرانے خاندانوں میں اس وضع کی کچھ کچھ جھلک نظر آتی ہے مگر وُہ گھر اور گھرانے جلد جلد مٹتے جاتے ہیں اور جیسا کہ لارڈ روزبری نے حال میں ایک تقریر میں کہا تھا جو لوگ اس انگلستان کو دیکھنا چاہیں جو پُرانے بادشاہوں کے وقت میں تھا اور جو اب جلد نظر سے غائب ہونے والا ہے انہیں چاہیئے کہ وُہ اُن پرانے دیہاتی گھرانوں کی بود و باش جا کر دیکھیں جو وارک کاسل وغیرہ کے قرب جوار میں آباد ہیں اور صدیوں میں متغیر نہیں ہوئے"۔

مسز عبدالقادر

زینت البنات مولوی تمیز الدین خانصاحب عظیم آبادی جنکا قابل قدر مضمون زمانہ سنگاری عصمت میں نکل رہا ہے انکی اہلیہ محترمہ ام رخ صاحبہ نے کتاب تعلیم نسواں لکھی ہے لڑکیوں کو تعلیم دینے کی ضرورت نہایت معقول پیرایہ میں ثابت کی ہے اور وجہ پردے کی خوبی پر مدلل بحث کی ہے طرز بیان دلچسپ لکھائی چھپائی خاصی قابل مصنفہ نے اسکی آمدنی حجاز ریلوے کو دیدی ہے اس کتاب کی خریداری ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ **قیمت** ۴؍ دفتر وکیل امرتسر سے ملیگی۔

ایک ترک کی پھوپھی کا خط

پرانے زمانہ کی مثل ہے "لاسے بھنوں کی بیٹیاں جو رکھیں پنچوں کی لاج" مطلب یہ ہے کہ شریف بیٹیاں کیسی ہی مصیبت کا پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑے کیسی ہی آفات و تکلیف میں گرفتار ہو جائیں مگر انکا جوہر شرافت زائل نہ ہوگا۔ فاقے کریں، منہ لگائیں، محنت کریں، مزدوری کریں مگر باپ دادا کی عزت بڑوں کی آبرو پنچوں کی لاج پر حرف نہ آنے دیں۔ مال و متاع غارت ہو۔ کلیجے کے ٹکڑے ہمیشہ کو چھوٹیں وہ خود پیوند زمین ہوں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک کلیجے کی ٹھنڈک، گھر بڑوں کی ناک ملک کی آبرو قوم کے وقار میں فرق نہ آئے۔ اسلامی تاریخ ان بہادر بیویوں سے بھری پڑی ہے اور جبتک دنیا اور دنیا میں کھرا کھوٹا پرکھنے والے جوہری موجود ہیں ان عفت و عصمت کی پتلیوں اور قوم کی فدائی دیویوں کے نام پر درود پڑھ رہے ہیں۔ گو یہ گوہر آبدار خاک میں مل گئے اور موت نے ان پھولوں کو مرجھا دیا مگر تاریخی صبا نے آج بھی انکی خوشبو سے دنیا کو معطر کر رکھا ہے۔ قادسیہ کی مشہور لڑائی میں جس وقت مسلمانوں کی طاقت کمزور ہو گئی ہے اس وقت ایک عورت خنسا جو اس معرکہ میں شریک تھی اپنے چاروں بیٹوں سے اس طرح خطاب کرتی ہے:

"پیارے بچو! نہ تم اپنے ملک کو دوبھر تھے نہ تم پر کال پڑا تھا مگر تم اپنی بڈھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈالدیا۔ خدا شاہد ہے جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح ایک باپ کے ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ سے بد دیانتی کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ جاؤ لڑو اور آخر تک لڑو۔"

(۱) عودث۔ کے معرکہ کو آج سینکڑوں برس ہو گئے خنسا کی ہڈیاں بھی گل کر خاک ہو گئیں مگر اسکی شرافت کا جوہر آج بھی اسی آب و تاب سے چمک رہا ہے تازہ واقعات اتنا پتہ

دے رہے ہیں کہ کئی نسلوں کے بعد جاکر بھی وہ جوہر آجتک خواتین عرب کی طبیعت سے جدا نہیں ہوا۔ المؤید نے ایک خاتون کا خط نقل کیا ہے جو اس بھتیجے کے خط کا جواب ہے جسنے اپنی پھوپھی کو لکھا ہے کہ گورنمنٹ مجھے فوج میں بھرتی کرتی ہے اور میں بچنا چاہتا ہوں۔ خاتون موصوف جس نے بھتیجے کو بچوں کی طرح پالا ہے اس طرح جواب لکھتی ہے:-

خط

میرے عزیز بھتیجے! تمہارا خط دیکھکر مجھے سخت رنج ہوا۔ اس لئے کہ تم لکھتے ہو کہ ذاتی ضروریات کی وجہ سے میں فوجی ملازمت سے الگ رہنا پسند کرتا ہوں۔ مجھے تمہارا یہ بہانہ اچھا نہ معلوم ہوا خیر تم گورنمنٹ کو لکھو اگر تمہاری مجبوری منظور ہوجائے تو بہتر ورنہ فوج میں بھرتی ہو شریف وہی جو وطن کے واسطے جوہر شرافت کو کام میں لائے سلطنت کو اپنا خاندان سمجھو اور ملک کو اپنا گھر خیال کرو۔ اگر کوئی دشمن تمہارے خاندان اور گھر پر حملہ کرکے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو ذلیل کرے اور تم چپکے بیٹھے رہو تو لوگ تمہیں کیا کہینگے؟

اگر تم کو کبھی میدان جنگ میں جانیکا اتفاق ہو تو میری یہ بات یاد رکھنا کہ یہ اندیشہ اس مرشد سے کم ہوگا جو پہلی حکومت کے زمانہ میں تمہارے ملک بیروت کو ستا رہا تھا۔ مقابلہ میں اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آئے اور تم کام آجاؤ تو یہ شریفانہ موت ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سے بہتر ہے۔ اب میں تمہیں ان اولوالعزم جری بہادروں کی یاد دلاتی ہوں جنہوں نے ہنسی خوشی وطن پر اپنی جانیں قربان کردیں اور محض ہمارے آرام اور ہماری آزادی کی خاطر ہمیشہ کو جا سوئے یہ شریف روحیں اور پاک خون اگر نہ ہوتے تو آج آزادی و انصاف کی نعمت سے ہم کس طرح فائدہ اٹھاتے میری پیاری بھتیجے کیا تمہارے گھر کی طرح ان مرنیوالوں کے گھر اور تمہاری بیوی بچوں کی طرح ان کی بیوی بچے نہ تھے۔ تمہاری طرح ان کے بھی ماں باپ تھے۔ ان کے پہلو میں بھی دل تھا۔ مگر وہ اپنے فرض کو سمجھتے تھے اس طرف متوجہ ہوئے اور وطن پر قربان ہوکر دوامی عزت کا ایسا سہرا اپنے سر باندھا جس کے پھول قیامت تک نہ مرجھائینگے۔ اگر قانون تمہارا عذر نہ مانے تو بہانہ نہ کرنا ورنہ میں تم سے خوش نہ ہونگی۔

آسما

تیجے یا پھول

اصلاح رسوم کے متعلق عرصہ سے کوششیں ہو رہی ہیں۔ لیکن بظاہر کوئی نمایاں کامیابی اس وقت تک نظر نہیں آئی۔ اگرچہ یہ کہنا کہ تمام کوششیں محض بے سود رہیں ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ بعض جگہ اس کا اثر ضرور ہوا اور ہو رہا ہی لیکن عام طور پر ابھی تک وہ فضول رسمیں جو روپیہ کے صرف اور تضئیع اوقات کے علاوہ جگر خراش بھی ہیں برابر ادا کی جا رہی ہیں۔ اس لئے جب تک یہ مذموم طریقے بالکل نیست و نابود نہ ہو جائیں پوری کامیابی نہیں کہی جا سکتی۔

دیکھنا یہ ہی کہ اس کامیابی میں کیا چیز حائل ہی اور وہ کیا رکاوٹ ہی۔ جو باوجود ان جان توڑ کوششوں اور چیخ پکار کے بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچنے دیتی۔ اس کا جواب بلا تامل یہ ہوگا کہ وجہ ناکامی ہم ہیں۔ چونکہ زیادہ تر رسوم کی بجا آوری ہم سے متعلق ہی۔ اس لئے جب تک ہم یعنی فرقہ نسواں ان نقائص کو محسوس نہ کرے اصلاح بہت مشکل ہی۔ مرد اس معاملہ میں بالکل بیگناہ ہیں وہ اپنا فرض ادا کر چکے وہ کہہ چکے وہ بتا چکے وہ جتا چکے کہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور نشیب و فراز دیکھ کر کام کرو۔ لیکن رسوم کا ادا کرنا اس طرح ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہی۔ کہ چاہے مذہب کا ایک آدھ حکم ٹلجا ہی تو ٹلجائے۔ مگر جو بڑوں سے ہوتی آئی ہی۔ اس میں فرق نہ ہو۔

کہا جاتا ہی۔ کہ تعلیم رفتہ رفتہ ان خیالات کو دور کردیگی۔ مگر میں دیکھتی ہوں

کہ خاصی پڑھی لکھی بیویاں بھی ان مخمصات میں اس طرح پھنسی ہوئی ہیں کہ چاہے دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے۔ مگر وہ اپنی ہٹ سے ٹلنے والی نہیں۔
مثال کے طور پر میں پھولوں کو لیتی ہوں۔ جو موت کے تیسرے روز کئے جاتے ہیں اور جس میں حیثیت کے موافق بریانی مُتنجن شیرمال روٹی قورمہ غرض جو کچھ میسّر ہو سکتا ہے تقسیم ہوتا ہے۔ مہمان جمع ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ اگر کسی بیوی کے طباق میں بوٹی یا آگے روٹی نہیں ہوتی تو وہ ناخوش ہو جاتی ہیں اور اتنی کہ پھر منانے سے بھی بہ مشکل منتی ہیں۔
تعجب ہے۔ کہ کس دل سے یہ اللہ کی بندیاں پھولوں میں اس بات کی متوقع ہوتی ہیں کہ بہتر سے بہتر کھانا اُن کے آگے رکھا جائے حیران ہوں کہ کس طرح اُن کے حلق سے یہ تر نوالے اُتر جاتے ہیں۔ میری رائے میں تو یہ بھی ایک قسم کا اخلاقی گناہ اور پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔ کہ ایک شخص پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس کا ایک عزیز اور کیسا عزیز آنکھوں کا تارا کلیجے کا ٹکڑا سر کا والی یا برابر کا بازو نعمتِ غیر مترقبہ اس سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو اس کا کلیجہ ٹوٹ رہا ہو اس کا دل اُلٹ رہا ہو اور ہم اس بات کے منتظر ہوں کہ ہمارے پاس بریانی تہ دیغی (تہ دیگ) کی آوے۔
ہمارے جانے کی اصلی غرض تو یہ ہے کہ مصیبت زدہ سے ہمدردی کریں اس کا دل بہلائیں غم غلط کریں نہ یہ کہ مُردہ دوزخ میں جائے یا بہشت ہمیں ہمیں اپنے حلوے مانڈے سے کام ”سُنا ہے۔ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب کسی کا عزیز مر جاتا ہے تو لوگ اپنے گھر سے جو دال دلیا میسّر ہوا لیکر

اسکے ہاں آ گئے اور اس کے دسترخوان پر بیٹھ کر خود بھی کھایا اور اسکو بھی ٹکڑا ٹکڑا جس طرح ہو سکا خوشامد سے بہلا پھسلا کر کھلایا۔ ہمارے ہاں تو یہ آفت ہے کہ مرنیوالا تو مر گیا اب آنیوالوں کی خاطر مدارات میں کمی نہ ہو۔ افسوس ہے اس طبقہ کی حالت پر جس کا طرز معاشرت ایسا ذلیل ہو۔ خدا اس نقص کو ہم سے دور کرے۔ دیکھئے کب وہ وقت آتا ہے۔ کہ ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ایک بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ اگر کسی خاندان یا گھر میں خواہ مردوں کی زبردستی یا عورتوں کی اپنی ہوشیاری سے ایسی خراب اور بیہودہ رسوم کا کچھ انسداد ہوا بھی اور انہوں نے ان پھولوں وولوں کو بے سود سمجھ کر ترک بھی کیا تو تمام شہر میں سوا برادری میں ذلیل اور کمینے میں بدنام ہونا پڑا۔ بیویاں ہیں کہ ہزاروں باتیں بنا رہی ہیں "ایسے منحوس کی خدا صورت نہ دکھائے غضب خدا کا۔ چاولوں کا نوالہ تک مُردے کو پہنچنا نصیب نہ ہو بس جیتے ہی جی کے محبت تھی۔ آنکھ بند ہوئی اور گڑھا کھود دبوا دیا"

ان تمام دقتوں اور مشکلوں پر نظر ڈال کر یہ کہنا ممکن ہے کہ ہم زیادہ قصور وار نہیں۔ کیا کریں دین سے دنیا نبھانی مشکل ہے۔ مارتے کا ہاتھ پکڑ لیں کہنے کی زبان نہیں پکڑی جاتی لیکن اس کے معنی یہ ہونگے کہ پرائے شگون[۱] کے واسطے اپنی ناک کٹانی۔ اس سے بڑی غلطی اور کیا ہو سکتی ہے کہ محض اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہیں ایسا کام کرنا جس سے حاصل دین نہ حاصل دنیا۔

---

[۱] مثل ہے یہ عام طور پر مستعمل ہے اصلیت یوں بیان کیجاتی ہے کہ ایک شخص نے چاند دیکھا وہ چاہتا تھا کہ چاند دیکھ کر کوئی اچھی چیز دیکھوں ایک دوسرا شخص اپنی ناک کاٹ کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا کہ تمام مہینہ برا گذرے۔

یہانتک تو بحث دُوسروں سے تھی۔ اب ایک سرسری نظر ان بیویوں پر بھی ڈالنی چاہئے جو ان رُسوم کو ضروری اور لازمی خیال کرتی ہیں۔ یہ تو ظاہر ہو کہ مذہب کو ان معاملات سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر دیکھو ثواب پہنچانے کے بہت سے ذریعہ ہیں جن میں مقدم یہ ہو۔ کہ اگر خیرات دیجائے تو کسی ایسے شخص کو جو واقعی مستحق ہو۔ نہ یہ کہ اونٹنے کھا کھا کر مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں۔ اور پیٹ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ یہی روپیہ اگر یتیموں کے کام آتا یا کسی نیک کام میں صرف ہوتا تو کیسی اچھی بات تھی۔ مگر ہماری غرض یعنی شہرت البتہ پوری نہ ہوتی۔

انسان میں نام و نمود کی خواہش تو فطرتی ہو اور یہ ہر حال میں قابل تحریص نہ ہو مگر اس معاملہ میں کہ قرض لیکر پھول کریں بچوں کا اور اپنا پیٹ کاٹ کر دھوم دھام سے بریانی پکائیں۔ نہایت نادانی ہو۔ شہرت حاصل کرنے کے بہت سے ذریعے ہیں۔ اگر پڑوس کی غریب بڑھیوں اندھی دُھندیوں کی خدمت کوئی عورت اپنے ذمے لے لے تو چند ہی روز میں وہ اتنی عزت پیدا کریگی کہ لوگ اس کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھائیں ثواب کے واسطے مذہب بھی یہی کہتا ہو اور عقل بھی کہ حاجتمندوں کی مدد سب سے بڑا ثواب ہو۔ اگر پھول ہی کرنے ہیں تو مُردے کی محبت اس بات کی مقتضی ہو کہ خدائے واحد کی اپاہج مخلوق کی خدمت کیجائے اور اس زبردست شاہنشاہ حقیقی سے یہ درخواست کیجائے کہ اس معاوضہ میں ہمارے اس عزیز پرس کی رُوح آج تیرے قبضہ قدرت میں ہو اور جہانتک ہمارا

پہنچا اس وقت محال ہوا اور ہم سب کی مدد سے مجبور ہیں رحم فرما کر جس طرح اس لنگڑے لولے اندھے کو جس کا تیرے سوا کوئی وارث نہیں جو جاڑوں کی پہاڑ سی راتیں تکڑ تکڑ کر کاٹتا ہے۔ ہم نے یہ لحاف دیا اسی طرح ہمارے اس عزیز پر جو شرمسار گنہگار تیرے حضور میں حاضر ہے۔ اپنے فضل و کرم سے شفقت فرما۔ الٰہ العالمین اس دکھیاری بیوہ کو جس کے ننھے ننھے بچے فاقے کر رہے تھے جس وقت ہم نے کھانا کھلایا ہے۔ اس وقت تیرے سوا کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ عالم الغیب یہ ہماری خدمت قبول فرما اور اپنے دامن رحمت میں فلاں عزیز کے گناہوں کو چھپالے +

مسنز محمد اکرام

بیٹیوں کی نسبت

جاہلیت کے زمانہ میں تھی یہ رسم عرب کہ کسی گھر میں اگر ہوتی تھی پیدا دختر
سنگدل باپ اُسے گود سے لیکر ماں کی گاڑ دیتا تھا زمیں میں کہیں زندہ جاکر
رسم اب بھی یہی دُنیا میں ہے جاری لیکن جو کہ اندھے ہیں بیٹے کے نہیں کچھ انکو خبر
لوگ بیٹی کے لئے ڈھونڈتے جب ہیں شوہر سب سے اول انہیں ہوتا ہے یہ منظور نظر
ایسے گھر بیاہئے بیٹی کو جو ہو آسودہ اور مہر و مہر سے جو ذات میں ہو افضل تر
ایک ہی شہر میں ہوں دونو گھرانے آباد دونوں نزدیک قرابت میں ہوں باہم بہتر
جیتے جی مرگئی بس اُن کی طرف سے گویا جاکے پردیس میں بیٹی کو دیا بیاہ اگر
چھان بین اس کی تو کرتے ہیں کہ گھر کیسا ہو پر نہیں دیکھتا یہ کوئی کہ کیسا ہو بر
بدمزاجی ہو جہالت ہو کہ ہو بدچلنی کچھ برائی نہیں زر تو شاہو واماد اگر
جاہلیت میں تو تھی اک یہی آفت کہ وہاں گاڑ دی جاتی تھی بس خاک میں تنہا دختر
ساتھ بیٹی کے مگر اب پدر و مادر بھی زندہ در گور سدا رہتے ہیں اور خستہ جگر

حالی

اپنا خاکہ آپ اُڑانا

ہم اکثر یہ بات بڑے تعجب اور افسوس کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کہ بعض ناعاقبت اندیش مردوں سے گذر کر اب عورتوں میں بھی اندھا دھند یورپ کی تقلید کا شوق پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور زنانہ اخبار و رسالوں میں کچھ اس قسم کے مضمون چھپتے رہتے ہیں جن سے ہنسی بھی آتی ہے اور رنج بھی ہوتا ہے۔ حیف ہے اس قوم پر جو اپنے ہاں کی ہر ایک بات کا یوں خاکہ اُڑائے یعنی اپنے رسم و رواج کا تو جو پہلو دکھایا جائے وُہ کریہہ پیرایہ میں۔ اور دُوسروں کی جو بات ہو وُہ قابلِ تقلید ٹھہرائی جائے۔ حالانکہ ہر ایک انسان جس کو خدا نے عقل دی ہے وُہ اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ۔ ہر ملکے و ہر رسمے۔ یہ کیا ضرورت ہے کہ ہم سب باتوں میں انگریزوں ہی کی پیروی کریں۔ ہر ایک قوم کی تہذیب جُدا ہے۔ اور پھر ہندوستان جنت نشان جس کے تہذیب یافتہ ہونے میں کچھ شک ہی نہیں۔ جس کی تہذیب اتنی مقبول اور پُرانی ہے کہ جس زمانے میں چاروں طرف جہل چھایا ہُوا تھا۔ یہ ملک اس زمانے میں بھی اکثر باتوں میں ترقی کر رہا تھا۔ بقول شخصے

اس خاکِ دل نشیں سے چشمے ہُوئے وُہ جاری | چین و عرب میں جن سے ہوتی تھی آبیاری
سارے جہاں پہ جب تھا وحشت کا ابر طاری | چشم و چراغِ عالم تھی سرزمیں ہماری
شمعِ ادب نہ تھی جب یوناں کی انجمن میں

تاباں تھی مہر بینش اس وادی کہن میں

گرچہ انگریزوں کی بعض باتیں فی زمانہ اچھی سمجھی جاتی ہیں ۔ کیونکہ حاکم قوم کا اثر محکوم قوم پر ضرور پڑتا ہے ۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ۔ کہ ہم اُٹھتے بیٹھتے ہر ایک بات میں ان کی ہی تقلید کریں ۔ اور اپنے ہاں کی طرز معاشرت بالکل چھوڑ کر رفتار گفتار لباس سب میں یورپ ہی کی نقل اُتاریں ۔ یہاں تک کہ اگر کسی بیچارے دیسی کے ہاں مہمان چلے جائیں تو اس کی ہنسی اڑائیں اور ہاں ایک بات جو اس قسم کے مضمونوں میں اور دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ اکثر مالدار لوگوں کی حالت دکھائی جاتی ہے ۔ گویا انگریزی تہذیب کے ساتھ مالدار ہونا لازمی امر ہے ۔ اور ہے بھی اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہی بات ۔ کیونکہ ایک کوٹھی اس کے ساتھ احاطہ ۔ اور ہر ایک کام کے لئے ایک ایک نوکر رکھنے کا مقدور رکھتے ہوں تو دیسی بیچارے انگریزی طریقے کی پیروی کریں نہیں تو وہی مثل ہو جائے ۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھولا ۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مضمون سب ہی قسم کے لوگوں کی نظر سے گذرتے ہونگے ۔ یعنی ان مضمونوں کے پڑھنے والے متمول بھی ہونگے ۔ متوسط بھی مفلس بھی ۔ اچھا تو اب بیچارے معمولی حیثیت کے لوگ ان کا تہذیب طریقہ کیونکر برت سکتے ہیں ۔ میرے خیال میں تو یہ مضمون لڑکیوں کے اخلاق بگاڑنے میں خاصی مدد دیتے ہیں ۔ کیونکہ وہ لڑکیاں جنکا ادھوری تعلیم نے پہلے ہی ستیاناس کر دیا ہے اور ان میں اچھی بُری بات سمجھنے کا مادہ بہت کم ہے انکے دل میں ضرور شوق پیدا ہوگا ۔

کہ ہم بھی اسی طریقے پر رہیں۔ اب اگر ان کے پاس روپیہ کافی ہو اور خوش قسمتی سے اُن کے بزرگ بھی اُن کے موافق ہیں تو وُہ ایک حد تک اپنے شوق کو پُورا کرکے اپنا دل خوش کرسکتی ہیں۔ اور جو برخلاف اس کے۔ اگر انکے ماں باپ اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ بگڑے خیال کی بیٹی کا ارمان پُورا کریں یا بالفرض وُہ ان باتوں کے مخالف ہی ہیں تو اس صورت میں اس کے سوائے اُور کیا ہوسکتا ہو کہ اُن کے دِل میں بیٹھے بٹھائے رنج پیدا ہوگا۔ اور اپنے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گی۔ اور کچھ عجب نہیں کہ یہی بات اُن کے گھروں میں نفاق کی صُورت پیدا کرے۔ اس قسم کے مضمون جو تہذیب و شائستگی کے متعلّق لکھے جائیں۔ ان میں بجائے اس کے کہ ہر ایک بات میں امارت دکھائی جائے۔ اِس پیرائے میں لکھے جانے زیادہ مناسب ہونگے کہ ہر شخص اس پر آسانی سے عمل کرسکے۔ نہ یہ کہ بجائے اس کے کہ ان کو تمیز آئے وُہ ہر وقت اسی خیال میں غرق رہیں۔ کہ کاش ہم بھی میز کُرسی پر کھانا کھاسکتے اور انگریزی لباس زیبِ تن کرسکتے۔ یا اپنے بچوں کی تربیت کے لئے یوروپین نرس رکھ سکتے۔ اور موٹر کار میں بیٹھ کے سیر کو جاسکتے۔ یا ہمارے پاس ٹینس بیڈمنٹن وغیرہ کھیل کھیلنے کو کافی زمین ہوتی۔ اُمّید ہو کہ بہنیں میری اس سمع خراشی سے ناراض نہ ہونگی۔ اخیر میں مَیں اپنی بہنوں سے معافی کی خواستگار ہوں ۔:۔

ایک دیسی بہن

ماں کے گھر بیٹی گودڑ لپیٹی

بڑوں کی بڑی باتیں۔ ان پانچ سات لفظوں میں ایسا کچھ بھر دیا کہ ورق کے ورق لکھ ڈالو تو وہ بات نصیب نہیں۔ کوار پنے کا زمانہ بچپن کی عمر کھیل کود کے دن پہننے کا ہوش نہ اوڑھنے کا فکر ننگا سر ٹوٹی جوتی میلے کپڑے جو ہی سب ٹھیک۔ اُجلے کپڑے اِدھر پہنے اُدھر چلپٹ۔ نئی اوڑھنی ابھی بنی ابھی غارت۔ عمر کا تقاضا بے فکری سوار گرتہ میلا ہے تو بلا سے آستین آدھی ہے تو پروا نہیں۔ اس میں لکھ پتی ہوں یا کروڑ پتی نہ کسی کی عزت پر حرف نہ آبرو پر پانی۔ رہے وہ جنکو سچ مچ ہی نصیب نہیں انکو اگر کبھی کبھار بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور کچھ نصیب بھی ہو گیا تو کواری بیٹی کو پہنائیں یا وقت پر بڑوں کی لاج رکھیں انکو تو کسی طرح آگے سے پیچھے سرکانا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ چاروں طرف سے لوگ طعنوں کے مارے کلیجہ چھلنی کر دینگے۔ قرض کرو دام کرو بھیک مانگو مگر بیٹی کا بھرنا بھرو ذرا چمک کے اور اتنا اڑ پڑی۔

بیٹی کا بڑھنا ایک پہاڑ ہے جو سامنے چلا آرہا ہے۔ برسوں پہلے آنیوالے وقت کا فکر نہ کریں تو بیٹی ذلیل آپ شرمندہ کنبہ بھر میں بدنامی اور محلہ بھر میں رسوائی۔

ان ہی باتوں کو مد نظر رکھکر ماں کے گھر بیٹی گودڑ لپیٹی" کتنی معقول بات

کہی ہے۔ مائیں دیکھیں سمجھیں اور غور کریں کواری بیٹی نے روپیہ گز کا پہنا پھاڑا تو کھدی ململ اوڑھی پہنی تو ضرورت یہ ہے کہ وقت پر یہ نہ سنیں ،۔

"اے نگوڑی نفاختن نے خالی بیٹی دینی جانی اور کچھ نہ جانا"

یوں تو اپنی اپنی حیثیت کے موافق جب تک ماں باپ زندہ ہیں جو کچھ ہوگا بیٹی کو دیویں ہی گے۔ مگر دینے کا اصل وقت شادی ہی کا وقعہ ہے پھر تو

"بیاہی بیٹی پڑوسن داخل"

زور اور حق تو ختم ہوا ہاں جو ہاتھ اٹھا کر دیدو اور بیٹی کا مان رکھ لو وہی بہت ہے۔

اب ان دونوں مثلوں کو ملا کر نتیجہ نکالو تو معلوم ہوگا۔ جس وقت سے بیٹی پیدا ہوئی اسی وقت سے بیٹی کی وداع کا سماں پیش نظر رہے۔ گھر میں کھانے کو چاہے روپیہ تولے کا کھالو تو کوئی نہیں دیکھتا۔ مگر اس وقت عزیز اور رشتہ دار ہی نہیں غیر اور راہ چلتے تک دیکھنے کھڑے ہو جاینگے۔

اسی لئے دور اندیش مائیں اپنا پہننا اوڑھنا عارضی سمجھتی ہیں۔ بیٹی سیانی ہوئی اور انکو سہم چڑھا۔ سچی بات بھی یہ ہے اور عقل کے یہی معنی ہیں کہ انسان انجام پر غور کرتا رہے۔ لڑکیوں کو مناسب ہے کہ جس دن سے ماں بنیں اسی دن سے ساس بننے کے لئے تیار رہیں +

سلمہ

سیر یورپ

(از ہر ہائی نس بیگم صاحبہ جزیرہ حبشان)

۱۳ جون ۱۹۰۸ء بہت دیر گیلری میں بحث سنتے رہے۔ پھر مسٹر بوکیانن آئے ہم کو نیچے لے گئے اور نیچے جو مشہور چبوترہ ہے وہاں جا کر بٹھایا اور سپیکر[1] کی بی بی کو خبر کی کہ ہم آئے ہیں۔ یہاں بہت بڑا مجمع تھا بہت سے ممبر اپنے اپنے دوستوں کی خاطر کر رہے تھے۔ پیشتر جو عطیہ بھی آئی تھی تو اسے اس جگہ پر مسٹر ہنری کاٹن اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ تھوڑا وقت باقی تھا اس لئے ہم چبوترہ پر ٹہلتے رہے۔ میری طرف لوگ بڑی حیرت سے دیکھتے تھے۔ شاید انہیں کوئی غیر معمولی آدمی معلوم ہوتی ہونگی! عین وقت پر مسٹر بوکیانن آئیں اور ہمیں بالکل دوسرے سرے پر لے گئیں جہاں ایک بڑی میز رکھی ہوئی تھی۔ یہ جگہ خاص سپیکر کی بی بی کے دوستوں کے لئے ہے۔ سپیکر صاحب یعنی مسٹر لاوتھر آپ ہم کو لینے آئے۔ صاحب موصوف عجیب اختیارات اور قوت رکھتے ہیں۔ مثلاً اجلاس میں کسی کو بھی فوراً خاموش ہونے کا حکم دے سکتے ہیں اور بٹھا بھی سکتے ہیں۔ ضرورت ہو تو کمرے کے باہر بھی نکال سکتے ہیں۔ بہت سے حق انہیں حاصل ہیں۔ اسی کوٹھی میں انکے رہنے کا علاقہ ہے مگر کیا عالیشان موقعہ ہے اہا ہا۔ سپیکر صاحب اپنے ہمراہ ہم کو اوپر اپنی بیوی کے پاس لے گئے۔ ان سے اور انکی صاحبزادی سے ملاقات ہوئی۔ کمرے میں جتنی

[1] سپیکر انگلستان کی پارلمنٹ میں ایک بڑا عہدہ ہے۔ وہ گویا جلسہ پارلمنٹ کا صدر نشین ہوتا ہے اور جلسہ کے

تاریخی چیزیں تھیں دکھائیں۔ جتنے سپیکر ہو چکے ہیں ان سب کی تصویریں عمدہ عمدہ تھیں۔ ہمیں انہوں نے کھانے کے بڑے چھوٹے کمرے دکھائے اور سال بھر میں کتنی دعوتیں دینی پڑتی ہیں اس کا ذکر کیا اور ان تمام باتوں کے متعلق تاریخی بیان کرتے رہے۔ اور یہ بھی کہ لباس بھی انہیں نرالا پہننا پڑتا ہے۔ سب کھانے اور سمجھانے کے بعد نیچے لے آئے۔ جہاں چاء نوشی کا انتظام تھا۔ لذیذ ناشتہ چنا ہوا تھا۔ ہم سب نے شوق سے کھایا۔ اتنے میں ایک صاحب آئے جن سے مسز لاؤتھر نے اس طرح شناخت کرائی کہ میرے شرعی بھائی ہیں جو ابھی ہی قسطنطنیہ میں سفیر معین ہوئے ہیں۔ بہت اچھا ہوا کہ ان صاحب سے پہلے ہی تعارف ہو گیا۔ اب استنبول میں آرام ہوگا۔ میں چاہتی تھی کہ ان سے کچھ باتیں کروں مگر اخیر تک موقع نہ آیا۔ تھوڑی دیر بعد دو اور بیبیاں آئیں جنہوں نے کرسٹی[۵۱] کی۔ یہاں اکثر لوگ ہم کو کرسٹی کرتے ہیں۔ لیکن ہم کو بہت بے چینی ہوتی ہے۔ انمیں سے ایک ڈچس آف بکنگ ہم تھیں جنہوں نے حضور کے ساتھ سلسلہ گفتگو شروع کیا اور دوسری ابھی پیرس سے آئی تھیں۔ انکا نام سمجھ میں نہ آیا۔ بہت اچھا وقت گذرا اور ہم نہایت محظوظ ہو کر ہوٹل میں آئے۔ اور بہت جلد لباس تبدیل کر کے نمائشگاہ کی سیر کے لئے آمادہ ہو گئے حسب قرار داد مسٹر وت آ گئے وہ حضور۔ بھائے۔ اور سیدی سعید اور میں کاڑیوں میں ماربل آرچ[۵۲] تک گئے اور وہاں سے ٹیوب ریلوے میں سفر کیا۔ ہمارے لئے یہ نئی چیز تھی۔ کبھی پیشتر اتفاق نہ ہوا تھا۔ طرفہ چیز ہے اس میں شک نہیں

---

۵۱ ایک زانو ٹیک کر یا جھک کر سلام کرنا۔ ۵۲ یعنی مرمر کا دروازہ۔ ہائیڈ پارک کے دروازوں میں یہ دروازہ سب سے زیادہ پر رونق ہے ۱۲

زمین میں گول سوراخ ہیں جن میں سے بجلی کی ٹرین سانپ کی طرح گذر جاتی ہے۔ جگہ صرف اتنی ہے کہ ٹرین بآسانی گذر جائے۔ نیچے جانے کے لئے بہت بڑی لفٹ کا انتظام ہے کہ جس سے زمین کے شکم میں انسان گھستا ہے۔ ہوا کا ایسا کامل بندوبست ہے کہ ذرہ جی نہیں گھبراتا بلکہ روشنی اور ہوا کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ کھلی ہوا میں نہیں ہیں۔ عین میں روز روشن۔ کیونکہ بجلی سے سب کارخانہ چلتا ہے۔ نمائش کے واسطے اس کی وسعت اور بھی ہو گئی ہے تاکہ آمدو رفت میں سہولت ہو۔ اب ٹھیک نمائش گاہ تک جاتی ہے۔ لوگوں کے لئے آرام دہی اور آسانی کرنے میں یہ لوگ کسر نہیں رکھتے۔ اس سوراخ میں ایک ہی ریل جا سکتی ہے۔ اس لئے کسی قسم کے حادثہ کا ہرگز خوف نہ رہا۔ آخر کار ہمارا اسٹیشن آیا۔ اور ہم سب فوراً اتر گئے۔ ہر اسٹیشن پر آدھی منٹ ٹھہرتی ہے۔ خیال میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدھا منٹ اترنے کے لئے بہت کم ہے لیکن اتنا وقت کافی ہے۔ ہم فراغت سے اتر گئے۔ اور سب کو لطف آیا۔ نمائش گاہ میں بیشتر مسٹر ودت کبھی نہ آئے تھے خوب سیر کی اور میں نے ایک جگہ سے نہایت عمدہ رومال خریدے۔ معمولی سوتی کپڑے کس حد تک نفیس اور اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ اس کے نمونے دیکھے۔ چھوٹی چھوٹی پوشیں جن پر بہت اور آرش کروشے کی لیس ٹکی ہوئی۔ دو سو پچیس شلنگ کی۔ ایک ایک غضب ہو رہا ہے۔ خریدار ہیں تو چیزیں بھی تیار ہوتی ہیں اور اسی درجہ قدر و قیمت سے لی جاتی ہیں۔ اس کمپنی کے اشتہارات کی کتاب سے کئی چیزوں کے دام لکھتی ہوں۔ جنکے پڑھنے سے تعجب معلوم ہوگا۔ ایک جوڑی تکیوں کے غلاف

قیمت نو پاؤنڈ - ایک چادر ان کے جوڑ کی بارہ پاؤنڈ! علیٰ ہذا القیاس امیر اپنی دولت کا معقول حصہ اعلیٰ اور نفیس چیزوں پر صرف کرتے ہیں - ان کپڑوں کو دھونا بھی یہی لوگ جانتے ہیں - ایسی ایسی بے نظیر چیزیں دیکھیں کہ واہ واہ جی خوش ہو گیا - لیڈی ماڈ وارنڈر کے یہاں عطیہ بھی مہمان گئی تھی اُسوقت کا ذکر کرتی ہے کہ لیڈی موصوف کے یہاں تقریباً ایسی گراں قیمت لینن کی چیزیں برتی جاتی ہیں - اور استراحت کا کمرہ تمام ایسے لینن سے بھرا ہوا تھا - کہ کیا بیان ہو کیمرک پر اس قدر مہین کام کرتے ہیں کہ جس کی حد نہیں آجکل ایسی چیزیں بھرنور کام کی لینے کا رواج ہوا ہے - کرسیوں اور کوچوں کے غلاف تکیوں کے غلاف - سنگھار دان کی پوششیں گردے - پردے وغیرہ مطلب یہ کہ جس کا قیاس کرسکو تمام ایسی اشیا سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہیں اور بڑے بڑے صندوقوں پر بھی اسی کے غلاف چڑھے ہوئے ہوتے ہیں - آٹھ یا پندرہ دن بعد بدلنا لازمی ہو جاتا ہے کیونکہ برف کی سی سفیدی ہونا نہایت ضروری ہے! مہین اور نازک ہونے کے باعث بہت دھل نہیں سکتا ہے - واقعی روپیہ برباد ہوتا معلوم ہوتا ہے - مگر سب فیشن والا گروہ ایسا ہی کرتا ہے - فیشن کی وبا سے اللہ ہماری قوم کو بچائے بلکہ میری دُعا ہے کہ کسی دن ان فضول پابندیوں کا پر تو ہم پر نہ پڑے - اور ہر چھوٹی بڑی چیز میں ان لوگوں کے پیرو نہ بنیں - ورنہ چند روز میں ہماری مٹی پلید ہو جائیگی ان میں بھی بہت سے ایسے ہیں جو فیشن کی مصیبت سے ناراض ہیں لیکن کیا کریں مجبوری ہو گئی ہے اور ڈھنگ ایسا پڑ گیا ہے - اس لئے پیشتر ہی ہم کو

سمجھ کر ان چیزوں کا دلدادہ نہ بننا چاہیئے۔

اور چیزیں دیکھنے کے بعد ایک جگہ کھانا کھایا جہاں ہر فرد کے لیئے بارہ شلنگ چھ پنس مقرر تھے۔ سوڈا وغیرہ زائد چیزوں کی علیحدہ قیمت دینی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے ارد گرد میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا ایسا جمگھٹا دیکھا کہ حیران رہ گئے۔ بہت سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے آٹھ آٹھ اور دس دس گینیاں وہیں خرچ کیں۔ کیونکہ قیمتی شرابیں بکثرت پی رہے تھے پیٹ پوجا کو ان سے درجے تک پہنچی ہے۔ اس کا خواب خیال ہونا مشکل ہے۔ فرانس بھی اس سے بڑھکر ہے۔ کھانے سے فراغت پاکر آتشبازی دیکھی اس میں انار ایسے تھے کہ سلگا کر پانی میں پھینک دیتے تھے تو وہ ہل ہل کر سیدھے ہوکر چھوٹتے تھے اور چکر کھاتے تھے۔ اس قسم کی بہت سی نادر آتشبازی چلی۔ آدھ گھنٹے میں ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ہم تماشگاہ سے ہوٹل واپس آگئے ۔

اکثر گھروں میں یہ دستور ہے کہ پیدائش کے بعد دوسرے یا تیسرے روز بچے کو ماں کا دودھ دیا جاتا ہے اور اس وقت تک گھٹی اور شہد وغیرہ پلاتے اور چٹاتے ہیں جس کی کثرت بعض بچوں کے واسطے مضر ہونے کے علاوہ ماں کے واسطے بھی دودھ نہ نکلنے کی وجہ سے تکلیف دہ ہوتی ہے حکما کا خیال ہے کہ ولادت کے چند ہی گھنٹے بعد بچے کو اگر ماں کا دودھ دیں تو زچہ اور بچہ دونوں کے

بچوں کی پرورش

ایامِ حمل میں احتیاط چونکہ اس وقت میں بچوں کی پرورش پر کچھ لکھ رہی ہوں اس لئے دو چار معمولی باتوں کا جو بچوں کے لئے ضروری ہیں ذکر کرتی ہوں پیدایش سے بعد ہی نہیں بلکہ ایامِ حمل سے ہی ماں کا اثر بچہ پر ہوتا ہے دورانِ حمل میں ماں کی طبیعت کا میلان جس بات یا جس مضمون کی جانب ہوگا اس کا گہرا اور حیرت انگیز اثر بچہ کی طبیعت پر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایامِ حمل میں ماں لڑائی شجاعت بہادری وغیرہ کی کتابیں دیکھتی رہیگی تو بچہ بھی شجاع دلیر بہادر ہوگا۔ اگر خاکساری صبر قناعت تحمل وغیرہ کی طرف دھیان رکھیگی تو بچہ بھی صابر قانع بُردبار خاکسار متحمل ہوگا غرضکہ ماں ایامِ حمل میں جیسی رہیگی اس کا گہرا اثر بچہ کی طبیعت پر ہوگا۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ متحدہ امریکہ سے صوبہ مونتانا کے ایک لڑکے ہیری مارشن (جس کی آجکل بہت شہرت ہی) کی عجیب حالت سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہی۔ ڈاکٹروں کا قول ہی کہ بچہ اپنی ماں کی خصلتیں اور اس کے جذبات وراثت میں پاتا ہی۔ اور یہ بات بھی مسلّم ہی کہ جو چیزیں یا شکلیں ماں دیکھا کریگی۔ اس کا بہت سا اثر بچہ کی شکل و شباہت پر ہوگا اس بات کے کل ڈاکٹر وغیرہ قائل ہیں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ پس حاملہ کو چاہیے کہ عمدہ عمدہ اخلاقی کتابوں کو زیرِ مطالعہ اور اچھی اچھی باتوں

کی جانب طبیعت کا میلان رکھے۔ ہر وقت طبیعت خوش بشاش رکھنی چاہئے۔ رنج غم غصہ فکر پریشانی وغیرہ کو حاملہ کے پاس پھٹکنے بھی دینا چاہئے۔ بچہ کے لیے یہ بہت مضر ہے۔ خوبصورت خوشنما تصویروں۔ چہروں شکلوں کو پیش نظر رکھے۔ وزنی چیز اٹھانا سخت محنت کرنا سخت بیمار کی عیادت کو جانا وحشت انگیز وخوفناک تصاویر دیکھنا کسی عورت کے وضع حمل کے وقت جانا۔ تیز جلاب لینا بیمار کے لئے زیادہ مقدار میں کونین کھانا۔ دانت اکھڑوانا نشتر دلوانا۔ دُور دراز کا سفر جھٹکے یا اسی قسم کی اور سواریاں یا دُوسری بدن ہلانے والی سواری۔ رنجیدہ وحشتناک خبروں کا دفعتہً سننا وغیرہ بھی منع ہے۔

زچہ خانہ ہندوستان کے زچہ خانے عموماً ایسے تنگ و تاریک بند ہوا کرتے ہیں جس میں صحیح سالم آدمی کا تندرست رہنا ہی ناممکن ہے۔ زچہ جو بجائے خود ایک مریضہ ہوتی ہے اور بچہ جس کے سب اعضا کمزور اور جسکو دنیا میں آئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اسکا تو اس مکان میں زندہ رہنا بھی تعجب کی بات ہے۔ ایسے مکانوں کی ہوا کو ہم قاتل زہر ہلاہل سے کم نہ سمجھنا چاہئے۔ خصوصاً جب کہ اس میں تیل کا چراغ روشن ہو۔ آگ جل رہی ہو۔ اجوائن وغیرہ کا دُھواں گھٹا ہوا ہو لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہو۔ زچہ بچہ کے لئے ایسا مکان مناسب ہے جو نہ بہت ٹھنڈا ہو نہ بہت گرم۔ دونوں طرف دروازے کھڑکیاں ہوں جنمیں ہوا کی آمد و رفت بخوبی ہو سکے۔ تازہ وعمدہ صاف ہو لیکن سرد ہوا کے سخت جھونکے بھی زچہ بچہ کے لئے سخت مُضر ہیں۔ کمرہ میں آفتاب کی روشنی ہو لیکن

ماں کی محبّت

دنیا میں انسان کو ایک دوسرے کی محبت سے متمتع ہو کر تمام دشوار گھاٹیاں طے کرنی پڑتی ہیں لیکن ماں کی محبت ایسی ہے جو بغیر کسی معاوضہ کی اُمید کے اولاد سے برتی جاتی ہے۔ ایک چھوٹا بچہ جو بلا دوسروں کی امداد کے ایک دن نہیں جی سکتا اسکو سالہا سال پالنا۔ پال پوس کر بڑا کرنا ہر قسم کی مصیبت برداشت کرنی اور تیوری پر بل تک نہ لانا ماں ہی کا کام ہے۔

یقیناً خبر اولاد کی مائیں نہ گر لیتیں ہر یاں
خالی کبھی کا نسل سے آدم کی ہو جاتا جہاں (حالی)

مفلس نادار بیوہ ماؤں کا سلائی کر کے اور پسائی پیس کر بچوں کو پالنا ایسی نظیریں ہیں جنکا جواب کسی دوسرے تعلق میں نہیں۔ بیماری کے وقت جبکہ تیماردار وق ہو جاتے اور بیمار کی خدمت سے تنگ آجاتے ہیں تو ماں نہیں اکتاتی اور راتیں آنکھوں میں گذار دیتی ہے اور اس کا نہ تھکنے والا دماغ پھر اسی طرح جاگنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

باپ جس کی اولاد ماں ہی کی طرح ہوتی ہے باپ ہی بسا اوقات آزردہ ہوتا ہے۔ لیکن بقول مولانا آزاد کے "وہ محبت بھری نگاہوں سے بچے کے مُنہ کو تکتی رہتی ہے۔ اور اس کی شکل دیکھ کر اس قدر شاد ہوتی ہے کہ دُنیا کی کوئی خوشی اس خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

جب یہی اولاد نافرمان اور بے تمیز ہوتی ہے۔ اور اس کے حقوق ادا کرنے کے بجائے سخت سست سناتی ہے۔ اس وقت بھی اس کے سینہ میں وہی محبت بھرا دل ہوتا ہے۔ جو بچپن میں بچے کے لئے تھا۔

ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ بعض لڑکے بڑے ہو کر کسطرح ماؤں سے دفعتہً الگ ہو جاتے ہیں اور ان سے بات کرنے کے بھی روادار نہیں ہوتے لیکن اس وقت بھی اِن کے منہ سے کوئی بُری بات اولاد کی بابت نہیں نکلتی اور وہ حاضر غائب اس کے لئے دعا گو رہتی ہیں۔ انکی خوشی سے خوش اور رنج سے رنجیدہ۔

آخر وقت جبکہ انسان دنیا میں چند گھنٹوں کا مہمان ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بس اب جانیکو تیار ہوں۔ اُسوقت بھی ماں کو اپنے بچوں ہی کا خیال ہوتا ہے اور وہ بار بار انہیں کی نسبت تاکید کرتی ہے۔

افسوس ہے اُن بچوں کی حالت پر جو میری طرح ماں کی محبت سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے ہوں۔ آہ! ان سے بہت سے محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں لیکن جو اطمینان اور خوشی ماں کے دم سے تھی وہ اس سے محروم ہیں۔ اور انکو ماں کے برابر کوئی محبت کرنے والا نظر نہیں آسکتا۔

بنت حفیظ اللہ

بیماری تیمارداری

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

علی نقی خان صاحب - یہ ہو تو کیا ہر وقت وزیر بی امیر بی کی صحبت ہے گی تو انہی کا زیادہ اثر بھی ہوگا۔

کاظم حسین صاحب - واللہ ایسا ہی تو ہے پھر اتنا ہم لوگوں کی رائے اور ناراضی کا خیال نہیں جتنا ماماؤں کے باتیں بنانے کا ڈر ہے جتنا انکا کہنا اثر کرتا ہے اس کا آدھا بھی ہمارا کہنا اثر نہیں کرتا۔

علی نقی خاں - ظاہر ہے اس کے سوائے تم کس چیز کی اُمید رکھتے ہو۔ امیر بی اور وزیر بی اور لیاقت النسا بیگم میں فرق کیا ہے۔ یہ بھی عورت ہیں وہ بھی عورت یہ بھی جاہل وہ بھی جاہل۔ نہ انکو کوئی اچھی صحبت نصیب ہوئی نہ انکو بس۔ پھر وزیر بی امیر بی کی نہ سُنیگی تو پھر کس کی

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

کاظم حسین - جی ہاں! سچ ہے۔ کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ ہمارے یہاں کی لڑکیوں کی بچپن سے اچھی تعلیم ہو۔ اچھی صحبت میں رہیں۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ کو بھابی جان ایسی بی بی ملیں اور لڑکیوں کو اسی خوبی کے ساتھ تعلیم دی۔

علی نقی خاں - بیشک بیشک عورتوں کی تعلیم نہ ہوگی تو مردوں کی

بھی تعلیم پورے طور سے نہیں ہوسکتی۔ انگلینڈ جانے پر بھی تعویذ گنڈے فال فلیتے نحس منحوس دن تاریخ دل سے نہیں نکلتے۔ میری بی بی کو تو مطلق ان چیزوں کی پروا نہیں۔ نہ کبھی اُنھوں نے کسی بچہ پر سے نظر اُتروائی نہ کسی کے تعویذ گنڈے فلیتے باندھے۔ ہاں خیرات کرنے کی وُہ ضرور قائل ہیں۔ آپ مرزا محمود بیگ صاحب کو جانتے ہیں۔ پانچ برس انگلینڈ میں رہ آئے ہیں۔ مگر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ ایسے پست خیالات کا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ خیالات کے حساب سے تو ان کا نام دوا جینلی یا کلثوم ننہ رکھنا چاہیے مجھ سے پرسوں مُلاقات ہوئی کچھ بچوں کا ذکر چھڑا۔ کہنے لگے جناب میرے بچے نہیں جیتے۔ اِس لئے میں اپنی بی بی کو لیکر مولوی نیاز احمد صاحب کے مکان کے قریب جاکر رہا ہوں۔ وُہ کہتے ہیں اُن پر آسیب ہے۔ کچھ تعویذ گھول کر پلانے کو دیتے ہیں اور فقیر محمد شاہ بھی روز آکر میری بی بی پر کچھ پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں اور ایک تعویذ باندھنے کو دیا ہے اِس سے میں کیا بتاؤں کتنا فائدہ ہے۔ اب خدا کے فضل سے پھر بچہ ہونے کی اُمید ہے میں نے مولوی صاحب اور فقیر صاحب کو بہت خوش کیا اور انشاءاللہ پھر خوش کرونگا۔

مجھے اس قدر غصہ آیا کہ کیا بیان کروں۔ میں نے کہا مرزا صاحب! اپنے ہوش کی دوا کیجئے۔ آپ پڑھے لکھے ولایت کے تعلیم یافتہ متقی پرہیزگار ہوکر اس قدر کفر اور شرک کو جائز رکھتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں تو مشرک کا درجہ کافر سے بھی بدتر ہے۔ افسوس کہ مُسلمان خود پھر شرک اور کفر میں غلطاں و پیچاں ہوگئے۔ مُسلمانان در گور و مُسلمانی در کتاب۔

کاظم حسین۔ رفتہ رفتہ یہ خیالات سب مٹ جائینگے۔ جتنا جتنا مرد علم و فضل حاصل کرتے جائینگے اور دُنیا کے افسانے پڑھکر عبرت حاصل کرینگے اور عورتوں کو اپنا ہمدم اور اپنی قوم کا جزو اعظم سمجھیں گے اور انکو عزت کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اُن کی تعلیم کی طرف توجہ کرینگے۔ اتنا ہی اتنا انکی مفید صحبت سے متاثر ہوکر پست خیال سے مبرا ہو جائینگے۔

علی نقی خاں۔ سجاد حسین کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ایک انجمن قائم کرنی چاہئے۔ جس کا مقصد یہ ہو کہ تمام اُن رسُوم کو جو شادی بیاہوں میں ہوتی ہیں موقوف کروائیں اور اُن کے مضر نتائج کو بتائیں۔

کاظم علی۔ خیال تو اچھا ہی۔

یہ باتیں تو آپ لوگ سُن چکے۔ اب درخت کے نیچے چلئے اور سنیئے وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ وہاں حیدری بیگم جمیلہ بیگم کے کان کے نزدیک مُنہ رکھے کہہ رہی تھیں۔ آپ نے کچھ سُنا لیاقت النسا بیگم تک خبر پہنچ گئی کہ سجاد رسمیں کرنے پر راضی نہیں ہیں۔

جمیلہ بیگم۔ کس نے کہا ہوگا۔ یہی رحمت وغیرہ نے جاکر کہا ہوگا۔ ان لوگوں کی تو عادت ہی اِدھر سے اُدھر جا لگائی۔

حیدری بیگم۔ مَیں اُنکے یہاں گئی تھی آگ بگولہ ہو رہی تھیں خوب بکیں خوب چلّائیں۔ مَیں کچھ نہ بولی چپکی اپنے گھر چلی آئی۔ اُنھیں کے یہاں کی ماما کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک مشاطہ بُلائی گئی ہے اسکو حکم ہوا ہی کہ ایک لڑکا قدرت کے لئے تلاش کرلے۔ آپ کسی سے ظاہر مت کیجئیگا۔

جمیلہ بیگم ۔ میں کیوں کسی پرظاہر کرنے لگی ۔ مگر دیکھ لینا وہ خود سب سے کہتی پھرینگی ۔ اُن لوگوں سے نہیں کوئی بات چھپائی جاتی ہے ۔ خدا کرے نہیں اچھی جگہ کریں مجھے یہ ڈر ہے کہیں اپنی ضد میں لڑکی کا خرابہ نہ کریں ۔

راحت بیگم ۔ لیاقت النسا بیگم ایسی جاہل عورت ہے کہ خدا کی پناہ ۔ ہمارے یہاں کی عورتیں سب ہی ایسی ہوتی ہیں میں کیا کروں ۔ میری زبان جب کھلتی ہے بُری طرح سے کھلتی ہے ۔ تمام دن بکریوں کی طرح پان چبانے کے سوائے کوئی کام نہیں کرتیں ۔ سارا بھیجا پان کے راستے اُگالدانوں میں تھوک دیتی ہیں ۔ کوئی ایسے مسلمان ہونے سے باز آیا کہ دن اور رات ایک کوٹھری میں بڑبڑایا کرے ۔ تمام کان چھید کر چھلنی کر دیئے جائیں گیارہ برس کی عمر تک میرے کان ناک کچھ نہیں چھدے تھے ۔ میری خالہ صاحبہ نے آن کر یہ تحفہ میرے گلے لگایا کانوں کو اٹھا کر چھلنی کر ڈالا اگر کوئی مرہم ایسا ہے جس سے سب کانوں کے چھید کے نشان مٹ جائیں تو میں ابھی لگا لوں ۔ مجھے زہر معلوم ہوتا ہے ۔ ناک میں نتھ لٹکا نا ریچھ کی طرح پر ہلاتے پھرنا بالکل بندر کی شکل عورتیں اپنی بنالیتی ہیں ۔ پھر نہال نہال ہوئی جاتی ہیں کہ کس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہیں ۔ ایک طرف سے بازو پر سے کپڑے اترے پڑتے ہیں دوسری طرف سے چھلّے گرے پڑتے ہیں ۔ چوڑیاں کہنیوں تک پہنی ہوئی ہیں ۔ پاؤں میں قیدیوں کی طرح زنجیریں پڑی ہوئی ہیں ۔ جب چلتی ہیں تو قیدیوں کی سی چلنے کی آواز آتی ہے ۔ یہ کہکر راحت بیگم کسی کام کے واسطے چلی گئیں ۔ باقی آئندہ

ساسوں کی فریاد

بیوی صاحبزادیوں! دکھیاریونکی بہی سُننا۔ اولادوالیوں! ایمان نہ نگلن ہم غریب آپا ہج تمہارا ہاتہ تکنے والی میٹھی زبان کی طلبگار دعاگو خدمتگذار، گھر کی چوکیدار بچونکی خدمتگار آج اپنا اور وقر عزت آبرو سب کو طاق پر رکھہ تمہارے پاس فریاد لائی ہین دل پر ہاتہ رکھکر کہنا! ابھی تمہارے لال کھیلیں پہولیں ہزاری عمر ہو ہمارے منہ میں خاک ہو نہ ٹوکو نہیں سچ بتانا ان ٹانگ برابر کے ٹلووں کی کتنی ماما ہے ہوم بھر کو آنکھہ سے اوجھل ہوں تو جان پر بن جائے انکی پھانس سے تم بےچین انکی ہوں پر تم نثار انکی ہائے پر تم قربان کیوں بیٹے والیوں یہ اتنے بڑے کس تکلیف سے کئے راتوں کی نیندیں کہوئیں دنکے چین گنوائے۔ سارا جوبن گھلا جب ایک لالہ پالا۔ ہمارا دل دیکہو ہم بھی آدمی ہیں ہمنے بھی یہی آفتیں بھگتی ہیں خدا گواہ ہے اس آس پر رنڈاپا کاٹا کہ یہ دکھہ درد غریبی مفلسی تو سب گذر جائے گی مگر ایک لال بھی پروان چڑھ گیا تو بڑھاپے میں اسکی طرف سے ٹھنڈی ہوا آجائیگی۔ آہ پیاری بہوؤں تمنے وہ امیدیں خاک میں ملا دیں ہمنے یہ کلیجے کے ٹکڑے پال پوس تمھارے حوالے کئے اور تم ہماری جان کی دشمن نکلیں اللہ اللہ آج ہم اس قابل ہیں کہ تمہاری مامائیں تک ہمیں ٹھٹھے لگائیں ڈرو خدا سے بڑھاپا تمہیں بھی آئیگا بہویں تم بھی لاؤ گی۔ تمنے ہمیں کتے کے ٹھیکرے میں پانی پلادیا۔ انصاف کرو اور سوچو۔ خدا کی لاٹھی بےآواز ہے جو کرو گی وہ بھرو گی جو دو گی وہ پاؤ گی جو عزت آج تمنے ہماری کی اگر یہی تمہاری ہو تو دل پر کیا گذرے، ہمنے اسی دن کو اپنا عیش حرام کیا تہا کہ جب یہ پل پلا گھر والے ہوں تو تم گھر کی مالک اور ہم

گھر کے رکھوال! بیویوں ہمنے مر کر مٹ کر اپنی جان گھلا کر یہ لال اس قابل کئے ہیں اتنے برس ال سے ہیں کھی کسطرح نکال پھینکا۔ آخر ہمارا حق نہ سہی ہماری خدمت کا معاوضہ سہی ہمیں نوکر سمجھو خدمتگار سمجھو اور ہماری اس تھوڑی سی زندگی کو برباد نہ کرو۔ یہ ڈاڑھی موچھوں والے جنکے بل پر آج پھول رہی ہو یہ بس اور کل ہماری گود میں رہے ہیں بیوی گھر والیوں تمہارا سہاگ رہتی دنیا تک ہے تمنے انکے ساتھ جاگیں لڑائی میں فاقے کیے نہیں کھلایا۔ بیریاں لگائیں انہیں نہایا۔ مگر آہ آج جب یہ کسی قابل ہوئے تو تم انکی وارث بنیں اور ہمارا ہڈا لونڈیوں سے بدتر کر دیا۔

پیاری بہوؤں عمر تیر ہو گئی اور کچھ دن باقی ہیں جب تک سانس موجود ہے دل سے یہی دعا نکلیگی تمہاری پھول پھلواری تمہارا باغ باغیچہ پھولے پھلے، کچھ ہی کرو مگر یہ دل بد دعا نہ دے گا۔ اس مصیبت مارے دل کی قدر کرو اور اس دعا کو غنیمت سمجھو آنکھ بند ہونے کی دیر ہے یہ دعا کا دروازہ ہمیشہ کو بند ہو جائیگا۔

دنیا عالم اسباب سہی مگر مالک حقیقی سر پر ہے۔ جوانی ہرتی پھرتی چھاؤں ہے۔ یہ دن سدا رہنے والے نہیں۔ لکھ رکھو ایک ایسا وقت آئے گا جب ہماری طرح تم بھی ساس ہوگی۔ اور یہ ننھے ننھے کیڑے جو آج معصوم ہیں انشا اللہ گھر بار والے ہونگے انکی بیویاں تمہاری طرح گھر تین برتین ہونگی اور جو کچھ تم ہم سے کر رہی ہو وہ تم سے کرینگی۔ اسوقت کو آیا سمجھو۔ یاد رکھنا اور دیکھنا، گو ہماری ہڈیاں بھی گلکر خاک ہو چکی ہونگی۔ مگر تمہارے جسم کا ایک ایک رونگٹا یہ صدا دیگا۔

"کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اس ہاتھ لے"

راشد الخیری

وعظ

نہایت خوشی کی بات ہو کہ طبقۂ خواتین اپنی پستی کو روز بروز محسوس کر رہا ہو اور وہ فرقہ جو اپنا فرض صرف بچوں کو پال لینا اور بڑی بگھراں خدمت کر دینا سمجھتا تھا اب ترقی کے میدان میں ہاتھ پاؤں مارتا نظر آرہا ہو۔ خواتین کی یہ بیداری چشم ما روشن دل ما شاد لیکن اتنا کہنے کی ضرورت ہو کہ اس دنیوی ترقی کی دھن میں یہ خیال رہے کہ دین کا سہرا ہمیشہ تمہارے سر رہا ہو۔ اگلے زمانہ کی بڑی بوڑھیاں (خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) گو آج جاہل نادان کچھ ہی سمجھی جائیں مگر عذاب الٰہی کے نام سے تھرا اٹھتی تھیں گو انکے دن جلسوں پارٹیوں لکچروں سیچوں میں نہ گذرے گر اُن کی راتیں حاکم حقیقی کے آگے سجدوں میں بسر ہوتی ہیں۔ ان میٹھی نیند سونیوالیوں کی نشانیوں! خوف خدا کا ورثہ ہاتھ سے نہ کھو دینا اور اسوقت کو آیا سمجھنا جب ایک خوفناک گڑھے میں لیٹنا ہوگا۔ چاروں طرف اندھیرا گھپ جنگل بیابان والی نہ وارث۔

ارادہ ہو کہ کلام الٰہی کے وُہ احکام جو عورتوں سے متعلق ہیں عصمت کے ذریعے بالتفصیل بیان کئے جائیں اور اگر ناظرات عصمت اسکو مفید سمجھیں تو یہ سلسلہ قائم رہے۔ آج اس ارادہ کی تمہید ہو اور

مقصدِ اصل سے پہلے قرآن شریف کی ضروری تاریخ اور موٹی موٹی باتیں بیان کی جاتی ہیں:-

زمانۂ آنحضرت میں کلامِ الٰہی کی صورت | گو رسالت آب کی حیات میں تمام کلامِ ربانی موجود تھا اور نہ کیوں ہوتا جب وہ آنحضرت ہی پر نازل ہوا مگر کس طرح کہ کچھ ایک کے پاس کچھ دوسرے کے۔ کہیں کاغذ پر کہیں چمڑے پر۔ کیونکہ پیغمبر سلام صلعم کی یہ عادت تھی کہ جہاں کوئی آیت نازل ہوئی اور فوراً ہی کسی کو بلوا کر لکھوا دیا۔ مکہ کے مشہور کاتب عبداللہ بن سعد ہیں اور ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لے گئے ہیں تو مدینہ کے مشہور کاتب زید بن ثابت ہیں۔

قرآن شریف کی موجودہ صورت | جس صورت میں آج اس کلامِ ربانی کو ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ یہ صورت آنحضرت صلعم کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ متفرق و پریشان لیکن رحلت کے بعد جب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ایک شخص نے جس کا نام مسیلمہ کذاب تھا نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے آدمی اس کے معتقد ہو گئے تو خلیفۂ اول نے ایک لشکر اس کے مقابلہ میں بھیجا۔ گو اس لڑائی میں مسیلمہ کذاب مارا گیا لیکن سات سو کے قریب ایسے مسلمان بھی ضائع ہوئے جو حافظِ کلام اللہ تھے۔ اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ تردد ہوا کہ اگر صحابہ جو حافظ ہیں رفتہ رفتہ اسی طرح ضائع ہو گئے تو قرآن مجید چونکہ متفرق حیثیت

سلہ عبداللہ بن سعد ایک دفعہ اسلام قبول کرنیکے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر پھر مسلمان ہوئے

ہی ہی ایسا نہ ہو کہ ایک آدھ آیت تلف ہو جائے۔ کسی طرح اس کو یکجا ہو جانا چاہئے تاکہ یہ اندیشہ باقی نہ رہے۔

زید بن ثابت جو زمانہ جناب رسول اللہ صلعم میں کاتب وحی تھے انکے سپرد یہ کام ہوا اور یہ بھی ہدایت ہوئی کہ وہ آیتیں جو لوگوں کے پاس ہیں انکو لیکر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جب تک ہر آیت کے صحیح ہونے کے دو معتبر گواہ نہ پیدا ہوں داخل قرآن نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت نے تاوقتیکہ دو معتبر گواہیاں اس امر کی نہ لے لیں کہ یہ آیت ہمارے سامنے نازل ہوئی قرآن مجید میں شامل نہ کیا۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے لیکن بعض اہل تشیع کی رائے یہ نہیں۔ انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جمع کیا۔

مصحف عثمانی کلام ربانی کے جمع ہو جانے کے بعد قرأت پر جھگڑا تھا چنانچہ حضرت عثمان کے عہد میں قرأت مختلف تھی اور ہر وقت جھگڑے ٹنٹے ہوتے رہتے تھے۔ حضرت عثمان نے مسلمانوں کو جمع کیا اور اس معاملہ کو سب کے سامنے پیش کر کے رائے پوچھی۔ عام طور پر مسلمانوں کی یہ رائے ہوئی کہ کلام اللہ قریش کے محاورے کے مطابق نازل ہوا ہے۔ اس لئے اسی قرأت کے موافق قرآن مجید تیار کیا جائے۔ وہ قرآن مجید جو حضرت صدیق نے تیار کیا تھا اور انکے بعد حضرت عمرؓ اور پھر حضرت حفصہؓ کے پاس تھا اسکو لیکر ایک ہی قرأت کا قرآن مجید مرتب کیا جسکو مصحف عثمانی کہتے ہیں اسکی پانچ نقلیں ہوئیں ایک حضرت عثمانؓ نے خود رکھی اور چار نقلیں چار طرف بھیجدیں۔ (باقی آئندہ)

راشد الخیری

مس جین انجیلو

اے شاعرہ خاتون جس کی زنانہ روح رحم خلوص اور ہمدردی میں
ڈوبی ہوئی تھی موسم گرما کی تروتر و دل کش صبح کی طرح اب تک
تو ہمارے دلوں پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ تیرے نازک ہاتھوں نے
ہمارے واسطے وہ گھر بنا دیا جہاں ہماری روحیں سچے خدا کی
آوازیں سنیں گی۔

انگلستان کی ان چند شاعرہ عورتوں میں سے جن کا نام مدۃ العمر زندہ رہیگا ایک مس جین انجیلو بھی ہے۔ نازک خیالی کی اس جمی ہوئی مجلس میں جہاں الیزا کوک ورفیلشیا ہیمنز جیسی عورتوں کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں وہاں صدارت کا سہرا مس جین کے سر ہے۔

یہ فخر انگلستان خاتون بمقام ڈوسن ۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئی۔ اس کا باپ ایک دولتمند ساہوکار اور ماں سکوٹ کی تعلیمیافتہ خاتون تھی۔ کئی بھائی بہنوں میں اسکی پرورش ہوئی اور بیس برس کی عمر میں اسکی پہلی تصنیف کی ہوئی کتاب ملک کے ہاتھوں میں پہنچی۔ ابھی اس کتاب کو دیکھ کر لوگ متعجب ہی ہو رہے تھے کہ ۱۸۰۵ء یعنی دوسرے سال مس انجیلو کی دوسری کتاب اور ۱۸۰۶ء میں تیسری کتاب شائع ہوئی۔ گو اس کے بعد قابل مصنفہ نے اور کتابیں بھی لکھیں مگر دو کتابوں نے خیالات کے ایسے پھول برسائے کہ تمام ملک منتظر ہو گیا۔ تینتیس برس

کی عمر میں اس کی کلیات کا نکلنا تھا کہ انگلستانی علم ادب نے بقائے دوام کے دربار میں اسکو کرسی دی اور شہرت عام کا تمغہ پیش کیا۔ ایک جگہ لکھتی ہے۔

"شہد کی مکھیاں پھولوں سے رس چوس کر بھنبھنا رہی ہیں۔ سبز گھاس پر کیڑے ہمارے پاؤں میں رینگ رہے ہیں۔ جھُنڈ کے جھُنڈ ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنی میٹھی زندگی کے نغمے اور خالق الموجودات کی تسبیح پڑھ رہے ہیں"۔

آنے والی نسلیں برسوں اُس کے نام پر فخر کرینگی اور دیکھیں گی کہ مس انجیلو علم ادب کی مجلس میں کیسے کیسے موتی بکھیر گئی۔ وہ اپنی ایک سہیلی کو اپنے بچپن کے حالات اس طرح لکھتی ہے:۔

"کچھ بچپن ہی سے میرے خیالات عام بچوں سے جُدا تھے میں اُن سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ مجھے یاد ہے میں نے ایک دفعہ تارہ چمکتا ہوا دیکھا اور میری ماں نے اسکے متعلق مجھ سے خُدا کا ذکر کیا جو وہاں رہتا ہے اور جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ یہ موسم گرما کی شام تھی اور خدا کے متعلق سننے کا یہ مجھے پہلا اتفاق تھا جسنے میرے دل پر بہت بڑا اثر کیا۔ مجھے یاد ہے اس کے بعد میں تنہائی میں اِدھر اُدھر چپکی بیٹھ کر خُدا کی بابت سوچا کرتی۔ میں نے اس تارے کی چمک دمک پر جس نے مجھ کو اچھی زندگی بسر کرنے کا ایک سبق دیا مدتوں سوچا ہے"۔

ترجمہ

زنانہ دستکاری

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

۱۲ Ice knitting silk آئس نٹنگ سلک۔ یہ ریشم مختلف قسم کے شوخ رنگوں کا نہایت چمکیلا اور نفیس ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دولڑی۔ دوسری چارلڑی۔ یہ عموماً نفیس ٹائیاں۔ گلے کے مفلر اور دیگر فینسی چیزوں کے بنانے میں استعمال ہوتا ہے اور گیند کی صورت میں ملتا ہے اور قیمتی ہوتا ہے۔

۱۳ Imperial knitting silk امپیرل نٹنگ سلک یہ ریشم نہایت موٹا پیچدار مختلف شوخ رنگوں کا ہوتا ہے اور گیند کی صورت میں ملتا ہے۔ یہ ولایتی دبیز کپڑوں پر واسکٹ کی پیش نکالنے اور موٹے قسم کی ایمبرائیڈری[1] کے کاموں کے لئے عموماً استعمال ہوتا ہے۔ اس سے موزے دستانے بھی بُنے جاسکتے ہیں۔ مگر بہت گراں پڑینگے۔ اس لئے کہ یہ خصوصیت سے زیادہ گراں ہے۔

۱۴۔ Best knitting silk بسٹ نٹنگ سلک۔ یہ ریشم نہایت موزون قد کا ہوتا ہے یعنی نہ بہت موٹا اور نہ بہت باریک اس لئے یہ متعدد قسم کی سلائیوں کے کام۔ اور ایمبرائیڈری کا موں میں استعمال کیا جاسکتا ہے

[1] ان کپڑوں کا بھی مفصل بیان انشاءاللہ کسی آئندہ نمبر میں موقع پر کیا جائے گا۔

یہ گیند کی صورت میں جملہ قسم کے شوخ رنگوں کا ملتا ہے۔ مگر قیمتی ہے۔

۱۵۔ Princess knitting silk پرنسز نٹنگ سلک
یہ ریشم نہایت موٹا دولڑا اور مختلف قسم کے شوخ رنگوں کا گیند کی صورت میں ملتا ہے اور کپڑوں پر واسکٹ کی ہیئت نکالنے اور دیگر چیزیں بننے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

۱۶۔ Empress knitting silk امپرس نٹنگ سلک
یہ ریشم بھی اعلیٰ قسم کا گیند کی صورت میں مختلف شوخ رنگوں کا ملتا ہے۔ اور دبیز ٹانیاں اور دیگر مضبوط چیزیں بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۱۷۔ Coronet knitting silk کورونٹ نٹنگ سلک
یہ ریشم بھی اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے اور مختلف قسم کے شوخ رنگوں کا گیند کی صورت میں ملتا ہے۔ ٹانیاں۔ مفلر اور واسکٹ وغیرہ کاموں کے لئے نہایت موزوں ہے۔

۱۸ Lustrine knitting silk یہ دراصل ریشم نہیں ہے مگر مثل ریشم کے ہوتا ہے اور مختلف قسم کے شوخ رنگوں کا گیند کی صورت میں ملتا ہے یہ معمولی قسم کی ٹانیاں مفلر اور دیگر اوسط درجہ کی چیزیں تیار کرنے کے لئے نہایت موزوں ہے اور ارزاں ہوتا ہے۔

۱۹۔ Stage crochet silk اسٹیگ کروشے سلک
یہ ریشم مختلف شوخ رنگوں کا ریلوں پر ملتا ہے اور کروشہ کی ٹانیاں اور دیگر کاموں کے لئے موزوں ہے۔ سلائیوں کی چیزیں بھی بنی جا سکتی ہیں۔ یہ بھی نہایت ارزاں ہوتا ہے۔

۲۰۔ سلک ایمبرائڈری Silk Embroidery braiding.
ریڈنگ۔ یہ ریشم لچھی کی صورت میں ملتا ہے اور مختلف رنگوں کا ہوتا ہے۔
یہ عموماً بریڈنگ یعنی ڈور ڈالنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ قدرے
چوڑا اور موٹا ہوتا ہے۔

۲۱۔ ایرےسین سلک Arrasene Silk.
یہ ریشم بھی مختلف قسم کے نہایت شوخ رنگوں کا لچھی کی صورت میں ملتا ہے
جس میں قریب ۵ گز کے ریشم ہوتا ہے۔ جس کی قیمت قریب دو آنے
فی لچھی ہوتی ہے۔ یہ نہایت نازک و نفیس قسم کے ایمبرائڈری کے
کاموں کے لئے موزوں ہے۔ یہ بھی ارزاں ہے۔

۲۲۔ پرل روپ سلک Pearl Rope silk.
یہ ریشم صرف سفید۔ گلابی اور نیلے رنگوں کا لچھی کی صورت میں ملتا ہے
اور موٹے قسم کی ایمبرائڈری کام کے لئے موزوں ہے۔ یہ بھی ارزاں
ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

ہم دولتمند ہونے کی خواہش تو کرتے ہیں لیکن اپنی فضول خرچیوں کے روکنے کی کوشش نہیں کرتے ہم تندرست رہنے کی ضرورت تو سمجھتے ہیں لیکن اپنے امراض کے علاج کی کوشش نہیں کرتے ہم چاہتے تو ہیں کہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو لیکن اپنی اندرونی حالت کو درست کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہمارا جی تو چاہتا ہے کہ مصیبتوں سے نجات پائیں لیکن گناہوں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو ہمیں کرنا چاہئے وہ تو ہم کرتے نہیں اور جو نہ کرنا چاہئے وہ کرتے ہیں اور اس توکل پر زندگی بسر کرتے ہیں کہ محض اتفاقات ہی ہمیں کامیاب کردینگے لیکن اس کٹھن منزل (دنیا) کے طے کرنے کے لئے ایک عقلمند آدمی کیا سوچیگا۔ جتنا بہتر کام کرسکتا ہے کرا اور کوشش

تھرمامیٹر

بہت سی بہنوں نے تھرمامیٹر کا نام سُنا اور صورت دیکھی ہوگی وُہ اتنا بھی جانتی ہونگی کہ بخار معلوم کرنیکا ایک آلہ ہے جسکے ذریعہ سے ڈاکٹر مریض کی حرارت کا درجہ دریافت کرتے ہیں کہ بخار زیادہ ہے یا کم لیکن اکثر بہنوں کو شاید یہ نہ معلوم ہو کہ تھرمامیٹر کے ذریعہ بخار کا پتہ کس طرح چلتا ہے اسلیئے اسکی مفصّل کیفیت اس طرح ہے کہ

دُنیا میں مادّے کی تین صُورتیں ہیں ٹھوس سیّال اور ہوا۔

ٹھوس چیزیں مٹی اور پتھر وغیرہ ہیں۔ سیّال وُہ چیزیں جو بہہ سکتی ہیں۔ جیسے پانی اور پارہ۔ ٹھوس چیزوں کو اگر حرارت پہنچائی جائے تو وُہ سیّال ہو سکتی ہیں مثلاً تانبے کو پگھلا کر وضع وضع کے برتن۔ لوہے کو تپا کر طرح طرح کی چیزیں کیل کانٹے وغیرہ تیار کرتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حرارت میں کوئی وزن نہیں ہوتا۔ خواہ لوہے کو کتنی ہی دیر آگ میں رکھو اور وُہ کتنا ہی کیوں نہ دہکے لیکن یہ حرارت اُسکے وزن میں کوئی زیادتی نہ کریگی کیونکہ وُہ کوئی مادّی چیز نہیں ہے اسی طرح بخار کی حرارت آدمی کے جسم میں وزن کو زیادہ نہیں کرتی ورنہ مریض اور تکلیف کے علاوہ بوجھوں بھی دبتا۔

درجہ حرارت معلوم کرنے کے لئے ڈاکٹروں نے یہ چیز یعنی تھرمامیٹر ایجاد کیا جو ایک قسم کی شیشے کی نلکی سی ہوتی ہے۔ اُس میں سے پہلے ہوا خالی کرتے ہیں اور پھر اسکی تہ میں پارہ بھر دیتے ہیں۔ ہوا خالی کرنیکا ایک آلہ ہوتا ہے۔ اگر کسی بوتل کی ہوا نکالنی ہو تو اس کو مُنہ پر لگا کر خالی کر لیتے ہیں۔ اب اگر اس بوتل میں کوئی چوہیا

یا بچہ چھوٹا کر منہ بند کردو تو دم بھر بھی زندہ نہ رہے اور ہوا نہ ہونے سے گھٹ کر مرجائے
تو شیشے کی نلکی میں سے ہوا نکال کر پارہ تیں بھر دیتے ہیں اور نلکی کے اوپر
ہندسے لکھ دیتے ہیں۔ جہاں اس نلکی کو گرمی پہنچی پارہ پھیلا اور گرمی کے
زور سے اوپر کو چڑھا۔ اب جتنی زیادہ گرمی پہنچیگی اتنا ہی اوپر چڑھیگا بخار کی
حقیقت دریافت کرنے کے واسطے تھرمامیٹر کو مریض کے منہ یا بغل میں
رکھدیتے ہیں اور جس ہندسے تک پارہ چڑھ جاتا ہی سمجھ لیتے ہیں کہ اتنا بخار
ہی۔ اٹھانوے درجہ سے کچھ ہی زیادہ انسان کے جسم میں حرارت ہر وقت
رہتی ہی اور یہ تندرستی کا پورا ثبوت ہی۔ خدا نہ کرے جو یہ حرارت کم ہو جب آدمی
مرجاتا ہی اور جسم ٹھنڈا پڑجاتا ہی۔ اسوقت یہ حرارت بھی ختم ہو جاتی ہی۔ کیونکہ
اس وقت تو جسم بھی مثل ایک بیجان چیز کے ہی۔ اگر اس وقت تھرمامیٹر
لگاؤ تو جیسے کسی صندوق میں رکھدیا۔ ہاں زندہ آدمی کی حرارت جب بخار
کی وجہ سے زیادہ ہوئی تو پارہ اوپر چڑھکر حرارت کا درجہ بتادیگا کہ کتنی ہی
معمولی بخار میں سوایک سو ایک درجہ حرارت ہوتی ہی۔ بخار تیز ہو تو ایکسو دو
تین چار پانچ اور نہایت تیز بخار میں ایکسو چھ تک اس کے بعد علی العموم
حرارت نہیں ہوتی اور اگر ہو تو تمام جسم پر آگ رکھی معلوم ہو۔

حرارت کا اصلی گھر آفتاب ہی جو یہاں سے نو کروڑ میل دور ہی۔ یہی تمام
دنیا میں حرارت پہنچاتا ہی اور حرارت ہی کی وجہ سے انسان اگر کافی احتیاط نہ کرے
تو بیمار پڑجاتا ہی۔ بارہا دیکھا اور سنا ہوگا جاڑے کے موسم میں اگر آدمی دالان میں
بڑے چھوٹے گرم بیٹھا ہی اور کسی ضرورت سے دفعتہً باہر نکل آیا تو زکام ہوگیا چھینکیں آئیں

سیّدۃ النسا

صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے اس کے بعد سرورِ عالم نے ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ فاطمہ کے نکاح کی خوشی میں دف بجاؤ اور آپ جناب سیّدہ کے پاس تشریف لائے تو کچھ چپ چپ دیکھا یہ خیال فرما کر کہ شاید حضرت علیؓ کے افلاس کی وجہ سے حضرت سیّدہ غمگین ہیں۔ فرمایا فاطمہ! اہلبیت میں کوئی علیؓ سے بہتر نہ تھا جس سے تیرا نکاح کر دیتا۔[1]

نکاح کو مہینہ بھر کے قریب ہو گیا مگر حضرت علی نے شرم کی وجہ سے کبھی ایک لفظ رسالتمآب کی خدمت میں رخصت کے متعلق نہ کہا۔ لیکن جب کبھی تنہائی میں ملاقات ہوتی تھی تو آنحضرت صلعم حضرت علیؓ سے یہ فرماتے تھے کہ اے علیؓ! تجھے مبارک ہو تیری بیوی بہت اچھی ہے۔[2] آخر ایک روز عقیل حضرت علی کے بھائی علی کرم اللہ وجہٗ کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ رخصت بھی جلد ہو جائے۔ یہ سنکر حضرت علیؓ نے کہا میری بھی یہی آرزو ہے لیکن مجھے اسکے اظہار میں شرم آتی ہے۔ عقیل حضرت علی کا ہاتھ پکڑے رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے سب سے پہلے امّ ایمن سے جو رسالتمآب کی کنیز تھیں ملاقات ہوئی اور اس تجویز کو پیش کیا انھوں نے جواب دیا زیادہ بہتر ہوگا کہ پہلے ازواجِ مطہرات اس پر غور کرلیں۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر عورتوں کا خیال مردوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے اور اسکے بعد رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کریں۔ چنانچہ یہ سب حضرت امّ سلمہ اور باقی بیویوں کو لیکر عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں آئے جہاں رسالتمآب بھی تشریف فرما تھے اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں

[1] تقریباً یہی الفاظ ابن جوزی نے بھی لکھے ہیں مگر صاحب ناسخ التواریخ اسوقت نہیں لکھ رہا ہے۔ بلکہ

سیدۃ النسا کی وداع کے متعلق اہل تشیعہ کی کسی کتاب میں یہ واقعہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مصنف ناسخ التواریخ اس طرح لکھتا ہے کہ جب نکاح کو ایک مہینہ گذر گیا تو ازواج رسالتمآب حضرت علیؑ کے پاس آئیں اور کہا کہ اگر فاطمہ کی رخصت کی تمہیں جلدی ہو تو ہمیں اجازت دو تاکہ رسول صلعم سے کہیں۔ علی کرم اللہ وجہہ نے اجازت دی اور سب بیبیاں انکو ساتھ لیکر خدمت اقدس میں آئیں اور یہ ذکر چھیڑا۔ اُم سلمہ نے دوران گفتگو میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر کیا۔ امور خانگی میں انکا سلیقہ اور انتظام یاد دلایا اور کہا کہ کاش اسوقت وہ زندہ ہوتیں تو فاطمہ کی شادی کی کسقدر خوشی ہوتی۔ ہم کو کسی بات کا تردد نہ ہوتا اور ہم بھی خوشی شریک ہوتے علیؑ رخصت کا خواہشمند ہے اور ہم سب کے سب رخصت کرنیکو تیار اور خوش ہیں اب کیا انتظار ہے؟ سرور کائنات نے جسوقت خدیجۃ الکبریٰ کا نام سنا آنکھیں آنسو بھر آئے اور فرمایا:۔ "خدیجہ[۱] کا مثل کہاں ہے اس نے میری تصدیق اسوقت کی جب سب مجھے کو جھٹلا رہے تھے اس نے اپنا سارا مال متاع میرے واسطے راہ خدا میں لٹا دیا اور اسلام کی حمایت کی"۔ اُم سلمہ نے عرض کیا۔ آپ کا فرمانا درست ہے یا رسول اللہ خداوند کریم ہمیں اور انکو جنت میں ملائے اب آپکا بھائی اور چچا کا لڑکا خواہشمند ہے کہ اسکی بیوی کو رخصت کر دیجیے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے اُم سلمہ علیؑ نے یہ بات مجھ سے نہیں کی۔ اُم سلمہ نے کہا وہ شرمیلا لڑکا ہے کہہ نسکا۔ سرور[۲] کائنات نے فرمایا جاؤ اور علی کو بلا لو چنانچہ وہ آئیں اور حضرت علی کو جو باہر کھڑے تھے بلا کر لیگئیں۔ اسوقت عورتیں اندر چلی گئیں اور سرور کائنات نے فرمایا۔ علی! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری بیوی کو رخصت کر دوں؟ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں[۳] +

۱ حرف بحرف دونوں کتب متفق ہیں۔ ۲ ناسخ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اس موقع پر موجود تھے۔ بلانے کی نوبت نہیں آئی ۳ ذیلعین میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ ابن جوزی کی رائے ہے کہ اسوقت رسالتمآب نے وداع کیواسطے کل کا دن مقرر کیا لیکن ناسخ التواریخ

مصنوعاتِ زنانہ

ان دنوں دو نمائشیں زنانہ دستکاری کی ہمارے ملک میں ہو چکی ہیں۔ ایک لاہور میں پنجاب کی زراعتی اور صنعتی نمائش کے متعلق ہے۔ جہاں ایک کمرہ صرف زنانہ مصنوعات کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ اور دوسری رنگون میں۔ جو حسبِ معمول مسلمانوں کی تعلیمی کانفرنس کے سلسلہ میں ہوگی۔ یہ نمائشیں اپنی اپنی جگہ بہت مفید ہیں۔ اِن سے کئی مطلب حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل تو اُن بیبیوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو محنت کر کے کوئی ہنر سیکھتی ہیں اور نمائش میں اپنی محنت کی داد پاتی ہیں۔ دوئم اوروں کو شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی کسی ایسی چیز میں کمال پیدا کریں۔ اور عزت پائیں۔ سوم مردوں کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر اچھی طرح عورتوں کی تربیت کی جائے تو کیسے کیسے کام اُنکے ہاتھوں سے نکل سکتے ہیں جس طرح ہم لوگ ابھی ترقی کے ابتدائی زینے پر ہیں۔ اسی طرح ہماری صنعتی نمائشیں چھوٹے پیمانہ پر ہیں۔ انگلستان میں جو بڑی نمائش فرانس و برطانیہ کی طرف سے سال گذشتہ میں ہوئی تھی۔ اس میں ایک آدھ کمرہ کی جگہ ایک ایوانِ عالیشان پورا مصنوعاتِ زنانہ سے پُر تھا جسکی بیرونی عمارت سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ فرانس اور انگلستان کی ہنرمند اور باسلیقہ عورتوں کی دستکاری کے نمونے کسقدر اور کس کثرت سے جمع کئے گئے تھے۔
اُس مشہور نمائش کے مصنوعاتِ زنانہ کے قصر کی تصویر دیکھنے کے لائق ہے۔ اور آج ناظرین عصمت کیخدمت میں پیش کیجاتی ہے۔ چاہیئے کہ زنانہ دستکاریوں کی ترقی کے خواہاں اس تصویر کو اپنی ہمتوں کے لئے تازیانہ سمجھیں اور یہ تخیل اپنے پیشِ نظر رکھیں کہ خدا ہندوستان کو بھی وہ دن دکھائے کہ اپنی مصنوعات کی نمائشوں کو اعلیٰ ترین پیمانہ پر لیجا سکیں اور اُن میں

گڑیوں کا کھیل

وہ لڑکپن اور وہ گڑیاں وہ اُنکا رکھ رکھاو اُنکی آرائش کا شوق۔ اُنکا سنگار۔ اُنکا بناو
اپنے پڑھنے اور لکھنے سے جو فرصت پاچکی لیکے گڑیوں کو میں سینے اور پرونے پر جھکی
صاف کپڑے کا وہ چہرہ۔ وہ بریشم کے بال سرخ ریشم سے بناتی تھی لب اُنکے لال لال
خوشنما وہ مانگ سیدھی اور وہ چوٹی بلند اور اُس چوٹی میں وہ لچکے کا زرّیں مُوتے بند
لال کپڑے سے بناتی تھی ہر انگلی کا سرا تاکہ پوروں سے ہو ظاہر خوبیِ رنگِ حنا
اُن کی پوشاکوں پر سامانِ تکلف سب عیاں گوکھرو۔ لچکا۔ کرن۔ سلما۔ ستارے۔ پھلیاں
قطع کرکے اُنکا سینا اک ضروری کام تھا یہ ضرورت اُسکی تھی جسکا لڑکپن نام تھا
وہ دوپٹا۔ وہ بنت۔ اور اُس پتلی سی دھنک اور وہ مقیش کا آنچل۔ عیاں جن سے چمک
اُنکے پاجامے کی گوٹیں۔ اُس پہ وہ سلمے کا کام اور دھنک کی خوشنما چٹکی کا جال اُس پر تمام
لیکے موتی چھوٹے چھوٹے اُنکے زیور کے لئے خود بناتی تھی میں جھپکا زینتِ سر کے لئے
ننھے ننھے اُنکے پتے چھوٹی چھوٹی بالیاں میں پہناتی تھی۔ نہ سمجھیں گو بہت دانیاں
اپنے گڈّوں کے لئے سیتی تھی مردانہ لباس ہوتی تھی میں خوش پہناکر اُنکو شاہانہ لباس
ٹوپیوں اور اچکنوں پر کرتی تھی سلمے کا کام اُن پہ سلمیں اور بوٹے میں بناتی تھی تمام
بیاہ رچتی تھی تو سب سامان خود کرتی تھی میں کوئی کچھ بہتر کہ نہ دے۔ اس سے بہت ڈرتی تھی میں
ہم سِنوں کو میں سکھاتی تھی طریقے کام کے خود پکاتی تھی میں کھانے مختلف اقسام کے
وہ زمانہ کھیلنے کا اب گیا گو مجھ سے دور منجھ گئی سینے پرونے اور پکانے میں ضرور
لڑکیاں میری طرح سیکھیں جو یونہی کام کاج تو میں یہ سمجھوں کہ ہے معقول گڑیوں کا رواج

احمد علی۔ شوق لکھنوی قدوائی

بزمِ عصمت

ہمشیرہ صاحبہ! تسلیم - ۲۷ - اکتوبر روز جمعہ ۱۹۰۹ء ۴ بجے بمکان سکرٹری انجمن مفید النسوان کی ایک غیر معمولی میٹنگ اس غرض سے منعقد ہوئی کہ سالانہ جلسہ کی کاروائی تاریخ وقت اور صدر صاحبہ کی علالت کیوجہسے دوسرے صدر کا تقرر ہو - چنانچہ ۲۹ - اکتوبر یکشنبہ بزیرِ صدارت جنابہ مسز محمد ظہیر الدین صاحب بی اے پولیس سپرنٹنڈنٹ میسور - جناب خان بہادر محمد صالح صاحب مرحوم بالقابہ کے دیوانخانہ میں ۳ بجے سے سواریاں اترنے لگیں - ۴ بجے تخمیناً ۱۰۰ بیبیاں اپنی اپنی کرسیوں پر جلوہ افروز ہوئیں - جن میں جنابہ خضر خان بہادر محمد صالح صاحب بالقابہ مسز عبد الحکیم صاحب بی - اے تحصیلدار مسز احمد حسین صاحب بی - اے انسپکٹر مدارس - جنابہ مسز سید عبد الحیٔ صاحب سنیر واری کیوریٹر گورنمنٹ بک ڈپو - جنابہ اہلیہ منشی قادر محی الدین صاحب کی اہلیہ اکبر محمد عمر شریف صاحب مرحوم - جنابہ مریم بائی صاحبہ سوبانی اہلیہ جناب عبد الحمید سیٹھ صاحب انگلش ویرہوز - مسز عبد الخالق صاحب اکونٹنٹ ملٹری اکونٹ عنبر ہا زیب بخش تھیں - ۴ بجے امتہ الحافظ بنت محمد محی الدین زمیندار نے نہایت خوش الحانی میں تبرکاً سورۂ الرحمٰن کا ایک رکوع پڑھکر جلسہ کا افتتاح کیا - رحمت النسا اور امتہ الحافظ ۱۰ سالہ لڑکیوں نے رسالہ مخزن سے ع خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے آجا - نعتیہ اشعار سریلی آواز اور بھولے انداز سے پڑھے - نظم سالگرہ زاہدہ بیگم اور ۸ مختلف ممبروں نے نظمیں پڑھیں اور محبوب خانم نے ممبران انجمن سکرٹری صاحبہ اور صدر صاحبہ کی مدح میں نظم پڑھی - سکرٹری صاحبہ نے سال بھر کی رپورٹ سنائی - اخیر میں انجمن کی خوش قسمتی سے جنابہ مریم بائی صاحبہ سوبانی نے انجمن کی ممبری اور سرپرستی قبول فرمائی اور انجمن کی ترقی کے لئے ۶ ممبر لڑکیوں کو انتخاب کیا جنھیں دستکاری کی تعلیم دیجائیگی - اختتام پر پھول برسائے گئے اور جلسہ برخاست ہوا - خاکسار

آم کے آچار کا نایاب نسخہ

مقدار اشیاء	نام اشیاء	مقدار اشیاء	ضروری ہدایات
۱	۲	۳	۴
۱	پختہ کیری	۱۰۰ عدد	
۲	مرچ سرخ	۲ سیر	اس کی مراد مرچ کے پیچ ہیں نہ کہ سالم مرچ ـ
۳	تیل	۵ سیر	اس سے مراد روغن کنجد ہے ـ
۴	لہسن	پاؤ سیر	اس کی پوتیاں چھیل لو ـ
۵	ادرک	پاؤ سیر	اسکو صاف کرکے تراش لو
۶	زیرہ	آدھ پاؤ	دو ثلث کو بھونکر باریک کوٹ لو ـ
۷	رائی	آدھ پاؤ	ایضاً ایضاً
۸	میتھی	چھٹانک بھر	ایضاً ایضاً
۹	کلونجی	آدھ پاؤ	
۱۰	نمک	۲ سیر	
۱۱	سرکہ	۲ شیشے	
۱۲	کالی مرچ	چھٹانک بھر	
۱۳	ہلدی	ادھ پاؤ	
۱۴	گرم مسالہ ہر ایک جزو	دو دو تولہ	اس کا ہر ایک جز علیحدہ علیحدہ دو دو تولہ لو ـ

کیریوں کا منہ کاٹ کر پانی میں بھگنے رکھدو ـ تیسرے روز اسکو چار شاخہ کترکر مغز نکال دو ـ مرچ اور ہلدی پوری اور زیرہ اور میتھی اور رائی دو ثلث بھونکر باریک کوٹ لو ـ تیل کو گرم کرکے جب پورا جوش آجائے ادرک کی چکیاں لہسن کی پوتیاں چھیلکر پھنی ہوئی چیزیں اور باقی زیرہ در میتھی و کلونجی اور کالی مرچ رائی وغیرہ سب اس میں تلو ـ تلے جانے کے بعد مسالہ تیل سے نکال کر ٹھنڈا کرکے کیریوں میں بھردو اور روغنی مٹکے یا مرتبان میں ہینگ کا دھواں دیکر رکھدو ـ تیل بھی اسی میں ڈالدو ـ دو مہینے کے بعد سرکہ ڈالتے رہو اسکو پندرہ روز تک متواتر دھوپ دیتے رہو اور ہمیشہ وقتاً فوقتاً دھوپ دیا کرو ـ مٹکا یا مرتبان اچھی طرح بند رکھو ورنہ اچار محفوظ نہیں رہ سکتا ـ احتیاط سے رکھو ـ دو تین سال تک مزے لے لے کر کھاؤ ـ مگر ہمیں نہ بھولو ـ

مسز محمد شمس الدین منشی فاضل

ن ۔ ب صاحبہ مرادآبادی کے معمہ کا حل سُلطان صلاح الدین فاتح ۔ جن بہنوں نے دفتر عصمت میں روانہ کیا اُنکے اسم گرامی زیب وار لکھے جاتے ہیں نمبر اول اور دوم کی خدمت میں دونوں کتابیں روانہ کردی گئیں ۔ جو بہنیں ولایت میں موجود ہیں اُنکے حل چونکہ جلدی پہنچ سکتے ہیں اس لئے یہ مناسب ہوگا کہ وہ بہن آیندہ اس قسم کے خط پر روانگی کا وقت لکھدیا کریں ۔

[1] ا ۔ بیگم صاحبہ دہلوی ۔ [2] آ ۔ ابن ابا حسینی بیگم صاحبہ لاہور ۔ [3] فرحت النسا بیگم صاحبہ بنگلور ۔ [4] بنت مولوی محمد رضی الدین صاحب بدایون ۔ [5] اہلیہ مرزا محمد اسحاق صاحب بمبئی ۔ [6] بشیر فاطمہ صاحبہ لاہور ۔ [7] بنت عبدالغنی صاحب میانوالی ۔ [8] ت ۔ ف صاحبہ بدایون ۔ [9] مسز قاضی مظفر حسین صاحب بڑودہ ۔ [10] نکرم فاطمہ صاحبہ گوالیار ۔ [11] دختر خان بہادر مولوی فصیح الدین صاحب بارہ بنکی ۔ [12] ایک بہن از ریاست راگھوگڈھ ۔ [13] نور جہاں صاحبہ کانپور ۔ [14] شاہ بیگم صاحبہ شملہ ۔ [15] ا ۔ م صاحبہ بہاولپور ۔ [16] مسز ابو الحسن صاحبہ بدایون ۔ [17] مسز ایش صاحبہ دکن ۔ [18] ہمشیرہ سید محمد مرتضی صاحب کرنال ۔ [19] مسز سربلند خاں صاحبہ کوئٹہ ۔ [20] مسز محمد فیاض علی خاں صاحبہ شاہجہانپور ۔ [21] م ۔ ب صاحبہ از ٹونک ۔ [22] آئی ۔ جے ۔ بی صاحبہ بھوپال +

راگھوگڈھ والی بہن نے جو پہیلی لکھی تھی سوا نمبر ۶ اور ۱۰ اور ۱۱ اور ۱۴ اور ۱۸ اور ۱۹ اور ۲۰ اور ۲۲ کے باقی ان سب بہنوں نے اسکی بوجھن ترازو لکھی ہے ۔ بہن ا ۔ م صاحبہ نمبر ۱۵ پہیلی کی بوجھن انجن لکھتی ہیں ۔ چھ پاؤں کے چھ پہیے ۔ دو سُموں کی دو لالٹینیں اور دُم دھوئیں کا پمپ ۔ بہن ایس بی بنت سید محمد شاہ صاحب لاہور صرف پہیلی کی بوجھن ترازو تحریر کرتی ہیں

پہیلی کا استفسار چونکہ ناظرین عصمت سے بھی تھا اس لئے محمد اسحاق خاں صاحب دوناپور ۔ ظہیرالدین خانصاحب چھپیڑہ ۔ محمد یعقوب علی صاحب جبلپور ۔ عبدالودود صاحب بھاگلپور ۔ فتح محمد صاحب امرتسر نے اسکا جواب ترازو

مکرمہ ! تسلیم ۔ دونوں کتابیں اور نگین لفافہ روانہ کرتی ہوں ۔ مہربانی فرماکر نمبر ا و ۲ کے پتہ میں روانہ کردیجئے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ بہنیں اپنے مسلمان بادشاہوں کے نام سے واقف ہیں ۔ میری طرف سے سب کو شاباش دیجئے ۔ ایک اور پہیلی لکھتی ہوں ۔ بہنیں اسکو بوجھیں ۔ جو بہن اول ہونگی انکو ایک بڑی جنتری سنہ ۱۹۱۱ء روانہ کرونگی ۔ ن ۔ ب مرادآبادی +

پہیلی ۔ آدھا مکہ میں ہے ۔ اور آدھا میخانہ میں + سارا ملتا ہے بستی میں وہ ایک آنہ میں ۔ ن ۔ ب

لغو ازدرسی [illegible]

عالمِ نسواں

شاہ ایران کے معزول ہونے پر مجلس ملی نے جو مفسدوں کی تحقیقات کر رہی تھی ایک شخص سالار حشمت کو پھانسی کا حکم دیا۔ چونکہ حال ہی میں اس شخص کو سلطنت روس سے تمغہ ملا تھا۔ روسی کانسل نے اس کے مکان پر اپنی حفاظت کا نشان لٹکا دیا۔ لیکن سالار حشمت کی بیوی کو غیر ملک کی پناہ اچھی نہ معلوم ہوئی۔ اس نے سفیر سے کہا۔ ہماری سلطنت اگر ہم کو اور ہمارے بچوں کو تہ تیغ کر دے تو ہم جانیں اور سلطنت ہم کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ ہمیں اپنی حکمران جماعت کا ایک ایک بال تمہارے علم سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۱۔ نومبر کو ہز ایکسلینسی لارڈ اور لیڈی منٹو صاحبہ بھوپال میں تشریف فرما ہوئے۔ ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال نے اپنے معزز مہمانوں کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ریاست بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ حسن انتظام مہمان نوازی خلوص اور ہر ہائی نس کی قابلیت و لیاقت نے ہز ایکسلینسی کو بیحد محظوظ کیا۔ سلطانیہ گرلز سکول کی آراستگی۔ لڑکیوں کی تعلیم رنگ برنگ کی پوشاکیں۔ ادب۔ تمیز اور سب سے زیادہ تعلیم نسواں میں ہر ہائی نس کی اس قدر دلچسپی دیکھکر ہز ایکسلینسی بہت ہی خوش ہوئیں۔ ایک گنگا جمنی صندوقچہ میں کونٹس صاحبہ کو اڈریس دیا گیا۔

ڈاڈل صاحب کا بوازنوال

زیادہ تر یہ عمدہ امریکی گولیاں اعصابی امراض کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ ان میں سے ولیرین کی خوشبو مشہور ہے۔ چند سال ہوئے ڈاکٹر راڈل نے ایک ترکیب خاص سے اس کا جوہر لطیف نکالا ہے جو اصل ادویات سے سو گنا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اس مؤثر جوہر کا نام بوازنوال ہے۔ یہ ایک قسم کا روغن ہے جس کا نور اور ولیرین کی ہلکی سی بو ہے۔ اور یہ دوا سرخ جھلی کی چمکدار شفاف گولیوں میں بند ہے۔ اس دوا کو ڈاکٹر تریاق اعصاب کہتے ہیں۔

بوازنوال تمام بے قاعدہ فعل مثلاً اختلاج بے چینی تنگی تنفس بے ہمتی پریشان خاطری بے خوابی وغیرہ جملہ امراض کے لیے مفید ہے۔ خواہ یہ عوارض نظام عصبی کے کسی فتور سے پیدا ہوئے ہوں یا خون کی کمی سے۔ اس دوا کے استعمال کرتے ہی نبض قوی ہو جاتی ہے۔ دل ٹھہر جاتا ہے۔ اور طبیعت میں سکون آجاتا ہے۔ مہینوں کی تکلیفیں ۵-۲ گولیاں استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں۔ ایک مریض کو بیخوابی کی اس قدر شکایت تھی کہ وہ بالا خانے سے گر کر مرنے کو تیار تھا۔ کچھ روز بوازنوال استعمال کرنے سے اس نے شفا پائی۔

مستورات کے لیے ابتدائی اور آخیر زمانے میں جو تبدیل حالت ہوتی ہے اس وقت بوازنوال خاص طور پر بیش بہا دوا ہے۔ اس کے استعمال میں کوئی ضرر نہیں۔ عصبی درد دو بالطبع اور خون کی کمی میں چڑچڑاپن جو اکثر پیدا ہو جاتی ہے۔ بوازنوال نہایت سریع الاثر اور جلدی دوا ہے۔

خوراک دو یا تین گولیاں ایک دفعہ۔ مگر دودھ چائے۔ کافی۔ کوکو۔ وغیرہ کے ہمراہ

قیمت ۲۴ گولیوں کی فی شیشی ۱؎ علاوہ محصول ڈاک

شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کر دیا

ای برکت اینڈ کمپنی دہلی سے خریدو

اپنی بہنوں کی آسائش

کے لئے ہمارے ہاں سب قسم کا سامان موجود ہے۔ فہرست کو ملاحظہ فرمائیے
جس چیز کی ضرورت ہو بلا تامل تحریر فرمائیے۔ فوراً تعمیل ہوگی۔
نیز ہمارے ہاں ایک ہی نرخ ہے خواہ کوئی صاحب دکان پر آکر خریدیں۔ یا
بذریعہ ڈاک طلب فرمائیں۔ باہر کی فرمائشوں کی نہایت توجہ اور عجلت سے تعمیل ہوتی ہے
چھوٹے شہروں میں عام جگہ ایسی چیزیں میسر نہیں آتیں۔ اب فہرست پیش کی جاتی ہے۔
ٹائی وغیرہ بُننے کے ہر قسم کے سوت اور ریشم۔ کروشیٹ سلائیاں۔ اونی۔
دھاگہ۔ بنیانیں مختلف نمونوں کی لیس۔ جرابیں۔ ریشمی دستی رومال۔ دانت کے
برش۔ پوڈر اور سب قسم کی خوشبوئیں۔ صابون سب قسم کے۔ مکان کی
آرائش اور سجاوٹ کے سامان تصویریں۔ وغیرہ چھوٹے چھوٹے
خوبصورت چٹھی کے کاغذ اور لفافے۔ تصاویر والے کارڈ۔

بچوں کے لئے

کھلونے مٹھائیاں ٹرنک ٹوپیاں۔ اور سب قسم کی ضرورت کی چیزیں موجود ہیں۔

[illegible] جنرل مرچنٹ انارکلی لاہور

فہرست کتب موجودہ مخزن ... دہلی

مقصود ... [illegible] ... زندگی میں ... ہے

[illegible] کا ... [illegible]

[illegible] ... مشہور مقالات ... [illegible]

[illegible]

مقام خلافت ... استنبول

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... کتاب کی ... [illegible]

[illegible]

[illegible] مرحوم و مغفور [illegible] حالی
[illegible] شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی ہے
[illegible] کی [illegible] کے حالات ولادت سے
وفات تک [illegible] گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں
[illegible] تصنیفات اور ان کے کاموں پر نہایت مفصل ریویو
[illegible] حالی کی [illegible] کی مسلسل محنت اور عرق ریزی کا
[illegible] (۰۰) [illegible] سے زیادہ ہے قیمت صرف [illegible]

حیات سعدی

یہ بھی مولانا حالی کی بے نظیر تصنیف ہے جس میں
حضرت شیخ سعدی شیرازی کے زندگی کے حالات قلمبند کیے
گئے ہیں اور شیخ کی تصنیفات نظم و نثر پر نہایت محققانہ ریویو کیا ہے شیخ سعدی
کی کوئی سوانح عمری اس سے بہتر اردو میں موجود نہیں قیمت (۱۲)

الفاروق

یہ مشہور و معروف کتاب مولانا شبلی کی بے مثل
یادگار ہے جو حضرت عمر فاروق کی مفصل
سوانح عمری ہے جس کے مطالعہ سے سچا جوش اور قومی محبت پیدا ہوتی
ہے [illegible] قیمت (۲)

یادگار غالب

مولانا حالی کی تصنیف جس میں انہوں نے حیات
[illegible] اول مرزا غالب مرحوم کے واقعات
[illegible] مرزا غالب کی اردو فارسی نظم و نثر
[illegible] کلام پر نہایت خوبی سے ریویو
کیا ہے [illegible] کے ساتھ شامل ہے طبع جدید
[illegible]

مسدس حالی	یہ مولانا حالی کی نہایت مشہور و مقبول نظم ہے [illegible] کی گذشتہ [illegible]
	[illegible] نہایت فصاحت اور بلاغت سے بیان کیا ہے [illegible]
مجموعہ نظم حالی	اس میں مولانا حالی کی [illegible] نظمیں [illegible] قیمت [illegible]
مناجات بیوہ	مولانا حالی کی مشہور نظم ہے [illegible] موثر پیرایہ ہے قیمت [illegible]
تفسیر [illegible]	مصنفہ [illegible] شمس العلماء [illegible] محمد صاحب [illegible]
	[illegible]
رسوم دہلی	مصنفہ [illegible] مولوی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ [illegible] کتاب کی خوبی

[illegible] ہے اسکے مولف کا نام ہی کافی ضمانت ہے فرہنگ آصفیہ کے مرتب کرنے سے مولوی سید احمد صاحب نے جو احسان اردو زبان پر کیا ہے اسکی کافی داد [illegible] مولوی صاحب کی معلومات رسوم [illegible] کے متعلق [illegible] صاحب [illegible] کی معلومات [illegible] اور [illegible] کتاب [illegible] اختیار [illegible]

امر یہ ہے کہ جس قدر بھی غلط مطبوعہ مثنوی چھپکر بازار میں ملتی ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ ان کتاب کی اشاعت ہو سکے بلکہ باعث ذلت ہوں اس لیے ضرورت تھی کہ سلیس اردو کے ساتھ استاد کامل کی کتاب اچھے لباس اور صحیح چھپے تاکہ جیسی ہوئی شائقین کے روبرو جلوہ گر ہو۔ چنانچہ یہ کوشش بلحاظ ہو ہوئی اور بہت تلاش سے تیسری کی دوسری غیر مطبوعہ مثنوی گلزار ارم بھی ایک مستند قلمی نسخے سے نقل کر کے شامل کر دی ہے اور ایک نہایت فاضلانہ لیکچر دیباچہ جناب مولوی سید اکبر حسین صاحب ایل۔ ایل۔ بی نے لکھکر اس مثنوی بے نظیر کی یادگاری ہے۔ اوسکی خوبیاں اور وہ لطیف نکتے جو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہایت خوبی اور قابلیت سے بیان کئے ہیں۔ قیمت ۱ عہ علاوہ محصول ڈاک۔

سیر تبت

یعنی [illegible] صاحب کی مشہور معروف کتاب [illegible] جس کا ترجمہ منشی [illegible] صاحب بی طالب علم علیگڈہ کالج نے اردو زبان میں نہایت سلاست اور خوبی سے کیا ہے اور آخر میں تبت میں اسلام کے نہایت تفصیلی حالات تحقیق و تفتیش کر کے شامل کر دئیے ہیں کہ جن حالات کی تحصیل و جستجو سے [illegible] بار رہے ہیں کہ اب تک بہت کم کسی کو حاصل ہوئی ہے۔ اور بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ کوئی اجنبی شخص وہاں پہونچ ہی نہیں سکتا لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے تبت کا نقشہ اور وہاں کے دلچسپ رسم و رواج اور مذہبی عقائد اور وہاں کے لوگوں کی بود و باش اور معاشرت کے مفصل حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ وہ وہ نئی باتیں اس کتاب سے معلوم ہوتی ہیں جو آج تک کسی نے دیکھیں نہ سنیں۔

اس کتاب کا پہلا حصہ [illegible] اگرچہ پیشتر شائع ہو کر نہایت پسند ہوگی اور قدر کی نگاہ سے بھی دیکھی گئی ہے۔ اور اب ہم نے اپنے ناظرین کی دلچسپی اور وسعت معلومات کے لیے [illegible] شائع کیا ہے۔ قیمت [illegible] ناظرین جلد طلب فرمائیں۔

منیجر مخزن

فسانۂ [illegible] بیگمات دہلی کی زبان میں نہایت شوق انگیز طرز سے لکھی گئی ہے اور بہت سی

[illegible] مقام خلافت [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible]
ہیں نہایت پسندیدہ [illegible] تصاویر [illegible] سے زیادہ [illegible] کتاب [illegible]
ایسی ہے کہ ممکن نہیں جو اس کی خوبیاں [illegible] باوجود ان خوبیوں کے قیمت [illegible]
ہے محصول ڈاک [illegible] دفتر [illegible] سے منگائیے۔

فہرست تصاویر مقام خلافت	فہرست مضامین مقام خلافت
حضرت ایوب انصاری [illegible]	مقام خلافت۔ استانبول۔ سرائے [illegible]
[illegible] سلطان [illegible]	باب عالی۔ [illegible]۔ خزینہ و [illegible]
[illegible] جامع [illegible]	جشن سلطان [illegible] امیر المومنین [illegible]
[illegible] سلطان [illegible]	عجائب خانہ [illegible]۔ جامع [illegible]
[illegible]	بازار [illegible]۔ جامع ابو ایوب [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible] ایک [illegible]	[illegible] مدارس [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible] تعلیم نسواں
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	

دعوت اسلام — [illegible] یہ کتاب [illegible] کی [illegible] پروفیسر [illegible] کی بہترین [illegible] کتاب [illegible] ہے [illegible] کی مذہب اسلام پر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں [illegible] زیادہ [illegible] ہے [illegible] [illegible]

خاتمہ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت کیسے [illegible] کیا ہے اور [illegible] اسلامی عقائد [illegible] اسلام [illegible] روشن خیالی و پابندی [illegible] بحث کی گئی ہے [illegible] اب [illegible] موجود ہے قیمت [illegible]

علم الکلام حصہ اول — [illegible] کی [illegible] [illegible] اور [illegible] کی نہایت تفصیل تاریخ اور علم الکلام [illegible] تقریظ و تنقید ہے قیمت [illegible]

سفرنامہ [illegible] — [illegible] سفر کیا تھا اس کے حالات جمع کیے ہیں [illegible] تقریریں بھی شامل ہیں قیمت [illegible]

سفرنامہ [illegible] — [illegible] کہ سفر کرکے [illegible] انگریزی ہے اور [illegible] [illegible]

یہ کتاب زیادہ دلچسپی ہے اور اس کے مقابل ان [illegible]
اور با مطلب ہو قیمت فی جلد ۲ر علاوہ محصول ڈاک

رباعیات اکبر

جناب سید اکبر حسین صاحب جج کے کلام نے جو شہرت و قبولیت حاصل کی ہے محتاج توصیف نہیں۔ مخزن پریس دہلی نے حال میں ان کی تمام اخلاقی رباعیات کا مجموعہ نہایت خوشخط اور خوبصورت چھپوا کر شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ ایک نئی نہایت اہتمام سے لکھی گئی ہے۔ اور بہت احتیاط اور صفائی سے چھپی ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قیمت صرف ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک ہے

منازل السائرہ

یعنی جناب مولوی عبد الراشد صاحب الخیری دہلوی کی مقبول کتاب جس کا پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گیا تھا اور جس کی دوبارہ اشاعت کے متواتر تقاضے آتے رہے۔ اب مخزن پریس میں نہایت خوبی کے ساتھ دوبارہ چھپی ہے۔ اس کتاب میں سائرہ کی زندگی کی مختلف منازل کے حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی مشہور طرز تحریر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اخبارات نے نہایت اچھے اچھے ریویو لکھے ہیں۔ مستورات ہی کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اور اسکا مطالعہ خصوصاً ان کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔ قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔ کاغذ لکھائی چھپائی سب چیزیں اعلیٰ درجہ کی ہے

مرقعات حسن

جس میں ملک کی [illegible]
اور [illegible]

انتخاب مخزن

مخزن کی گزشتہ نو جلدوں میں سے تمام موتی کے سے مضامین نظم و نثر چن چن لئے گئے ہیں جن کے پاس مخزن کا فائل نہیں اُن کے لئے یہ کتاب بہت ضروری ہے مختصر یہ کہ انتخاب لاجواب چند یگانۂ روزگار مشہور اہل قلم شعرا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مضامین سخن کی جواہرات کا انتخاب ہے۔ جو کوئی دو سال ہوئے شائع کیا گیا تھا ایسا مقبول ہوا کہ پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا دوبارہ چھپنے کی بہت سی فرمائشیں آئیں چنانچہ نظر ثانی و ترمیم کے بعد اب پھر یہ انتخاب بالکل تیار ہے۔ اس نفیس کتاب کی قیمت صرف [illegible] ایک روپیہ

دردِ جاناں

مصنفہ حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی اس ناول کے چند باب پہلے مخزن میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اب اس ناول کو مکمل کر کے کتاب کی صورت میں علیحدہ چھاپ دیا ہے۔ دلی کی زبان میں دلی کا ایک سچا واقعہ اس قدر دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے کے قابل ہے قیمت صرف [illegible]

گزشتہ جلدیں

مخزن کی گزشتہ جلدیں [illegible] ہونے کو ہے [illegible] اس وقت تک پرچے سب ختم ہو چکے ہیں۔ تاہم چند جلدیں مختلف برسوں کی بچ گئی ہیں۔ اگر کوئی صاحب خریدنا چاہیں تو طلب کر سکتے ہیں [illegible] اس وقت قیمت مجلد [illegible] قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] علاوہ محصول ڈاک

منیجر مخزن